اردو ترجمہ

اعجاز المسیح

تصنیف لطیف

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

اعجاز المسیح مع اردو ترجمہ

شائع کردہ ..... نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان ۔ربوہ

کمپوزنگ وسیٹنگ .... سید مبارز احمد صاحب مربی سلسلہ

طابع .... طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ ۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ چناب نگر



نحمدہٗ ونصلی علٰی رسولہ الکریم وعلٰی عبدہ المسیح الموعود

پیش لفظ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ رجولائی ۱۹۰۰ء کو حق و باطل میں امتیاز کرنے کے لئے لاہور میں ایک جلسہ کر کے اور قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورۃ نکال کر بعد دعا چالیس آیات کے حقائق اور معارف فصیح و بلیغ عربی میں سات گھنٹے کے اندر لکھنے کے لئے تمام علماء کو عموماً اور پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کو خصوصاً دعوت دی تھی۔ مگر کسی نے اس چیلنج کو قبول نہ کیا اور نہ ہی پیر مہر علی شاہ صاحب نے اس اعجازی مقابلہ یعنی بالمقابل قرآنی آیات کی فصیح بلیغ عربی میں تفسیر لکھنے کی دعوت قبول کی تھی۔ لیکن بغیر اطلاع دیئے لاہور پہنچ کر اور مباحثہ کی شرط لگا کر اُس نے لوگوں کو یہ دھوکا دیا تھا کہ گویا وہ بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہیں۔ جب اُن کے مریدوں نے ہر جگہ ان کی جھوٹی فتح کا نقّارہ بجایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گندی گالیاں دیں اور یہ مشہور کیا کہ پیر صاحب تو سچے دل سے بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہو گئے تھے اور اسی نیت سے لاہور تشریف لے گئے تھے لیکن خود دعوت دینے والے لاہور نہ پہنچے اور بھاگ گئے اس لئے آپ نے اپنے اشتہار ۱۵ ردسمبر ۱۹۰۰ء مندرجہ اربعین نمبر ۴ میں بالقاء ربّانی تفسیر لکھنے کے لئے ایک اور تجویز پیش کی۔ آپ نے فرمایا:

’’اگر پیر جی صاحب حقیقت میں فصیح عربی تفسیر پر قادر ہیں اور کوئی فریب انہوں نے نہیں کیا۔ تو اب بھی وہی قدرت اُن میں ضرور موجود ہو گی۔ لہٰذا مَیں ان کو خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اسی میری درخواست کو اس رنگ پر پورا کر دیں کہ میرے دعاوی کی تکذیب کے متعلق فصیح بلیغ عربی میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر لکھیں جو چار جز سے کم نہ

ہو اور مَیں اسی سورۃ کی تفسیر بفضل اللہ وقوتہٖ اپنے دعویٰ کے اثبات سے متعلق فصیح بلیغ عربی میں لکھوں گا۔ انہیں اجازت ہے کہ وہ اس تفسیر میں تمام دنیا کے علماء سے مدد لے لیں۔ عرب کے بلغاء فصحاء بلا لیں۔ لاہور اور دیگر بلاد کے عربی دان پروفیسروں کو بھی مدد کے لئے طلب کر لیں۔ ۱۵؍دسمبر ۱۹۰۰ء سے ستّر ۷۰ دن تک اس کام کے لئے ہم دونوں کو مہلت ہے ایک دن بھی زیادہ نہیں ہوگا۔ اگر بالمقابل تفسیر لکھنے کے بعد عرب کے تین نامی ادیب ان کی تفسیر کو جامع لوازمِ بلاغت وفصاحت قرار دیں اور معارف سے پُر خیال کریں تو مَیں پانسو ۵۰۰ روپیہ نقد ان کو دوں گا اور تمام اپنی کتابیں جلا دوں گا اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا اور اگر قضیہ برعکس نکلا یا اس مدت تک یعنی ستر روز تک وہ کچھ بھی نہ لکھ سکے تو مجھے ایسے لوگوں سے بیعت لینے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ روپیہ کی خواہش۔ صرف یہی دکھلاؤں گا کہ کیسے انہوں نے پیر کہلا کر قابلِ شرم جھوٹ بولا۔''

(اربعین نمبر۴، روحانی خزائن جلد ۱۷ حاشیہ صفحہ ۴۴۹، ۴۵۰)

نیز فرمایا:۔

''ہم ان کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ بے شک اپنی مدد کے لئے مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور محمد حسن بھیں وغیرہ کو بُلا لیں بلکہ اختیار رکھتے ہیں کہ کچھ طمع دے کر دو چار عرب کے ادیب بھی طلب کر لیں۔ فریقین کی تفسیر چار ۴ جز سے کم نہیں ہونی چاہئے ......اور اگر میعاد مجوزہ تک یعنی ۱۵؍دسمبر ۱۹۰۰ء سے ۲۵؍فروری ۱۹۰۱ء تک جو ستّر ۷۰ دن ہیں فریقین میں سے کوئی فریق تفسیر فاتحہ چھاپ کر شائع نہ کرے اور یہ دن گذر جائیں تو وہ جھوٹا سمجھا جائے گا۔ اور اس کے کاذب ہونے کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہے گی۔''

(اربعین نمبر۴، روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۴۸۴)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے معینہ مدت کے مطابق تفسیر تحریر فرما کر شائع فرما دی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس پُر معارف تفسیر کا نام ''اعجاز المسیح'' ہے۔ احباب کے استفادہ کے لئے اس معرکۃ الآراء عربی تصنیف کا اردو ترجمہ بمعہ متن پیش ہے۔

یہ ترجمہ مکرم محمد سعید صاحب انصاری مرحوم مربی سلسلہ نے کیا تھا اور اس پر نظر ثانی عربک بورڈ نے کی ہے۔عربک بورڈ مکرم مرزا محمد دین ناز صاحب صدر عربک بورڈ، مکرم رانا تصور احمد خان صاحب، مکرم مولانا مبشر احمد کاہلوں صاحب، مکرم حافظ مظفر احمد صاحب، مکرم منیر احمد بسمل صاحب، مکرم رفیق احمد ناصر صاحب، مکرم نوید احمد سعید صاحب، مکرم خواجہ ایاز احمد صاحب، مکرم رانا نیّر احمد صاحب، مکرم فہیم احمد خالد صاحب اور مکرم محمد یوسف شاہد صاحب پر مشتمل ہے۔

ترجمہ کی نگرانی اور فائنل پروف ریڈنگ مکرم محمد دین ناز صاحب صدر عربک بورڈ نے خود فرمائی اور اس کی پروف ریڈنگ کی توفیق مکرم محمد یوسف شاہد صاحب مربی سلسلہ سیکرٹری عربک بورڈ کو ملی۔اس کتاب کی کمپوزنگ اور سیٹنگ مکرم سید مبارز احمد صاحب مربی سلسلہ نے کی ہے۔

اللہ تعالیٰ جملہ احباب کو جزاء خیر دے۔آمین

خاکسار

خالد مسعود

ناظر اشاعت

یکم جنوری ۲۰۱۴ء

ٹائیٹل بار اول

من سرّہ ان یقرء الفاتحة مع معارفها المخفية - وحقائقها الروحانية - فليقرء تفسيرنا هذا بالتدبر وصحة النية - ولا يحسر عن ساعده للمقابلة - فانه كتابٌ ليس له جوابٌ - ومن قام للجواب وتنمّر - فسوف يرى انه تندم وتذمّر - فطوبى لمن همّ ما اصطفيناه - واخذ ما اعطيناه - وما كان كالذى لبس الصفاقة - وخلع الصداقة - وهذا ردّ على الذين يجهّلوننا ويصبغون التلبيس - ويقولون ليس عندهم من علم بل عُصبة من مفاليس - وإنّا اقررنا بانّ كتبًا كلّها من حولِ الله ذى الجلال - وما نحن الا كالجهال - وانّ كتابى

هذا بليغ - وفصيح ومليح -

وانى

سمّيته

اِعجاز المسِيح

وقد طُبع

فى مطبع ضياء الاسلام فى سبعين يومًا من شهر الصيام وكان من الهجرة سنة ۱۳۱۸
ومن شهر النصارى ۲۰ فروری سنہ ۱۹۰۱ - مقام الطبع قاديان ضلع گورداسپور باهتمام
الحكيم فضل دين البهيروى -

قيمت عمر

جلد ۷۰۰

اردو ترجمہ ٹائیٹل بار اوّل

جو شخص سورۃ فاتحہ کو اس کے مخفی معارف اور روحانی حقائق کے ساتھ پڑھنا پسند کرتا ہو تو اسے چاہیئے کہ ہماری اس تفسیر کو تدبّر اور صحتِ نیّت سے پڑھے۔ اور وہ مقابلہ کے لئے آستینیں نہ چڑھائے کیونکہ یہ ایک لاجواب کتاب ہے اور جو شخص اس کتاب کے جواب پر آمادہ ہوگا اور پلنگی دکھلائے گا وہ عنقریب دیکھے گا کہ اس کام سے نامراد رہا اور اپنے نفس کا ملامت گر ہوا۔ اور شرمندہ ہوگا۔ پس مبارک ہو اس شخص کے لئے جو ہمارے کلمات چنیدہ سے اپنا دامن بھر لیتا ہے اور جو ہم اسے عطا کریں اُسے حاصل کر لیتا ہے اور اس جیسا نہیں بنتا جس نے بے حیائی کا لبادہ اوڑھا اور صداقت کا پیراہن اتار پھینکا۔ یہ کتاب ان لوگوں کا ردّ ہے جو ہمیں جاہل قرار دیتے ہیں اور فریب کو رنگین بنا کر پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی علم نہیں بلکہ مفلسوں کا گروہ ہے۔ ہاں ہمیں اقرار ہے کہ ہماری تمام کتابیں خدائے ذوالجلال ہی کی تائید سے ہیں وگرنہ ہم تو لاعلموں کی طرح ہی ہیں۔ میری یہ کتاب انتہائی بلیغ، فصیح اور عمدہ ہے اور میں نے اس کا نام

اِعجاز المسیح

رکھا ہے۔

یہ کتاب ماہِ رمضان ۱۳۱۸ھ بمطابق ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء کے آغاز سے ستر دنوں میں تیار ہو کر ضیاء الاسلام پریس میں شائع ہوئی۔ مقام طباعت قادیان ضلع گورداسپور باہتمام حکیم فضل دین بھیروی

اطلاع

عام اطلاع کے لئے اردو میں لکھا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ستر دن کے اندر ۲۰ فروری ۱۹۰۱ء کو اس رسالہ کو اپنے فضل و کرم سے پورا کر دیا۔ سچ یہی ہے کہ یہ سب کچھ اس کے فضل سے ہوا۔ ان دنوں میں یہ عاجز کئی قسم کے امراض اور اعراض میں بھی مبتلا ہوا جس سے اندیشہ تھا کہ یہ کام پورا نہ ہو سکے کیونکہ بباعث ہر روز کے ضعف اور حملہ مرض کے طبیعت اس لائق نہیں رہی تھی کہ قلم اٹھا سکے اور اگر صحت بھی رہتی تو خود مجھ میں کیا استعداد تھی۔ من آنم کہ من دانم۔ لیکن اخیر پر ان مراض بدنی کا بھید مجھے یہ معلوم ہوا کہ تا یہ جماعت بھی جو اس جگہ میرے دوستوں میں سے موجود ہیں یہ خیال نہ کریں کہ میری اپنی دماغی طاقتوں کا یہ نتیجہ ہے۔ سو اُس نے اُن عوارض اور موانع سے ثابت کر دیا کہ میرے دل اور دماغ کا یہ کام نہیں۔ اس خیال میں میرے مخالف سراسر سچ پر ہیں کہ یہ اس شخص کا کام نہیں کوئی اور پوشیدہ طور پر اس کو مدد دیتا ہے۔ سو میں گواہی دیتا ہوں کہ حقیقت میں ایک اور ہے جو مجھے مدد دیتا ہے لیکن وہ انسان نہیں بلکہ وہی قادر توانا ہے جس کے آستانہ پر ہمارا سر ہے۔ اگر کوئی اور بھی ایسے کاموں میں مدد دے سکتا ہے جن میں معجزانہ طاقت ہے تو پھر اس صورت میں ناظرین کو توقع کرنی چاہیئے کہ اس کتاب کے ساتھ اور اس کے مانند انہی ستر دنوں میں صدہا اور تفسیریں سورۃ فاتحہ کی میری شرط کے موافق شائع ہونے والی ہیں یا شائع ہو چکی ہیں کیونکہ اسی پر مدار فیصلہ رکھا گیا ہے۔ بالخصوص سید مہر علی شاہ صاحب پر تو یقین ہے کہ انہوں نے اس وقت تفسیر لکھنے کے لئے ضرور کچھ کوشش کی ہوگی ورنہ اب وہ ان لوگوں کو کیونکر منہ دکھا سکتے ہیں جن کو یہ کہا گیا تھا کہ وہ تفسیر لکھنے کے لئے لاہور آئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ ستر دن میں لکھ نہ سکے تو سات گھنٹہ میں کیا لکھ سکتے۔ غرض منصفین کے لئے خدا کی تائید دیکھنے کے لئے یہ ایک عظیم الشان نشان ہے کیونکہ ستر دن کی میعاد ٹھہرا کر صدہا مولوی صاحبان بالمقابل بلائے گئے۔ اب ان کا کیا جواب ہے کہ کیوں وہ ایسی تفسیر شائع نہ کر سکے۔ یہی تو معجزہ ہے اور معجزہ کیا ہوتا ہے؟

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو

سوچو دعاء فاتحہ کو پڑھ کے بار بار
کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار

دیکھو خدا نے تم کو بتائی دعا یہی
اس کے حبیب نے بھی پڑھائی دعا یہی

پڑھتے ہو پنج وقت اسی کو نماز میں
جاتے ہو اِس کی رہ سے در بے نیاز میں

اس کی قسم کہ جس نے یہ سورت اُتاری ہے
اس پاک دل پہ جس کی وہ صورت پیاری ہے

یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدق دعویٰ پہ مہر اللہ ہے

میرے مسیح ہونے پہ یہ اِک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہد ربِّ جلیل ہے

پھر میرے بعد اوروں کی ہے انتظار کیا؟
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

الراقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۲۰؍ فروری ۱۹۰۱ء

﴿۱﴾

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ الذی أنطق الإنسان. وعلّمہ البیان. وجعل کلام البشر مظہر حُسنہ المستتر. ولَطّف أسرار العارفین بإلہامہٖ. وکمّل أرواح الروحانیین بإنعامہ. وکفّل أمرہم بعنایتہ. واستودعہم ظلّ حمایتہٖ. وعادا من عادا أولیاءَہٗ وما غادرہم عند الأھوال. وسمع دعاءھم إذا أقبلوا علیہ کل الإقبال. وأری لہم غیرتہ وصار لہم کقسورۃ للأشبال. ولوٰی إلیہم کزافرۃٍ فی مواطن الجدال. وما زایلہم فی موقف وما نسیہم عند الابتہال. وألزمہم کلمۃ التقویٰ. وثبّتہم علی سُبُل الھدیٰ. وجذبہم إلی حضرتہ العُلیا. ووھب لہم أعینا یُبصرون بہا. وقلوبًا یفقھون بہا.

سب تعریفیں اللہ کو زیبا ہیں جس نے انسان کو قوت گویائی بخشی اور فصاحتِ بیان سکھائی اور انسان کے کلام کو اپنے حسن نہاں کا مظہر بنایا اور اپنے الہام کے ذریعہ عارفوں کے اسرار کو لطافت بخشی۔ اور اپنے انعام سے روحانی لوگوں کی روحوں کی تکمیل کی اور اپنی عنایت سے ان کے ہر امر کا کفیل ہوا اور اپنی حمایت کا سایہ انہیں عطا کیا اور اس نے اپنے اولیاء سے دشمنی کرنے والے سے دشمنی کی۔ اور انہیں خوف کے مواقع پر بے یار و مددگار نہیں چھوڑا۔ اور جب بھی وہ اس کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوئے تو اس نے ان کی دعاؤں کو سنا اور ان کے لئے اپنی غیرت دکھائی اور ان کے لئے ایسا ہو گیا جیسے شیر اپنے بچوں کے لئے اور خویش و اقارب کی طرح ہر میدان جنگ میں وہ ان پر مائل بہ کرم رہا۔ اور کسی مقام پر بھی نہ تو اس نے ان سے علیحدگی اختیار کی اور نہ ہی دعا میں زاری کے وقت انہیں فراموش کیا۔ اس نے کلمۂ تقویٰ کو ان کے لازم حال کیا اور انہیں ہدایت کی راہوں پر ثبات بخشا اور اپنی ارفع جناب کی طرف انہیں کھینچ لیا۔ اور انہیں ایسی آنکھیں عطا کیں جن سے وہ دیکھتے ہیں، ایسے دل دیئے جن سے وہ سمجھتے ہیں

﴿۲﴾

وجوارح يعملون بها. وجَعَلهم حرز المخلوقين. وروح العالمين. وَالسّلام والصّلٰوة على رسولٍ جاء في زمن كان كدستٍ غاب صدره. أو كليل أفل بدره. وظهر في عصر كان الناس فيه يحتاجون إلى العُصرة. و كانت الأرض أمحَلَت وخلت راحتها من بُخل المزنة. فأروى الأرض التي احترقت لإخلاف العهادّ. وأحيا القلوب كإحياء الوابل للسنة الجماد. فتهلّل الوجوه وعاد حبرها وسبرها. و تراء ت معادن الطبائع وظهرت فضّتها وتبرها. وطُهّر المؤمنون من كل نوع الجناح. وأُعطُوا جناحًا يطير إلى السماء بعد قصّ هذا الجناح. وأُسِّسَ كل أمرهم على التقوىٰ. فما بقى ذرّة من غير اللّٰه ولا الهوٰى. وطُهّرت أرضُ مكّة بعد ما طيف فيها بالأوثان. فما سُجد على

﴿۳﴾

ایسے اعضاء دیئے جن سے وہ کام کرتے ہیں اور اس نے انہیں تمام مخلوق کی پناہ اور تمام کائنات کی روحِ رواں بنایا۔ پھر سلام و درود ہو اس رسولؐ پر جو اس زمانہ میں آیا جو ایسے تخت کی طرح تھا جس کا صدر نشین موجود نہ ہو یا اس رات کا سا تھا جس کا ماہِ تمام ڈوب گیا ہو وہ ایسے زمانے میں ظاہر ہوا جس میں لوگ کسی جائے پناہ کے محتاج تھے اور زمین خشک سالی کا شکار اور قلتِ باراں کے باعث تہی دست ہو چکی تھی۔ پھر اس رسول نے اس زمین کو جو بروقت بارش نہ ہونے کی وجہ سے جل چکی تھی سیراب کر دیا اور دلوں کو اس طرح زندہ کر دیا جس طرح موسلا دھار بارش قحط زدہ کو زندہ کر دیتی ہے۔ جس کے نتیجے میں چہرے چمک اٹھے اور ان کا حسن و جمال پھر سے عَود کر آیا اور طبائع کے مخفی جوہر نمودار ہو گئے اور اُن کا سیم و زر ظاہر ہو گیا اور مومن ہر نوع کے گناہ سے پاک کر دیئے گئے۔ اور گناہ کے یہ پَر کاٹنے کے بعد، انہیں آسمان تک پرواز کرنے والے پَر دیئے گئے۔ اور ان کے ہر کام کی بنیاد تقویٰ پر استوار کر دی گئی۔ پس غیر اللہ اور ہوائے نفس کا ایک ذرّہ ان میں باقی نہ رہا۔ اور مکہ کی سر زمین جہاں بتوں کا طواف ہوتا تھا، پاک کر دی گئی کہ پھر کبھی آج تک اس پر بجز خدائے رحمٰن کے

وجهها لغير الرحمان. إلٰى هذا الأوان. فصلّوا على هذا النبيّ المحسن الذى هو مظهر صفات الرحمان المنّان. وَهَلْ جزاء الْإحسان إلَّا الإحسان. والقلب الذى لا يدرى إحسانه فلا إيمان له. أو يضيع إيمانه. اللّٰهم صلّ على هذا الرسول النبيّ الأمّى الذى سقى الآخرين. كما سقى الأوّلين. وصبّغهم بصبغ نفسه وأدخلهم فى الْمُطَهّرين. فنوّرهم اللّٰه بإشراق أشعة المحبّة. وسقاهم من أصفى الْمُدامة. وألحقهم بالسابقين من الفانين. وقرّبهم وقبّل قربانهم. ودقّق مشاعرهم وجلّى جنانهم. ووهب لهم من عنده فهم المقَرّبين. وزكّى نفوسهم وصفّى ألواحهم. وحلّى ارواحهم. ونجّا نفوسهم من سلاسل المحبوسين. وكفّل أمورهم كما هى عادته بأصفيائه. وشرح صدورهم كما هى سيرته فى أوليائه.

کسی کو سجدہ نہیں کیا گیا۔ پس اس محسن نبی پر درود بھیجو جو نہایت احسان کرنے والا رحمٰن خدا کی صفات کا مظہر ہے۔ اور احسان کا بدلہ تو احسان ہی ہے۔ وہ دل جو اس کے احسان سے نا آشنا ہے وہ بے ایمان ہے یا پھر اپنے ایمان کو ضائع کر رہا ہے۔ اے اللہ! تو اس رسول نبی امّی پر درود بھیج کہ جس نے آخرین کو ویسے ہی جام پلایا جیسا کہ اس نے اوّلین کو پلایا تھا۔ اور انہیں اپنے رنگ میں رنگین کر دیا اور انہیں پاکبازوں میں داخل کر دیا۔ پھر اللہ نے انہیں محبت کی شعاعوں کی چمک سے منور کر دیا۔ اور خالص ترین شراب میں سے پلایا۔ اور انہیں فنا فی اللہ ہونے والے سابقین کے ساتھ ملا دیا۔ اور انہیں اپنا قرب بخشا اور ان کی قربانیوں کو قبول فرمایا۔ ان کے حواس کو نہایت لطیف بنایا اور ان کے دل کو روشن کر دیا نیز اپنی جناب سے انہیں مقربین کا فہم عطا کیا، ان کے نفوس کا تزکیہ کیا اور ان کی لوحِ قلب کو پاک و صاف کیا اور ان کی روحوں کو آراستہ کیا اور اسیروں کی زنجیروں سے ان کے نفوس کو نجات بخشی۔ اور جیسا کہ اس کا اپنے چنیدہ بندوں کے ساتھ دستور رہا ہے اس نے ان کے جملہ امور کی کفالت فرمائی۔ اور اپنے اولیاء کے ساتھ جاری سنت کے مطابق ان کے سینوں کو انشراح بخشا۔

﴿۴﴾ ﴿۵﴾

ودعاهم إلى حضرته. ثم تبادر إلى فتح الباب برحمته. وأدخلهم في زمرته. وألحقهم بسكّان جنّته. وقيل داركم أتيتم. وأهلكم وافيتم. وجُعلوا من المحبوبين. وهذا كلّه من بركات محمدٍ خير الرسل وخاتم النبيّين. عليه صلوات اللّٰه وملائكته وأنبيائه وجميع عباده الصالحين.

أمّا بعد. فاعلموا أيّها الطالبون المنصفون. والعاقلون المتدبّرون. انى عبد من عباد الرحمان. الذين يجيئون من الحضرة. وينزلون بأمر ربّ العزّة. عند اشتداد الحاجة. وعند شيوع الجهلات و البدعات وقلّة التقوىٰ والمعرفة. ليُجدّدوا ما أَخْلَقَ. ويجمعوا ما تَفَرَّق. ويتفقّدوا ما افْتُقِد. و يُنجزوا ويُوفوا ما وُعِد من ربّ العالمين. وكذالك

﴿٦﴾

اوران کو اپنے حضور بلایا اور اپنی رحمت سے ان کے لئے فی الفور دروازہ کھول دیا اور انہیں اپنے گروہ میں شامل کر لیا اور اپنی جنت کے باسیوں میں ان کو بھی داخل کر دیا۔ اور پھر ان سے کہا گیا کہ تم اپنے اصلی گھر میں آ گئے ہو اور تم نے اپنے اہل وعیال سے ملاقات کر لی اور وہ محبوبوں میں شامل کر لئے گئے۔ اور یہ سب کچھ خیر الرسل اور خاتم النبیّین محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کی برکات کے طفیل ہے۔ اللہ، اُس کے فرشتوں اور اُس کے نبیوں اور اُس کے جملہ نیک بندوں کا آپؐ پر درود ہو۔

اما بعد حق کے طالبو، منصفو! عقلمندو اور تدبر کرنے والو! اچھی طرح سے جان لو کہ میں خدائے رحمٰن کے بندوں میں سے ایک بندہ ہوں، جو شدید ضرورت کے وقت اور ایسے موقع پر جب جہالتیں اور بدعتیں پھیل جائیں اور تقویٰ اور معرفت کم ہو جائے تو وہ حضرت احدیّت کی طرف سے آتے اور ربُّ العزت کے امر سے اس غرض کو لئے ہوئے نازل ہوتے ہیں کہ بوسیدہ کو جامۂ نو بخشیں اور پراگندہ کو مجتمع کریں اور معدوم کو ڈھونڈ نکالیں۔ اور جو وعدہ رب العالمین کی طرف سے کیا گیا تھا اسے بتمام وکمال پورا کریں اور اسی طرح میں بھی آیا ہوں

جئتُ وأنا أوّل المؤمنين. وإنى بُعثت على رأس هذه المائة المباركة الربّانية. لأجمع شمل المِلّة الإسلامية. وأدفع ما صيل على كتاب اللّٰه وخير البرية. وأكسر عصا من عصٰى وأقيم جدران الشريعة. وقد بيّنتُ مرارًا وأظهرتُ للناس إظهارًا. انى أنا المسيح الموعود. والمهدى المعهود. وكذالك أُمرتُ وما كان لى أن أعصّى أمر ربّى وألحقَ بالمجرمين. فلا تعجلوا علىّ وتدبّروا أمرى حق التدبّر إن كنتم متّقين. وعسىٰ أن تُكذّبوا امرءًا وهو من عنداللّٰه. وعسٰى ان تُفسّقوا رجلا وهو من الصالحين. وإن اللّٰه أرسلنى لأُصلح مفاسد هذا الزمن. وأُفرّق بين روض القدس وخضراء الدمن. وأُرِى سبيل الحق قومًا ضالين. وما كان دعواى فى غير زمانه. بل جئتُ كالربيع الذى يُمطر فى

اور میں اوّل المؤمنین ہوں۔ میں اس مبارک ربانی صدی کے سر پر مبعوث کیا گیا ہوں تا کہ ملتِ اسلامیہ کے پراگندہ شیرازہ کو مجتمع کروں اور اللہ کی کتاب قرآن اور خیر الوریٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ (ﷺ) پر کیے گئے حملوں کا دفاع کروں اور نافرمانوں کے عصا کو توڑ دوں اور شریعت کی دیواریں استوار کروں۔ میں نے بار بار کھول کر بیان کر دیا ہے اور لوگوں کے لئے ظاہر کر دیا ہے کہ میں ہی مسیح موعود اور مہدی معہود ہوں۔ اور اسی طرح میں مأمور کیا گیا ہوں۔ میری کیا مجال کہ میں اپنے پروردگار کے حکم کی نافرمانی کروں اور مجرموں میں شامل ہو جاؤں۔ پس میری مخالفت میں جلد بازی نہ کرو اور اگر تم متقی ہو تو میرے معاملے میں اچھی طرح تدبر کرو۔ ممکن ہے کہ تم ایک شخص کی تکذیب کر بیٹھو جبکہ وہ اللہ کی طرف سے ہو اور شاید ایسے شخص کو فاسق قرار دو جو دراصل صالحین میں سے ہو۔ یقیناً اللہ نے مجھے اس زمانے کے مفاسد کی اصلاح کے لئے مبعوث فرمایا ہے تا کہ مقدس باغات اور گندگی کے ڈھیر پر اُگے ہوئے سبزے کے مَابَین فرق کر دکھاؤں اور گمراہ قوم کو راہِ حق دکھاؤں۔ میرا یہ دعویٰ بے وقت نہیں بلکہ میں اُس بارانِ بہار کی طرح آیا ہوں جو عین اپنے موسم اور

﴿۷﴾

إبّانه. وعندی شهاداتٌ من ربی لقوم مستقرين. و آياتٌ بيّناتٌ للمبصرين. و وجه كوجه الصادقين للمتفرّسين. وقد جاء ت أيّام الله وفُتحت أبواب الرحمة للطالبين. فلا تكونوا أوّل كافرٍ بها وقد كنتم منتظرين. أين الخفاء. فافتحوا العين أيها العقلاء. شهدت لی الأرض و السماء. وأتانی العلماء الأمناء. وعرفنی قلوب العارفين. وجری اليقين فی عروق قلوبهم كأقْريةٍ تجری فی البساتين. بيد أن بعض علماء هذه الديار. ما قبلونی من البخل والاستكبار. فما ظلمونا ولكن ظلموا أنفسهم حسدًا واستعلاءً. ورضوا بظلمات الجهل وتركوا عِلمًا وضياءً ا. فتراكم الظلام فی قولهم وفعلهم وأعيانهم. حتی اتخذ الخفافيش وكرًا لجنانهم. وما قعد قارية علی

﴿۸﴾ ﴿۹﴾

وقت پر برستی ہے۔ میرے پاس میرے رب کی طرف سے متلاشیانِ حق کے لئے شہادتیں اور اہل نظر کے لئے کھلے کھلے نشانات موجود ہیں اور اہل فراست کے لئے صادقوں جیسا چہرہ ہے۔ اللہ کے موعود دن آ گئے اور طالبوں کے لئے رحمت کے دروازے کھل گئے اس لئے جن نعمتوں کا تم انتظار کر رہے تھے خود ہی ان کے پہلے انکاری نہ ہو جاؤ۔ اب اخفاء کہاں رہا۔ اس لئے اے عقلمندو! اپنی آنکھیں کھولو۔ زمین اور آسمان نے میرے حق میں گواہی دے دی ہے اور امین علماء میرے پاس آ گئے اور عارفوں کے دلوں نے مجھے پہچان لیا ہے۔ اور اُن کے دلوں کی رگوں میں یقین اس طرح سرایت کر گیا جس طرح باغوں میں صاف پانی کی نالیاں بہتی ہیں۔ مگر پھر بھی اس ملک کے بعض علماء نے بخل اور گھمنڈ کے باعث مجھے قبول نہیں کیا۔ اس طرح انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا بلکہ حسد و غرور کے باعث اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے۔ اور وہ جہالت کی تاریکیوں پر راضی ہو گئے اور علم اور روشنی کو چھوڑ دیا۔ پس ان کی گفتار، ان کے کردار، اور ان کی ذات پر تاریکیوں کی اس حد تک دبیز تہیں جم گئیں کہ چمگادڑوں نے ان کے دلوں میں ڈیرے ڈال لئے اور مرغ خوش نوا نے ان کی

أغصانهم. وكانوا من قبل يتوقعون المسيح على رأس هذه المائة. ويترقّبونه كترقّب أهلّة الأعياد أو أطايب المأدبة. فلمّا حُمّ ما توقعوه. وأُعطى ما طلبوه. حسبوا كلام اللّٰه افتراء الإنسان. وقالوا مفترى يُضل الناس كالشيطان. وطفقوا يشكّون فی شأنه بل فی إيمانه. وكذّبوه وفسّقوه واَكْفَروه مع مريديه وأعوانه. وأنزل اللّٰه كثيرا من الآی فما قبلوا. وأَرَی التأييد فی المبادی والغای فما توجهوا. وقالوا كاذب وما تفكّروا فی مآل الكاذبين. وقالوا مُختلق وما تذكّروا من دَرَجَ من المختلقين. والأسف كل الأسف أنهم يقولون ولا يسمعون. ويعترضون ولا يُصغون. ويلمزون ولا يُحقّقون. وحصحَصَ الحق فلا

شاخوں پر اپنا بسیرا نہ بنایا۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ اس صدی کے سر پر مسیح کے آنے کی توقع کر رہے تھے اور اُس کا اِس طرح انتظار کر رہے تھے جس طرح لوگ عید کے چاندوں کا یا کسی دعوت میں عمدہ کھانوں کا انتظار کرتے ہیں۔ لیکن پھر جب اُن کی متوقع چیز ان کے لئے تیار کر دی گئی اور مطلوبہ شے انہیں مہیّا کر دی گئی تو وہ اللہ کے کلام کو انسانی افتراء تصور کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ مفتری ہے جو شیطان کی طرح لوگوں کو گمراہ کر رہا ہے۔ اور وہ اس کی شان بلکہ اس کے ایمان کے متعلق بھی شک کرنے لگے۔ انہوں نے اُسے اُس کے مریدوں اور مددگاروں سمیت جھٹلایا اور انہیں فاسق و کافر قرار دیا۔ اللہ نے کثرت سے نشان نازل فرمائے لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی تائیدات دکھائیں لیکن انہوں نے کوئی توجہ نہ کی اور اسے جھوٹا کہا لیکن جھوٹوں کے انجام کے متعلق کچھ غور نہ کیا اور انہوں نے اسے مفتری کہا لیکن جو مفتری پہلے گزر چکے ہیں ان کو مدِّ نظر نہ رکھا۔ افسوس، صد افسوس کہ وہ کہتے تو ہیں لیکن سنتے نہیں، اور اعتراض کرتے ہیں لیکن جواب پر کان نہیں دھرتے، عیب جوئی کرتے ہیں پر تحقیق نہیں کرتے۔ حق کھل کر سامنے آ گیا مگر پھر

﴿۱۰﴾

يُبصرون. وإذا رموا البرىّ بأفيكة فضحكوا وما يبكون. ما لهم لا يخافون. أم لهم براءة فى الزبر فهم لا يُسألون. وما أرى خوف اللّٰه فى قلوبهم بل هم يؤذون الصادقين ولا يُبالون. ما أرى فناء صدورهم رحبًا. وكمثلهم اختاروا صحبًا. ويهمزون ويغتابون وهم يعلمون. ولا يتكلّمون إلّا كطائر يخذق. أو كمسلول يبصق. لا يَبطُنون أمرنا. ولا يعرفون سرّنا. ثم يُكفرون ويسبّون ويهذرون من غير فهم الكتاب. ولا كهرير الكلاب. وما بقى فيهم فهم يهديهم إلى صراطٍ مستقيم. ولا خوف يجذبهم إلى سُبُل مرضات اللّٰه الرحيم. ومنهم مقتصدون. يُكذّبون ولا يعلمون. وبعضهم يكفّون الألسنة ولا يسبّون.

﴿۱۱﴾

بھی وہ نہیں دیکھتے جب وہ کسی معصوم پر تہمت لگاتے ہیں تو ہنستے ہیں، روتے نہیں۔ انہیں کیا ہو گیا ہے کہ وہ ڈرتے نہیں۔ کیا صحیفوں میں ان کے لئے براءت کی کوئی ضمانت ہے کہ اُن سے بازپُرس نہ کی جائے گی؟ میں ان کے دلوں میں خوف خدا نہیں پاتا بلکہ وہ تو صادقوں کو دکھ دیتے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ میں ان کے دلوں کے آنگن میں وسعت نہیں دیکھتا۔ انہوں نے اپنے جیسے دوست منتخب کئے ہوئے ہیں اور وہ دانستہ عیب گیری اور غیبت کرتے ہیں ۔ان کی گفتگو ایسی ہوتی ہے جیسے کوئی پرندہ بیٹ کرتا ہے یا سِل کے مریض کی طرح جو تھوکتا پھرتا ہے یہ ہمارے معاملے کی کنہہ کو نہیں جانتے اور نہ ہمارے بھید کی حقیقت سے آشنا ہیں۔ اور وہ کتاب اللہ کو سمجھے بغیر تکفیر کرتے، گالیاں دیتے اور بیہودہ گوئی کرتے ہیں مگر ایسے نہیں جیسے کتے غراتے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر۔ اُن میں ایسا فہم باقی نہیں رہا جو انہیں صراطِ مستقیم تک پہنچا دے اور نہ خوف ہے کہ جو انہیں خدائے رحیم کی رضا کی راہوں تک کشاں کشاں لے آئے۔ ان میں سے بعض اعتدال پسند ہیں جو بوجہ لاعلمی تکذیب کرتے ہیں ۔بعض اپنی زبانوں کو روک کر رکھتے ہیں اور گالیاں نہیں دیتے

وتجد أكثرهم مُفحشين علينا ومُكفّرين، سابّين غير خائفين. فليبك الباكون على مصيبة الإسلام. وعلى فتن هذه الايّام. وأى فتنة أكبر من فتن هذه العلماء. فإنهم تركوا الدّين غريبًا كشهداء الكربلاء. وإنها نار أذابت قلوبنا. وجنّبت جنوبنا. وثقّلت علينا خطوبنا. ورمت كتاب اللّٰه بأحجار من جهلات الجاهلين. ونرىٰ كثيرا منهم يخفون الحق ولا يجتنبون الزور كالصلحاء. وتكذب ألسنتهم عند الإفتاء. غشوا طبائعهم بغواشى الظلمات. وقدّموا حَبّ الصِلات على حُبّ الصَلٰوة. نبذوا القرآن وراء ظهورهم للدنيا الدنيّة. وأمالوا طبائعهم إلى المقنيات المادية. واشتدّ حرصهم ونهمتهم وشغفهم باللذات الفانية. وجاوز الحدّ شُحّهُم فى

لیکن ان میں سے اکثر لوگوں کو تو بلاخوف ہمارے خلاف فحش کلامی کرنے والا، ہمارا انکار کرنے والا اور گالیاں دینے والا پائے گا۔ پس چاہئے کہ اسلام کی اس مصیبت پر اور اس زمانے کے فتنوں پر رونے والے خوب روئیں۔ ان علماء کے فتنے سے بڑھ کر اور کونسا فتنہ ہے۔ کیونکہ ان علماء نے دین کو کربلا کے شہداء کی طرح کس مپرسی کی حالت میں چھوڑ دیا ہے۔ یہ ایک ایسی آگ ہے جس نے ہمارے قلوب کو پگھلا دیا ہے اور پہلوؤں کو شکستہ کر دیا ہے اور ہمارے لئے ہمارے کاموں کو مشکل بنا دیا ہے۔ اور جاہلوں کی جاہلانہ باتوں سے کتاب اللہ پر سنگ باری کی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں سے اکثر حق پوشی سے کام لے رہے ہیں اور صلحاء کی طرح وہ جھوٹ سے اجتناب نہیں کرتے۔ فتویٰ دیتے وقت ان کی زبانیں جھوٹ بولتی ہیں۔ انہوں نے اپنی طبیعتوں کو تاریکیوں کے پردوں میں چھپا رکھا ہے۔ اور انہوں نے نوازشات کے اناج کو نماز کی محبت پر مقدم کر دیا۔ اِس حقیر دنیا کی خاطر انہوں نے قرآن کو پسِ پُشت ڈال رکھا ہے اور اپنی طبائع کو مادی ذخائر کی جانب جھکا دیا ہے۔ فانی لذتوں کے لئے اُن کی حرص آرزو اور رغبت بڑی شدید ہوگئی ہے اور نفسانی خواہشات میں اُن کی حرص

﴿۱۲﴾

﴿۱۳﴾ الأمانی النفسانیة. مَا بقی فیهم علم کتاب اللّٰه الفرقان. ولا تقوی القلوب وحلاوة الإیمان. وتباعدوا من أعمال البرّ وأفعال الرشد والصلاح. وانتقلوا من سُبل الفلاح إلی طرق الطلاح. وعاد جمرهم رمادًا. وصلاحهم فسادًا. بعدُوا من الخیر والخیر بَعُدَ منهم کالأضداد. وصاروا لإبلیس کالمُقرّنین فی الأصفاد. وانجذبوا إلی الباطل کأنّهم یُقادون فی الأقیاد. یخونون فی فتاواهم ولا یتّقون. ویکذبون ولا یُبالون. ویقربون حرمات اللّٰه ولا یبعدون. ولا یسمعون قول الحق بل یریدون أن یسفکوا قائله ویغتالون. ولمّا ﴿۱۴﴾ جاء هم إمام بما لَا تهوی أنفسهم أرادوا أن یقتلوه وهم یعلمون. وما کان لبشر أن یموت إلّا بإذن اللّٰه فکیف المرسلون. إنه یعصم

تمام حدود پار کر چکی ہے۔ ان میں نہ تو اللہ کی کتاب فرقان (حمید) کا علم باقی رہا اور نہ ہی دلوں کا تقویٰ اور ایمان کی حلاوت ۔ نیک کاموں اور رشد و صلاح کے اعمال سے وہ بہت دور جا پڑے ہیں اور کامرانی کی راہوں سے ہٹ کر تباہی کے راستوں پر چل نکلے ہیں ان کے ایمان کا انگارہ راکھ میں ، اور ان کی نیکی و بھلائی فساد میں تبدیل ہوگئی ہے۔ وہ خیر سے اور خیر ان سے اتنی دور ہوگئی گویا وہ ایک دوسرے کی ضد ہوں۔ اور وہ ابلیس کے لئے بیڑیوں میں جکڑے ہوئے قیدیوں کی طرح ہو گئے ۔ وہ باطل کی جانب ایسے کھینچے گئے گویا کہ وہ زندانوں کی طرف ہانک کر لائے گئے ہوں ۔ وہ اپنے فتوؤں میں خیانت کرتے ہیں اور تقویٰ اختیار نہیں کرتے ۔ جھوٹ بولتے ہیں اور کچھ پرواہ نہیں کرتے ۔ وہ اللہ کی حرمات کے قریب آتے ہیں اور ان سے دور نہیں ہوتے ۔ وہ سچی بات نہیں سنتے بلکہ وہ چاہتے ہیں کہ حق گو کا خون بہائیں اور اسے ہلاک کر دیں۔ جب ان کے پاس امام وہ تعلیم لے کر آیا جسے ان کے نفس ناپسند کرتے تھے تو انہوں نے اُسے دانستہ قتل کرنے کی ٹھان لی ۔ حالانکہ جب ایک عام بشر بھی اذنِ الٰہی کے بغیر نہیں مر سکتا تو پھر اللہ کے فرستادہ کو کیسے مار سکتے ہیں۔ یقیناً اللہ

عبادہ من عندہ ولو مکر الماکرون. یقولون نحن خدّام الاسلام وقد صاروا أعوانًا للنصارٰی فی أکثر عقائدھم. وجعلوا أنفسھم کحبالة لصائدھم. یقولون سمعنا الأحادیث بالأسانید. ولا یعلمون شیئا من معنی التوحید. ویقولون نحن أعلم بالأحکام الشرعیة. وما وطئت أقدامھم سکک الأدلّة الدینیة. یطیرون فی الھوی کالحَمام. ولا یُفکّرون فی ساعة الحِمام. یسعون لحطامٍ بأنواع قلقٍ. ویُخرجون کأھل النفاق رؤوسھم من کل نفقٍ. یقعون من الشحّ علی کل غضارة. ولو کان فیه لحم فارة. إلّا الذین عصمھم اللّٰه بأیدی الفضل والکرامة. فأولئك مُبرّء ون مِمّا قیل ولیس علیھم شیء من الغرامة. وإنّھم من المغفورین. ومن الفتن العظمٰی والآفات

اپنی جناب سے اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے۔ خواہ منصوبہ بنانے والے کتنے ہی منصوبے بنائیں۔ وہ دعوٰی کرتے ہیں کہ ہم اسلام کے خادم ہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ عیسائیوں کے بیشتر عقائد میں ان کے مددگار ہو گئے ہیں۔اور انہوں نے اپنے آپ کو ان کے شکاریوں کے لئے جال کی طرح بنالیا ہے۔وہ کہتے ہیں کہ ہم نے احادیث کو ان کی اسانید سمیت سنا ہے حالانکہ وہ توحید کے معنٰی تک نہیں جانتے اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم احکام شریعت کو خوب جانتے ہیں حالانکہ دینی دلائل کے کوچوں میں ان کے قدم تک نہیں پڑے۔وہ حرص وہوا کی فضاؤں میں کبوتر کی طرح اڑانیں بھر رہے ہیں اور موت کی گھڑی کا فکر نہیں کرتے۔وہ معمولی دنیاوی فوائد کی خاطر بصد بیقراری دوڑ دھوپ کرتے ہیں اور منافقوں کی طرح ہر سوراخ سے اپنا سر نکالتے ہیں۔حرص کی شدت کے باعث وہ ہر طشت پر گر پڑتے ہیں خواہ اس میں ایک چوہے کا گوشت ہو۔بجز ان کے جنہیں اللہ اپنے دستِ فضل و کرم سے بچالے۔ ایسے لوگ مذکورہ بیان سے مبرّا ہیں اور ان پر کوئی تاوان نہیں اور وہ بخشے ہوئے لوگوں میں شامل ہیں۔ عظیم فتنوں اور بڑی بڑی آفتوں میں سے ایک

﴿۱۵﴾

الکبریٰ صول القسوس. بقسی الھمز واللمز کالعسوس. وکل ما صنعوا لجرح دیننا من النبال والقیاس. بنوہ علی المکائد کالصائد لا علی العقل والقیاس. نبذوا الحق ظہریّا. وما کتبوا فیما دوّنوہ إلّا أمرًا فریّا. وقد اجتمعت ھممھم علٰی إعدام الإسلام. واتفقت آراء ھم لمحوِ آثار سیدنا خیر الأنام. ﴿۱۶﴾ ویدعون الناس إلی اللظی والدرك. ناصبین شَرَكَ الشرك. وما وجدوا کیدًا إلّا استعملوہ. وما نالوا جھدًا إلّا بذلوہ. استحرت حربھم. وکثر طعنھم وضربھم. ونعرت کوساتھم. و صاحت من کل طرف بوقاتھم. وجالت خیولھم. وسالت سیولھم. وسعوا کل السعی حتی جمعوا عساکر الإلحاد. ورفعوا رایات الفساد. وصُبّت علی المسلمین مصائب وخُرّبت تلك الربوع. وأھدیت لسُقیاھا

عیسائی پادریوں کی وہ یلغار ہے جو شکاریوں کی طرح اپنی عیب گیری اور نکتہ چینی کی کمانوں سے کی گئی تھی۔ جو بھی انہوں نے ہمارے دین کو زخمی کرنے کے لئے تیر و کمان بنائے اُس کی بنیاد انہوں نے شکاری کی طرح مکر وفریب پر رکھی نہ کہ عقل و قیاس پر۔ اُنہوں نے حق کو پسِ پشت ڈال دیا اور اپنی مدوّنہ کتابوں میں سراسر جھوٹ تحریر کیا اور ان کی تمام توانائیاں اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے جمع ہو گئیں اور سیدنا خیر الانام ﷺ کے نقوش مٹانے کے لئے ان کی آراء متفق ہو گئیں۔ یہ (پادری) شرک کا دام بچھا کر لوگوں کو بھڑکتی آگ اور اس کی گہرائیوں کی طرف بلاتے ہیں۔ مکر و فریب کا ہر میسّر حربہ انہوں نے استعمال کیا اور ہر کوشش بروئے کار لائے۔ اُن کی جنگ میں حرارت اور اُن کی نیزہ زنی اور شمشیر زنی میں شدّت پیدا ہو گئی ان کے نقارے گونج اٹھے اور ہر طرف سے بگل بج اٹھے۔ ان کے گھوڑوں نے جولانی دکھائی اور سیلاب اُمڈ آئے۔ انہوں نے اپنی کوششوں کو ایسی انتہا تک پہنچا دیا کہ الحاد کے تمام لشکر اکٹھے کر لئے اور فساد کے عَلَم بلند کر دیئے۔ مسلمانوں پر مصائب ٹوٹ پڑے اور آبادیاں ویران ہو گئیں۔ ان کے پینے کے لئے آنسوؤں کا

الدموع. وكثر البدعة وما بقى السُنّة ولا الجماعة. ورُفع القرآن وضاقت عن صونه الاستطاعة. فحاصل الكلام إن الإسلام مُلِئَ من الآلام. وأحاطت به دائرة الظلام. و أَرَى الزمان عجائب فى نقض أسواره. وأسال الدهر سيولا لتعفية آثاره. واكمل القدرامره لإطفاء انواره. ولمّا كان هذا من المشيّة الربّانية. مبنيّا على المصالح الخفية. فما تطرّق الى عزم العدا خلل. ولا إلى أيديهم شلل. ولا إلى ألسنتهم فلل. وكان من نتائجه أن المِلّة ضعفت. والشريعة اضمحلت. وجرفتها المجارف. حتى أنكرها العارف. وكثراللغو و ذهب المعارف. باخت أضواءها. وناءت أنواءها. وديس المِلّة وطالت لأواءها.

ھد یہ عطا کیا گیا۔ بدعت کی اتنی بہتات ہوئی کہ نہ سنت باقی رہی نہ جماعت۔ قرآن اٹھ گیا اور اس کی حفاظت اور نگہداشت کے لئے استطاعت نہ رہی۔ حاصل کلام یہ کہ اسلام دکھوں سے بھر گیا۔ ﴿۱۷﴾ تاریکیوں کے دائرے نے اسے چاروں طرف سے گھیر لیا اور اس کی دیواروں کو شکستہ کرنے میں زمانے نے اپنے عجائبات دکھائے اور اس کے نقوش مٹانے کے لئے دہر سیلاب پر سیلاب لے آیا۔ قضاء وقدر نے اس کے انوار بجھانے کے لئے اپنا فیصلہ پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔ اور جب یہ سب کچھ عین مشیّتِ ربّانی کے تحت اور مخفی مصلحتوں کی بنیاد پر ہوا تو دشمنوں کے پختہ ارادہ میں کوئی خلل راہ نہ پاسکا اور نہ ان کے ہاتھ شل ہوئے اور نہ ہی ان کی زبانوں کی کاٹ کند ہوئی اس کا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ ملّت میں ضعف پیدا ہوگیا، شریعت مضمحل ہوگئی اور سیل تند و تیز نے اسے جڑھ سے اکھیڑ دیا۔ اور اس کا ایسا صفایا ہوگیا کہ خود عارف کے لئے اس کا پہچاننا ممکن نہ رہا۔ لغویات کی کثرت ہوگئی اور معارف کا نام ونشان نہ رہا۔ اور اس (اسلام) کی روشنیاں ماند پڑ گئیں اور اس کے ستارے کہیں دور گم ہو گئے ۔ ملت پاؤں تلے روندی گئی اور اس کے مصائب کا زمانہ دراز ہوگیا۔

﴿۱۸﴾ وكان هذا جزاء قلوبٍ مقفلةٍ. وأثام صدورٍ مغلقة. فإن أكثر المسلمين فقدوا تقواهم. وأغضبوا مولاهم. وترى كثيرا منهم شغفهم حبّ الأموال والعقار والعقيان. وملك فؤادهم هوى الأملاك والنسوان. وقلّب قلوبهم لوعة اِمرتها فشُغلوا بها عن الرحمٰن. وترى أكثرهم اعتضدوا قِربة الملحدين. وانقادوا كَقَعُوْدٍ لسير الكافرين. وحسبوا أن الوصلة إلى الدولة طرق الاحتيال او القتال. وزعموا أن النبالة لا يحصل إلّا بالنبال. فليس عندهم تدبير تأييد المِلّة من غير سفك الدماء بالمرهفات والأسنّة. ويستقرون فی كل وقت ﴿۱۹﴾ مواضعَ الجهاد. وإن لم يتحقّق شروطه ولم يأمر به كتاب ربّ العباد. ومن المعلوم أن هذا الوقت ليس وقت ضرب الأعناق لإشاعة الدين.

اور یہ مقفّل دلوں کی سزا اور بند سینوں کی پاداش تھی۔ اس لئے کہ اکثر مسلمانوں نے تقویٰ کو کھو دیا اور اپنے مولا کو ناراض کر دیا۔ اور تو ان میں سے بہتوں کو دیکھتا ہے کہ مال، جائیداد اور سیم و زر کی محبت نے انہیں اپنا فریفتہ بنالیا ہے اور زر اور زن کی ہوس نے ان کے دلوں پر قبضہ جمالیا ہے۔ اور مال و منال کی شدید طلب نے ان کے دلوں کو تہ و بالا کر دیا ہے جس کے باعث وہ خدائے رحمٰن سے غافل ہو گئے۔ تو دیکھتا ہے کہ اکثر نے ملحدوں کی مشک اٹھائی ہوئی ہے اور کافروں کے خصائل کی ایک سدھائے ہوئے گھوڑے کی طرح اتباع کر رہے ہیں اور ان کا خیال یہ ہے کہ حکومت تک پہنچنے کا طریق حیلہ گری ہے یا پھر جنگ و جدال۔ اُن کا خیال ہے کہ شرافت صرف تیروں کے ذریعے ہی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ان کے نزدیک شمشیر و سنان سے خون ریزی کے علاوہ ملت کی تائید کے لئے کوئی دوسری تدبیر نہیں۔ وہ ہر وقت جہاد کے مواقع کی تلاش میں لگے رہتے ہیں خواہ اس کی شرائط متحقق نہ ہوں اور نہ ہی ربُّ العِباد کی کتاب اس کا حکم دے رہی ہو۔ یہ بات تو بالکل عیاں ہے کہ یہ وقت دین کی اشاعت کے لئے گردنیں مارنے کا نہیں۔

ولكل وقت حكم آخر فى الكتاب المبين. بل يقتضى حكمة الله فى هذه الأوقات. أن يؤيّد الدين بالحجج والآيات. وتُنقّد أمور المِلّة بعين المعقول. ويُمعن النظر فى الفروع والأصول. ثم يُختار مسلك يهدى إليه نور الإلهام ويضعه العقل فى موضع القبول. وأن يُعدّ عُدّة كمثل ما أعدّ الأعداء. ويُفلّ السيف ويُحدّ الدهاء. و يُسلك مسلكُ التحقيق والتدقيق. وتشرب الكأس الدهاقَ من هذا الرحيق. فإن أعداءنا لا يسلّون النواحل للنحلة. ولا يشيعون عقائدهم بالسيوف والأسنّة. بل يستعملون ما لطف ودق من أنواع المكائد. ويأتون فى صور مختلفة كالصائد. وكذالك أراد الله لنا فى هذا الزمان. أن نكسر عصا الباطل بالبرهان لا بالسنان. فأرسلنى بالآيات لا بالمرهفات. وجعل قلمى

کتاب مبین میں ہر وقت کے لئے ایک الگ حکم ہے۔ بلکہ اس زمانہ میں اللہ کی حکمت کا یہ تقاضا ہے کہ دین حق کی دلائل اور نشانات کے ذریعے تائید کی جائے اور ملت کے امور کو معقولیت کی آنکھ سے پرکھا جائے اور فروع و اصول بنظرِ غائر دیکھے جائیں۔ بعدازاں ایسا طریق منتخب کیا جائے جس کی جانب نور الہام رہبری کرے۔ اور جسے عقل بپایہ ءقبولیت جگہ دے۔ اور یہ کہ ایسی تیاری کی جائے جیسی دشمنوں نے تیاری کی ہے۔ تلوار کو کند اور عقل و دانش کو تیز کیا جائے۔ تحقیق و تدقیق کی راہ اپنائی جائے اور اِس عمدہ شراب کے چھلکتے ہوئے جام پیئے جائیں کیونکہ ہمارے دشمن مذہب کے لئے تلوار نہیں سونتتے اور نہ ہی شمشیر و سنان کے زور سے اپنے عقائد کی اشاعت کرتے ہیں بلکہ انواع واقسام کے باریک در باریک مکر وفریب استعمال کرتے ہیں اور ایک شکاری کی مانند مختلف رُوپوں میں آتے ہیں۔ اس زمانہ میں ہمارے لئے اللہ نے یہی چاہا ہے کہ ہم عصائے باطل کو دلیل سے توڑیں نہ کہ نیزوں سے۔ پس اُس (اللہ) نے مجھے نشانات کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے نہ کہ تلواروں کے ساتھ اور اُس نے میرے قلم اور کلام

﴿۲۰﴾

وكلمي منبع المعارف والنكات. وما أعطاني سيفًا و سنانًا. وأقام مقامهما برهانا وبيانًا. ليجمع على يدى الكلم المتفرّقة. ويُنظم بى الأمور المتبدّدة. و يُسكّن القلوب الراجفة. ويُبكّت الألسنة المرجفة. ويُنيّر الخواطر المظلمة. ويُجدّد الأدلة المخلقة. حتى لا يبقى أمر غير مستقيم. ولا نهج غير قويم. فحاصل القول ان البيان والمعارف من معجزاتي. وإن مرهفاتي آياتي وكلماتي وكنت دعوت بعض أعدائي لإراءة هذه المعجزة. لعل الله يشرح صدورهم أو يجعل لهم نصيبًا من نور المعرفة. فقلت إن كنتم تنكرون بإعجازي. وتصولون عليّ كالغازي. وتظنون أنكم أُعطيتم علم القرآن. وبلاغة سحبان. فتعالوا ندع شهداءنا وشهداءكم. وعلماءنا وعلماءكم. ثم نقعد مقابلين. ونكتب تفسير سورة مرتجلين. منفردين

﴿۲۱﴾

کو معارف اور نکات کا سرچشمہ بنایا ہے۔اس نے مجھے شمشیر و سناں نہیں دیئے بلکہ ان کی جگہ برہان و بیان عطا کئے تا کہ وہ میرے ہاتھ پر متفرق کلمات کو جمع کر دے اور میرے ذریعے بکھرے ہوئے امور کو ایک لڑی میں پرو دے۔لرزیدہ دلوں کو تسکین بخشے جھوٹ پھیلانے والی زبانوں کو خاموش کر دے تاریک دلوں کو منور کر دے اور فرسودہ دلائل کو ایسی تازگی عطا کر دے کہ کوئی معاملہ ٹیڑھا اور کوئی راہ کج نہ رہے ۔ حاصل کلام یہ کہ بیان اور معارف میرے معجزات میں سے ہیں۔میری تلواریں میرے نشانات اور کلمات ہیں۔میں نے اپنے بعض دشمنوں کو یہ معجزہ دکھانے کے لئے دعوت دی کہ شائد اس طرح اللہ انہیں شرح صدر عطا فرمائے یا انہیں نُورِ معرفت سے حصہ عطا کر دے۔پس میں نے اُن سے کہا کہ اگر تم میرے معجزے سے انکار کرتے ہو اور ایک جنگجو کی طرح مجھ پر حملہ کرتے ہو اور تم سمجھتے ہو کہ تمہیں قرآن کا علم اور سَحبَان وائل جیسی بلاغت عطا کی گئی ہے۔تو آؤ ہم اپنے مددگاروں کو بلائیں اور تم اپنے مددگاروں کو بلاؤ۔ہم اپنے علماء کو اور تم اپنے علماء کو بلاؤ۔پھر ہم آمنے سامنے بیٹھ جائیں اور کسی ایک سورت کی فی البدیہہ تفسیرا کیلے اکیلے

غیر مستعینین. فما کان أحدٌ منهم أن یقبل الشرطَ المعروض. ویتبع الأمر المفروض. ویقعد بحذائی. ویُملی التفسیر کإملائی. بل جعلوا یکیدون لیطفئوا النور. ویُکذّبوا المأمور. وکان أحدٌ منهم یُقال له مهر علی. وکان یزعم أصحابه أنه الشیخ الکامل والولی الجلی. فلمّا دعوته بهذه الدعوة. بعد ما ادّعی أنه یعلم القرآن وأنه من أهل المعرفة. أبی من أن یکتب تفسیرا بحذاء تفسیری. وکان غبیّا ولو کان کالهمدانی أو الحریری. فما کان فی وسعه أن یکتب کمثل تحریری. ومع ذالك کان یخاف الناسَ. وکان یعلم أنه إن تخلّف فلا غلبة ولا جحاسَ. فکاد کیدًا وقال إنی سوف أکتب التفسیر کمَا أشیر. ولکن بشرط أن تُباحثنی قبله بنصوص الأحادیث والقرآن. ویُحَکّمُ من کان لك

بغیر مدد لئے لکھیں لیکن ان میں سے کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ اس پیش کردہ شرط کو قبول کرتا۔ اور اس قرار دادہ امر کی پیروی کرتا اور میرے بالمقابل بیٹھتا اور میرے جیسی تفسیر تحریر کرتا بلکہ وہ نور کو بجھانے اور مامور کو جھٹلانے کے لئے عیّارانہ طریق اختیار کرنے لگ گئے۔ اُن میں سے ایک شخص مہر علی نامی تھا جسے اُس کے رفقاء شیخِ کامل اور بہت بڑا ولی سمجھتے تھے۔ اس کے اس دعویٰ کے بعد کہ وہ قرآن کا علم رکھتا ہے اور وہ اہل معرفت میں سے ہے تو اُس پر جب میں نے اُسے تفسیر نویسی کی دعوت دی تو اس نے میری تفسیر کے مقابلہ پر تفسیر لکھنے سے صاف انکار کر دیا۔ وہ تو ہے ہی غبی، اگر وہ ہمدانی یا حریری کی طرح بھی ہوتا تو بھی اُس کے بس میں نہ تھا کہ وہ میرے جیسی تحریر لکھ سکتا۔ اور اس کے ساتھ ہی وہ لوگوں سے ڈرتا بھی تھا اور خوب جانتا تھا کہ اگر وہ تفسیر لکھنے سے پیچھے ہٹا تو اس صورت میں نہ تو اسے غلبہ حاصل ہوگا اور نہ ہی اپنے مدمقابل سے جنگ کر سکے گا۔ لہٰذا اس نے سازش کی اور کہا کہ جیسا کہ اشارہ کیا گیا ہے میں (مہر علی) بہت جلد تفسیر لکھوں گا لیکن اس شرط کے ساتھ کہ تم نصوص احادیث اور قرآن کی روشنی میں میرے ساتھ مباحثہ کرو اور ایسے شخص کو حاکم بنایا جائے جو

﴿۲۲﴾ ﴿۲۳﴾

عـدوًّا و أشـد بُـغـضًا من علماء الزمان☆. فـإن صدّقنی و کذّبك بعـد سـماع البیان. فعلیك أن تُبـایـعـنـی بـصدق الجنـان. ثم نـکـتـب الـتـفسیـر ولا نـعتـذر ونتـرك الأقـاویـل. وإنّـا قبلنـا شـرطك ومـا زدنـا إلّا القلیل. هـذا مـا کتب إلیّ وطبعه وأشاع بیـن الأقـوام. واشتهـر أنـه قبل الشـرائط وما کان هذا إلّا کیدا لإغـلاط الـعـوام. ولـمّـا جاءنی مـکـتـوبــه الـمـطـبـوع. وکیـده الـمـصنوع. قلت إنّا للّٰه و لعنتُ مـا أشـاع. وتـأسّفتُ علی وقت ضــاع. ثـم إنــه استـعمل کیدًا آخـر. و رحل من مکانه وسافر ووصــل لاهـور. وأثـار الـنـقـع کـالثـور. وأرجـفت الألسنة أنـه مـا جـاء إلّا لیـکتب التفسیر فی

﴿۲۴﴾

تیرا دشمن ہو اور علماء زمانہ میں سے سب سے زیادہ بغض رکھنے والا ہو☆۔ پھر اگر وہ منصف ہم دونوں کے بیان سننے کے بعد میری تصدیق کرے اور تمہاری تکذیب تو ایسی صورت میں تم پر لازم ہوگا کہ صدق دل سے میری بیعت کرلو۔ اس کے بعد ہم دونوں تفسیر لکھیں گے اور کسی قسم کی عذرخواہی نہ کریں گے اور قِیل و قَال چھوڑ دیں گے۔ ہم نے قلیل اضافے کے ساتھ تمہاری شرط قبول کر لی۔ یہ تھا وہ مضمون جو اس نے مجھے لکھا اور اسے طبع کروا کر لوگوں میں شائع کیا۔ اور یہ مشہور کر دیا کہ اس نے شرائط قبول کر لی ہیں لیکن یہ عوام کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے اس کا ایک فریب تھا۔ جب مجھے اس کا ایک مطبوعہ مکتوب ملا اور اس کی خود ساختہ چالاکی کا علم ہوا تو میں نے اس پر اِنَّـا لِـلّٰـه پڑھا۔ اور اس کی اس شائع کردہ تحریر پر لعنت بھیجی اور وقت کے ضیاع پر اظہار تأسف کیا۔ پھر اس شخص نے ایک اور چال چلی اپنی جائے رہائش سے کوچ کر کے اور سفر کرتے ہوئے لاہور جا پہنچا اور اس نے بیل کی طرح غبار اڑایا اور لوگ یہ جھوٹا پروپیگنڈا کرنے لگے کہ وہ فی الفور صرف تفسیر

☆ اراد من ذلك الرجل محمد حسین البتالوی. منه

اس شخص سے اس کی مراد محمد حسین بٹالوی ہے۔

الفور. فلمّا رأيت أنهم حسبوا الدودة ثعبانا. والشّوكة بستانا. قلت في نفسي ان نذهب إلى لاهور فأىّ حرجٍ فيه. لعلّ اللّٰه يفتح بيننا ويسمع الناس ما يخرج من فينا وفيه. فشاورتُ صحبتي في الأمر. وكشفتُ عندهم عن هذا السرّ. واستطلعتُ ما عندهم من الرأى. وسردتُ لهم القصة من المبادى إلى الغاى. فقالوا لا نرى أن تذهب إلى لاهور. وإن هو إلّا محلّ الفتن والجور. وقد تبيّن أنه ما قبل الشروط. وأرى الضمور والمقوط. و تشحّط بدمه وما رأى سبيل الخلاص إلّا الشحوط. وهمط وغمط. وما ذبح كبش نفسه وما سمط وما قمط. وإنّا سمعنا أنه ما جاء بصحة النيّة. وليس فيه رائحة من صدق الطوية. هذا ما رأينا والأمر إليك. والحق ما أراك

نویسی کے لئے ہی یہاں آیا ہے۔ چنانچہ جب میں نے یہ دیکھا کہ لوگ اس کیڑے کو اژدھا اور کانٹے کو باغ تصور کررہے ہیں تو میں نے اپنے دل میں یہ کہا کہ اگر ہم بھی لاہور چلے چلیں تو اس میں حرج ہی کیا ہے شاید اللہ ہمارے درمیان کوئی فیصلہ فرما دے اور لوگ ہمارے اور اُس کے منہ سے نکلی ہوئی باتیں سن لیں۔ اس پر میں نے اِس بارے میں اپنے رفقاء سے مشورہ کیا اور اس راز کو اُن پر ظاہر کیا۔ اور اُن کی رائے دریافت کی اور اُن کے سامنے شروع سے آخر تک تمام قصہ بیان کیا اس پر انہوں نے کہا کہ آپ کا لاہور جانا ہمارے نزدیک مناسب نہیں۔ وہ شہر تو فتنوں اور جَور و جَفا کا گڑھ ہے اور یہ تو واضح ہوگیا ہے کہ اس نے شرائط قبول نہیں کیں اور اُس نے اپنی کمزوری اور بے بسی درماندگی دکھادی ہے۔ وہ خود اپنے خون میں لت پَت ہے اور اُس نے فرار ہی میں اپنی راہِ نجات دیکھی ہے۔ اُس نے ظلم کیا اور نعمت کی ناقدری کی۔ اس نے اپنے نفس کے دُنبے کو نہ تو ذبح کیا نہ اُس کے پاؤں باندھ کر لٹکایا نہ کھال اتاری۔ ہم نے سنا ہے کہ وہ وہاں نیک نیّتی سے نہیں آیا اور اس میں صدقِ دل کا شائبہ تک نہیں۔ یہ ہمارا مشورہ ہے اور فیصلہ آپ کے اختیار میں ہے۔ حق صرف وہی ہوگا

﴿۲۵﴾

اللّٰہ وما رأیت بعینیك. وکذالك کانت جماعتی یمنعوننی و یردعوننی. ویُصرّون علیّ ویکفّوننی. حتی تلوّیت عما نویتُ. وحُبّب إلیّ رأیهم فقبلتُ وما أبیتُ. وترکت ما أردت. وطویتُ الکشح عمّا قصدتُ. ثم طفق المخالفون یمدحونه علی فتح المیدان. ویطیرونه منّ غیر جناح العرفان. وکانوا یکذبون ولا یستحیون. ویتصلّفون ولا یتقون. ویفترون ولا ینتهون. وینسبون إلیه بحار محامد ما استحقّها. وأبکار معارف ما استرقّها. وکانوا یسبّوننی کما هی عادة السفهاء. ویذکروننی بأقبح الذکر وبالاستهزاء. ویقولون إن هذا الرجل هاب شیخنا وخاف. وأکله الرعب فما حضر المصاف. وما تخلّف إلّا لخطب خشّی وخوف غَشّی.

﴿۲۶﴾

جو اللہ آپ کو دکھائے اور جسے آپ کی آنکھیں مشاہدہ کریں۔ اور اس طرح میری جماعت کے افراد مجھے روکتے اور منع کرتے رہے اور باصرار روکتے رہے یہاں تک کہ میں نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ مجھے ان کا مشورہ پسند آیا تو میں نے اسے قبول کر لیا اور انکار نہ کیا اور میں نے جو ارادہ کیا تھا اسے ترک کر دیا اور اپنے قصد سے اعراض کیا۔ اِس پر میرے مخالفوں نے اُس کی مدح سرائی شروع کر دی کہ اُس نے میدان مار لیا ہے اور علم و معرفت کے پَروں کے بغیر اُسے اونچا اڑانے لگے۔ وہ جھوٹ بولتے تھے اور حیا نہیں کرتے تھے لاف زنی کرتے اور تقویٰ سے کام نہیں لیتے۔ افترا باندھتے اور باز نہیں آتے۔ اُس (مہر علی) کی نسبت تعریفوں کے ایسے پُل باندھتے کہ جن کا وہ مستحق نہیں۔ اور انہوں نے ایسے اچھوتے معارف اُس کی طرف منسوب کئے جن کا وہ مالک نہ تھا۔ اور جیسا کہ نادانوں کا وطیرہ ہے وہ مجھے گالیاں دیتے اور میرا ذکر قبیح اور تمسخرانہ انداز سے کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ شخص ہمارے پیر سے ہیبت زدہ اور خائف ہے اور اس سے مرعوب ہو کر میدانِ مباحثہ میں نہیں نکلا اور یہ امر عظیم سے ڈرنے اور خوف طاری ہونے کی وجہ سے بھی گریز کر رہا ہے۔

ولو بارز لكلمه الشيخ بأبلغ الكلمات. وشجّ رأسه بكلام هو كالصَفات في الصِفات. وكذالك كانوا يهذرون. ويستهزء ون بي ويسبّون. والله لا أحسب نفسي إلّا كَمّيْتٍ تُرّبَ. أو كبيتٍ خُرّبَ. والناس يحسبونني شيئًا ولستُ بشيء. وما أنا إلّا لربّى كفيء. وما كان لي أن أبارز وأدعو العدا. ولكن الله أخرجني لهذا الوغىٰ. وما رميتُ إذ رميتُ ولكن الله رمٰى. ولي حِبٌّ قدير وإعانته تكفيني. ومتُّ فظهر الحِبُّ بعد تجهيزي وتكفيني. ووهب لي بعد موتي كلامًا كالرياض. و قولًا أصفى من ماء يسيح في الرضراض. وحجة بالغة تلدغ الباطل كالنضناض. وكلها من ربي وما أنا إلّا خاوي الوفاض. وأُمرتُ أن أنفق هذه

اگر وہ مقابلہ میں آتا تو ہمارا پیر اپنے نہایت بلیغ کلمات سے اُسے زخمی کر دیتا اور اپنے سنگ صفت کلام سے اس کا سر توڑ دیتا۔ اسی طرح وہ بیہودہ کلامی کرتے تھے اور مجھ سے استہزاء کرتے اور مجھے گالیاں دیتے تھے۔ بخدا میں اپنے نفس کو مدفون میّت کی طرح خیال کرتا ہوں یا ویران گھر کی طرح۔ لوگ مجھے کچھ شے سمجھتے ہیں حالانکہ میں لَاشَے محض ہوں۔ میں تو اپنے ربّ کے سائے کی طرح ہوں۔ میری کیا مجال تھی کہ میدانِ مباحثہ میں نکلوں اور دشمنوں کو للکاروں لیکن اللہ نے مجھے اس جنگ کے لئے نکالا۔ جب میں نے تیر چلایا تو میں نے نہیں چلایا اللہ نے چلایا۔ میرا ایک قادر و توانا حبیب ہے اور اس کی اعانت میرے لئے کافی ہے مَیں مر چکا تو میری تجہیز و تکفین کے بعد وہ میرا محبوب مجھ میں ظاہر ہوا اور میرے مرنے کے بعد اس نے مجھے باغ و بہار جیسا کلام مرحمت فرمایا اور ایسا سخن عطا کیا جو اس پانی سے بھی زیادہ صاف و شفّاف ہے جو سنگریزوں والی زمین پر رواں ہو اور ایسی حُجّتِ بالِغہ عنایت کی جو ایک جان لیوا ناگ کی طرح باطل کو ڈستی ہے اور یہ سب کچھ میرے رب کی طرف سے ہے میں تو تہی دامن ہوں۔ اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں ہر خاص و عام پر یہ

﴿۲۷﴾

الأموال على الأوفاض. وأن أرُمّ جدران الإسلام قبل الانقضاض. ومن بارزني فقد بارز اللّٰه رب العالمين. وما جئتُ إلّا بزيّ المساكين. وما أجيز حزنا من حولي. ولا بطنًا من جولي. بل معي قادر يواري عيانه. ويُرى برهانه. فلأجل ذالك تحامت العدا عن طريقي. وقطّعت النحور والأعناق من منجنيقي. وما لأحد بمقاومتي يدان. ويدى هذه تعمل تحت يد اللّٰه الرحمان. نزلت عليّ بركات هي حرز للصالحين. فجمعتُ بها لنفسي التحصين والتحسين. ومن نوادر ما أُعطى لي من الكرامات. أن كلامي هذا قد جُعل من المعجزات. فلو جهّز سلطانٌ عسكرًا من العلماء. ليبارزوني في تفسير القرآن ومُلح الإنشاء. فواللّٰه إني أرجو من حضرة الكبرياء. ان

﴿۲۸﴾ ﴿۲۹﴾

اموال خرچ کروں اور اسلام کی دیواروں کی ان کے گرنے سے پہلے مرمت کروں۔اور جو میرے مقابلہ پر نکلتا ہے وہ درحقیقت اللہ ربّ العالمین کے مقابلہ پر نکلتا ہے۔میں تو صرف مسکینوں کے بھیس میں آیا ہوں۔میں اپنے بَل بوتے پر نہ تو بلند زمین کو طے کرسکتا ہوں اور نہ ہی اپنی طاقت سے کسی نشیب زمین کو طے کرسکتا ہوں بلکہ میرے ساتھ وہ قادر (خدا) ہے جو اپنے وجود کو چھپاتا ہے مگر اپنے دلائل و براہین کو دکھاتا ہے۔اس وجہ سے دشمن میری راہ سے کترا گئے اور میری منجنیق سے (ان کے) گلے اور گردنیں اور سینے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے گئے۔میرا مقابلہ کرنے کی کسی میں تاب نہیں میرا یہ ہاتھ خدائے رحمٰن کے دستِ قدرت کے تحت کام کر رہا ہے۔مجھ پر وہ برکات نازل ہوئیں جو نیک لوگوں کے لئے حرزِ جان ہیں پس اُن کے طفیل میں نے اپنے لئے حصنِ حصین اور داد وتحسین حاصل کی ہے۔اور جو نادر کرامات مجھے عطاء کی گئی ہیں ان میں سے میرا یہ کلام ہے جو معجزات میں سے ہے۔اگر کوئی بادشاہ علماء کی فوج اس غرض سے تیار کرے کہ وہ تفسیرِ قرآن اور دل پذیر انشاء پردازی میں میرا مقابلہ کرے تو بخدا مجھے خداوند کبریا سے پوری امید ہے کہ مجھے دشمنوں پر

يكون لي غلبة وفتحٌ مبينٌ على الأعداء . ولذالك بثثتُ الكتب وأشعتُ الصحف النخب في الأقطار. وحثثتُ على هٰذا المصارعة كل من يزعم نفسه من أبطال هٰذه المضمار. وما كان لأحد من علماء هذه الديار. أن يُبارزني فيما دعوتهم بإذن اللّٰه القهّار. فما أنت وما شأنك أيها المسكين الجولروي. أتتغاوى عليّ بأخلاط الزمر و أوباش الناس أيها الغوي. أيّها الغافل اعلم أن السماء أهدتك إليّ لتكون نموذج عبرة في الأرضين. وقادك إليّ القدر ليُرِي الناسَ ربّي قدر المقبولين. وإنّا إذا نزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذرين. أيها المسكين. لا تقل غير الصدق. ولا تشهد لغير الحق. واتّق اللّٰه ولا تكن من المجترئين. أأنت تجد في نفسك قدرة على تفسير القرآن. برعايت مُلح الأدب ولطائف البيان.

غلبہ اور فتح مبین حاصل ہوگی۔اس غرض کے لئے میں نے بہت سی کتابیں اور بہت سا عمدہ لٹریچر شائع کر کے تمام اکنافِ عالم میں پھیلا دیا ہے اور ہر اس شخص کو جو اپنے تئیں اس میدان کا شاہسوار تصور کرتا ہے میں نے اُسے مقابلہ کرنے کی ترغیب دلائی ہے۔اس ملک کے نامی علماء میں دم خم نہیں کہ وہ میرے اس مقابلہ میں نکلیں جس کی طرف میں نے انہیں خدائے قَہَّــار کے حکم سے بلایا ہے۔تو پھر اے مسکین گولڑوی! تو کیا اور تیری حیثیت کیا؟ اے گمراہ! کیا تو چند غنڈہ صفت اور اوباش لوگوں کے ساتھ مل کر مجھ پر حملہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے؟ اے غافل! اچھی طرح جان لے کہ آسمان نے تجھے میرے سامنے لا پیش کیا ہے تا کہ اہلِ زمین کے لئے نمونۂ عبرت بنے۔قضاء وقدر تجھے گھیر کر میرے پاس لے آئی ہے تا کہ میرا ربّ لوگوں پر اپنے مقبول بندوں کی قدر و منزلت ظاہر فرمائے۔ اور جب ہم کسی قوم کے صحن میں اترتے ہیں تو ڈرائے جانے والی قوم کی صبح بہت بُری ہوتی ہے۔ اے مسکین! سچ کے سوا کچھ نہ کہہ۔اور بجز حق کے کوئی گواہی نہ دے۔اللہ سے ڈر اور دیدہ دلیری نہ دکھا۔کیا تو ادبی ملاحتوں اور علم بیان کی لطافتوں کی رعایت سے اپنے اندر قرآن کی تفسیر کرنے کی

﴿۳۰﴾

سبحان ربی!إن هذا إلّا كذب مبين. وأنت تعلم مبلغ علمك وتعلم علم من معك ومن تبعك ثم تدّعی الفضل كالماكرين. ويعلم العلماء أنك لست رجل هذا الميدان. ولكنّهم يكتمون عوارك كما يُكتم الداء الدخيل ويُسعى للكتمان. فحاصل الكلام.. إنك لست أهل هذا المقام. وما علّمك الله العلم والأدب من لدنه موهبة. وما اقتنيتَ المعارف مكتسبة. ومع ذالك لمّا حللتَ لاهور. إدّعيتَ كأنك تكتب التفسير في الفور. تعاميت أوما رأيتَ عند غلوائك. وفعلت ما فعلت وسدرتَ في خيلائك. وخدعت الناس بأغلوطاتك. ولوّنتهم بألوان خزعبيلاتك. وخدعتَ كل الخدع حتى أجاح القوم جهلاتك. وأهلك الناس حَيَواتك. ثم ما تركتَ دقيقة من الإغلاظ والازدراء. وتفرّدتَ في كمال الزراية والسب والهذر والاستهزاء.

﴿۳۱﴾

قدرت رکھتا ہے۔ سُبحانَ الله! یہ تو ایک کھلا جھوٹ ہے۔ تو اپنے مبلغ علم کو بخوبی جانتا ہے اور اپنے ساتھیوں اور مریدوں کے علم سے بھی واقف ہے پھر بھی تو مکاروں کی طرح دعویٔ فضل وکمال کر رہا ہے۔ علماء جانتے ہیں کہ تو اس میدان کا شاہسوار نہیں لیکن وہ تیرے عیب کو چھپا رہے ہیں جس طرح ایک اندرونی بیماری چھپائی جاتی ہے اور اس کو پوشیدہ رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حاصل کلام یہ کہ تو اس مرتبہ ومقام کا اہل نہیں۔ نہ تو اللہ نے اپنی جناب سے موہبت کے طور پر تجھے علم وادب سکھایا ہے اور نہ ہی تو نے کسبی طور پر ان معارف کو حاصل کیا ہے بایں ہمہ جب تو لاہور آیا تو دعویٰ کرنے لگا کہ گویا تو بلا توقف تفسیر لکھے گا۔ اپنی حدود سے تجاوز کے باعث تو دیدہ دانستہ اندھا بن گیا یا اپنی بیباکی کی وجہ سے فی الواقع دیکھ ہی نہیں سکا تُو نے جو کیا سو کیا اور اپنے تکبّر میں بیباک اور اپنی غلط بیانیوں سے لوگوں کو فریب دیتا رہا۔ اور انہیں اپنی قسما قسم کی جھوٹی باتوں کے رنگ سے رنگین کرلیا۔ اور تو نے اس قدر فریب پر فریب دیا کہ تیری جاہلانہ باتوں نے قوم کی بیخ کنی کی۔ تیری (مکاری کے) سانپوں نے لوگوں کو ہلاک کردیا۔ مزید براں تو نے درشت کلامی اور عیب گری کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ دریدہ ذہنی، دشنام دہی، بدکلامی اور استہزاء کے کمال میں تو یکتا ہے۔

وما قصدتَ لاهور إلا لطمعٍ فی محامد العامة. ولِتُعَدّ فی أعینهم من حُماة المِلّة. ومن مُواسی الدین ومعالجی هذه الغمّة ببذل المال والهمّة. ولعلك تامن بهذا القدر حصائد الألسنة. ولا تُرهق بالتبعة و المعتبة. وليحسب الناس كأنك مُنزّه عن معرّة اللكن. ولست كعنين فی رجال اللسن. وليظن العامة الذين هم كالأنعام. أنك رُزقتَ من كل علمٍ وأُنعمتَ من أنواع الإنعام. وأُعطِيتَ بصيرة تُدرك منتهی العرفان. وإصابة تُكمّل دائرة البيان. و فهمًا كفهم ذوّادٍ عن الزيغ والطغيان. وعقلًا كبازی يصيد طير البرهان. ونطقًا مُؤيّدًا بالحجج القاطعة المنيرة. ونفسًا مُتحلّية بأنواع المعارف وحسن السريرة. و توفيقًا قائدًا إلی الرشد والسداد. وإلهامًا مُغنيا عن غير رب العباد. ثم ما

تو نے صرف عوام النّاس کی تعریفوں کے لالچ میں لاہور کا قصد کیا تا کہ مال اور دھونس کے زور سے تمہارا شمار ان کی نگاہوں میں حامیانِ ملت اور دین کے ہمدردوں اور اس غم کے چارہ سازوں میں ہو۔ اور اس اقدام سے تو زبانوں کی ملامت سے امن میں آ جائے اور تجھ پر بد انجام اور عتاب مسلّط نہ کیا جائے۔ تا لوگ یہ سمجھیں کہ گویا کہ تم لکنت کے عیب سے پاک ہو اور سخنوروں کے درمیان تم نامرد نہیں اور تا کہ عوام کالانعام یہ خیال کریں کہ تمہیں ہر قسم کا علم دیا گیا ہے اور قسما قسم کے علمی انعامات سے نوازے گئے ہو اور تمہیں ایسی بصیرت دی گئی ہے جو عرفان کی انتہا تک پہنچتی ہے اور ایسی اصابت رائے دی گئی ہے جو دائرۂ بیان کو مکمل کرتی ہے۔ اور تمہیں ایسا فہم نصیب ہے جو ہر کجی اور سرکشی سے روکنے والا ہے اور ایسی عقل دی گئی ہے جو برہان کے پرندوں کو باز کی طرح شکار کرتی ہے اور ایسا نطق عطا کیا گیا ہے جو روشن دلائل قاطعہ سے تائید یافتہ ہے اور ایسا نفس جو قسما قسم کے معارف اور حسن باطن سے آراستہ ہے اور ایسی توفیق عطا کی گئی ہے جو رُشد و ہدایت کی جانب لے جاتی ہے اور ایسا الہام دیا گیا ہے جو ربُّ العباد کے غیر سے بے نیاز کر دے۔ پھر خودستائی میں جو اپنی طرف سے کمی رہ

﴿۳۲﴾ ﴿۳۳﴾

بقی منك من تحمیدك. کمّله صحبك فی تأییدك. وأُنشِد الأشعار فی ثنائك. وما تُرك دقیقة فی إطرائك. ثم سبّونی وحقّرونی بعد رفعك وإعلائك. وکانوا لا یُلاقون أحدًا ولا یوافون رجلًا إلا ویذکروننی عندهم استخفافا. و أکلوا لحمی بالغیبة فما أکلوا إلا سمًّا زعافا. فلمّا بلغت إهانتهم منتهاها. وکَلَّمنی کَلِمهم بمُداها. ووصل الأمر إلی مداها. ورأیتُ أنهم جاروا کل الجور. وأثاروا کالثور. وترکوا طریق الانصاف. وسلکوا مسلك الاعتساف. وکثر الهذر والهذیان. ومُلِئت بکلمات السبّ القلوب والآذان. وتاهت الخیالات وکُذّبت المعارف وصُدّقت الجهلات. أُلقیَ فی روعی أن أُنجّی العامة من أغلوطاتهم. وأُطفیَ بقولٍ فیصلٍ ما سعّروا بتُرهاتهم.

﴿۳۴﴾

گئی تھی اسے تیری تائید میں تیرے دوستوں نے پورا کردیا اور تیری تعریف کے ترانے گائے گئے اور تیری مدح سرائی میں مبالغہ آمیزی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا گیا۔ پھر تجھے رفعت و بلندی دینے کے ساتھ انہوں نے مجھے گالیاں دیں اور میری تحقیر کی۔ وہ جن سے بھی ملتے یا جن سے بھی ان کا سامنا ہوتا ان کے پاس میرا ذکر استخفاف سے کرتے ہیں۔ انہوں نے غیبت کر کے میرا گوشت کھایا اور ایسا کر کے دراصل انہوں نے خود زہر ہلاہل کھایا۔ جب ان کی اہانت اپنی انتہاء کو پہنچ گئی اور ان کی باتوں کی چھریوں نے مجھے زخمی کیا اور معاملہ اپنی انتہا کو پہنچ گیا اور میں نے دیکھا کہ انہوں نے ہر قسم کا ظلم ڈھایا ہے اور بیل کی طرح غبار اڑایا ہے اور انصاف کی راہ چھوڑ دی ہے اور ظلم کا رویہ اپنایا ہے اور بیہودہ گوئی اور بکواس کی کثرت ہوگئی ہے۔ اور اس دشنام دہی سے دل اور کان بھر گئے ہیں اور خیالات آوارہ ہوگئے ہیں معارف کی تکذیب اور جاہلانہ باتوں کی تصدیق کی گئی ہے تو میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ عوام الناس کو ان لوگوں کی غلط بیانیوں سے بچاؤں اور ان کی بکواس کے نتیجہ میں بھڑکائی ہوئی آگ کو قول فیصل کے ذریعہ سرد کروں

وأكتب التفسير وأُرِي الصغير والكبير أنهم كانوا كاذبين.

وما حملني على ذالك إلا قصد إفشاء كذب هذا المكّار. فإنه مكر مكرًا كُبَّارًا وأظهر كأنه من العلماء الكبار. وادّعى أنه يعلم القرآن. وفاق الأقران. وحان أن يَغلب ويُعان. والغرض من تفسيري هذا تفريق الظلام والضياء. وإراءة تضوّع المسك بحذاء جِيفة البيداء. وإظهار خدع الخادع ومواسات الرجال والنساء. و الاشفاق على العُمى ومُتّبعي الأهواء. وقضاءُ خطبٍ كان كحق واجب ودين لازم لا يسقط بدون الأداء. فهذا هو الأمر الداعي إلى هذه الدعوة. مع قلّة الفرصة. ليكون تفسير الفرقان فرقانا بين أهل الهدٰى وأهل الضلالة. ولولا التصلّف وتطاول اللسان. وإظهار شجاعة الجنان من هذا الجبان.

اور میں تفسیر لکھوں اور اس طرح ہر چھوٹے بڑے کو یہ دکھا دوں کہ وہی لوگ جھوٹے ہیں۔

اس مکّار کے جھوٹ کے پول کھولنے کے مقصد نے ہی مجھے اس (تفسیر نویسی) پر آمادہ کیا ہے کیونکہ اس نے ایک بہت بڑا فریب کیا اور یہ ظاہر کیا کہ وہ اکابر علماء میں سے ہے اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ قرآن کا علم رکھتا ہے اور وہ اپنے ہم پلّہ علماء پر فوقیت رکھتا ہے اور وقت آ گیا ہے کہ وہ غالب ہو اور اُس کی مدد کی جائے۔ میری اس تفسیر کی اصل غرض ظلمت اور ضیاء کے درمیان فرق کرنا اور بیابان کے مردار کے مقابلہ پر مُشک کی مہک کو پھیلانا ہے۔ نیز ایک دھوکے باز کے دھوکے کو ظاہر کرنا، مردوں اور عورتوں کے ساتھ ہمدردی کرنا اور اندھوں اور حرص و ہوا کی پیروی کرنے والوں پر شفقت کرنا بھی اس تفسیر کا مقصد ہے۔ ایسے اہم کام کو سرانجام دینا ایک ایسا حقّ واجب اور ایسا لازم قرض تھا جو ادا کئے بغیر ساقط نہیں ہوتا۔ یہ وہ اصل سبب ہے جو عدیم الفرصتی کے باوجود اس دعوت کا محرک ہوا تا کہ فرقانِ حمید کی تفسیر ہدایت یافتہ اور گمراہ لوگوں کے درمیان امتیاز کر دے۔ اگر اس بزدل کی طرف سے شجاعت کا اظہار، زبان درازی اور لاف زنی نہ ہوتی تو میں اس کی لغویات

﴿۳۵﴾

لـمـررتُ بـلـغوه مرور الكرام. ﴿۳۶﴾ وما جعلتهٗ غرض السهام. ولكنه هتك ستره بيديه. فكان منه ما ورد عليه. وإنه كذب كذبا فاحشا وما خاف. بل خدع و زوّر و أغرى علىّ الأجلاف. وزعم نفسه كأنه صاحب الخوارق والكرامات. وعالم القرآن وشارب عين العرفان ومالك الدقائق والنكات. فوجب علينا أن نُرِى الناس حقيقة ما ادّعاه. ونُظهر ما أخفاه. ولولا الامتحان. لصعب التفريق بين الجماد والحيوان. وكنتُ أقدر أن أُرِى ظالعه كالضليع وحُمره كالأفراس. ﴿۳۷﴾ ولكن هذا مقام العماس لاَ وقت عفو عثار الناس. والمتكبّر ليس بحَرِيّ أن يُقال عِثارُه. وستر عواره. وكذالك لا يليق به

کو نظر انداز کرتے ہوئے شرفاء کی طرح گزر جاتا اور اُسے تیروں کا نشانہ نہ بناتا لیکن اُس نے خود اپنے ہاتھوں اپنا پردہ چاک کیا۔ اب وہ افتاد جو اس پر پڑی ہے وہ خود اس کی اپنی ہی طرف سے ہے۔ اُس نے قبیح جھوٹ بولا اور نہ ڈرا۔ بلکہ یہ کہ اس نے فریب سے کام لیا جھوٹ کو سچ دکھانے کی کوشش کی اور کمینہ صفت لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا اور اپنے تئیں یہ خیال کیا کہ گویا وہ صاحبِ خوارق و کرامات اور عالم قرآن، چشمۂ معرفت سے پینے والا اور دقائق اور نکات پر دسترس رکھنے والا ہے۔ پس ہم پر یہ فرض ہو گیا کہ اس کے دعویٰ کی حقیقت کو لوگوں کے سامنے لائیں اور اُس کی حق پوشی کو اُن پر ظاہر کریں کیونکہ امتحان کے بغیر بیجان اور جاندار کے درمیان تفریق کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مجھے یہ قدرت حاصل ہے کہ اس کے لولے لنگڑے گھوڑے کو مضبوط گھوڑے اور اس کے گدھوں کو عمدہ گھوڑوں کی صورت میں ظاہر کرتا لیکن یہ موقع جنگ کا ہے نہ کہ لوگوں کی لغزشوں سے درگزر کرنے کا وقت۔ کوئی متکبر شخص اس لائق نہیں ہوتا کہ اس کی لغزشوں سے صَرفِ نظر کر دیا جائے اور اس کی عیب پوشی کی جائے۔ اسی طرح اس شخص کے لئے یہ مناسب نہ تھا کہ وہ دعویٰ

ان یعرض عن ذالک الخصام. ویستقیل من ھذا المقام. مع دعاوی العلم وکونه من العلماء الکرام. بل ینبغی أن یُسبر عقله. ویُعرف حقله. وقد ادّعی أنه صبّغ نفسه بألوان البلاغة کجلودٍ تُحَلّی بالدباغة. فإن کان ھذا ھو الحق ومن الأمور الصحیحة الواقعة. فأی خوف علیه عند ھذه المقابلة. بل ھو محلّ الإبشار والفرحة. لا وقت الفزع والرِعُدة. فإن کمالاته المخفیة تظھر عند ھذا الامتحان والتجربة. ویری الناس کلھم ما کان له مستورًا من الشأن والرتبة. ومن المعلوم أن قیمة المرء الکامل یزید عند ظھور کماله. کما أن البئر یُحَبّ ویؤثر عند شرب زلاله. ولا یخفی أن القادر علی تفسیر القرآن. یفرح کل الفرح عند السؤال عن بعض معارف

علم کرتے ہوئے اور اپنے آپ کو علماءِ کرام کے زُمرے میں شمار کرتے ہوئے اس مقابلے سے اعراض کرتا اور اس موقع سے دستکش ہو جاتا۔ بلکہ چاہیئے یہ کہ اُس کی عقل کو پرکھا جائے اور اُس کے کھیت کی حقیقت جانی جائے۔ اُس نے دعویٰ تو یہ کیا تھا کہ اس نے اپنے آپ کو بلاغت کے مختلف رنگوں سے اس طرح رنگا ہوا ہے جس طرح چمڑے کو دباغت☆ سے آراستہ و پیراستہ کیا جاتا ہے۔ اگر اس کا دعویٰ حق پر مبنی اور واقعتاً درست امر تھا تو اسے اس مقابلہ (تفسیر نویسی) کے وقت ایسا کیا خوف تھا؟ بلکہ وہ تو شادمانی اور فرحت کا موقع تھا نہ کہ خوفزدہ ہونے اور لرزہ طاری ہونے کا وقت۔ کیونکہ اُس کے مخفی کمالات اس مقابلہ امتحان اور تحریر کے وقت ظاہر ہو جاتے۔ اور سب لوگ اس کی مخفی شان اور مرتبے کو جان لیتے۔ اور یہ تو معلوم ہی ہے کہ کسی مردِ کامل کی قدر و قیمت اُس کے کمال کے ظاہر ہونے سے بڑھ جایا کرتی ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک کنویں کے آبِ زُلال پینے سے وہ پیارا اور محبوب بن جاتا ہے۔ یہ امر مخفی نہیں کہ وہ شخص جو تفسیر قرآن پر دسترس رکھتا ہو بعض معارفِ قرآن کے سوال پر بہت خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ جانتا ہے

﴿۳۸﴾

☆ دباغت یعنی کچے چمڑے کو پکانا، صاف کرنا اور رنگنا۔

الفرقان. فإنه يعلم أن وقت اشراق كوكبه جاء. وحان أن يُعرَف ويُخزى الأعداء. فلا يحزن ولا يغتمّ إذا دُعِي لمقابلة. ونودى لمناضلة. بل يزيد مسرّة ويحسبها لنفسه كبشارة. أو كتفاؤل لإمارة. فإن العالم الفاضل لا يقدر حق قدره. إلّا بعدَ رؤية أنوار بدره. ﴿۳۹﴾ ولا يخضع له الأعناق بالكلية. إلّا بعد ظهور جواهره المخفية. وإنّا اخترنا الفاتحة لهذا الامتحان. فإنها أمّ الكتاب ومفتاح الفرقان ومنبع اللؤلؤ والمرجان. وكوكنة لطير العرفان. وليكتب كلٌّ منّا تفسيرها بعبارة تكون من البلاغة في أقصاها. وتُنير القلب وتُضاهي الشمس في بعض معناها. ليرى الناسُ من اقتعد منّا غارب الفصاحة. وامتطى مطايا الملاحة. ولِيُعرفَ أريبٌ حداه العقلُ إلى

کہ اُس کے ستارے کے چمکنے کا وقت آ گیا ہے اور اُس کے لئے وہ ساعت آن پہنچی ہے کہ وہ شہرت پائے اور اس کے دشمن ذلیل ہوں۔ اس لئے جب اسے مقابلہ کے لئے بلایا جائے اور اُسے دعوت مبارزت دی جائے تو وہ غمگین اور اندوہ گین نہیں ہوتا بلکہ اس کی مسرت بڑھ جاتی ہے اور وہ اسے اپنے لئے ایک خوشخبری یا اپنی امارت کے لئے نیک فال تصوّر کرتا ہے کیونکہ ایک عالم و فاضل کی پوری قدر و قیمت تو اس کے بدرِ کامل کے انوار کے مشاہدہ کے بعد ہی ہو سکتی ہے اور اُس کے مخفی جوہروں کے ظہور کے بعد ہی اس کے آگے لوگوں کی گردنیں کلی طور پر خم ہوتی ہیں۔ ہم نے اس مقابلہ کے لئے سورۃ فاتحہ کو منتخب کیا ہے کیونکہ یہ اُمُّ الکتاب، مِفتاحُ الفُرقان، موتیوں اور مَرجان کی کان اور طیورِ معرفت کے لئے آشیانہ کی طرح ہے۔ اس لئے ہم میں سے ہر ایک کو چاہیئے کہ وہ اس کی تفسیر ایسی غایت درجہ بلیغ عبارت میں لکھے جو دل کو منور کر دے اور وہ اپنی بعض معنوی خوبیوں کے اعتبار سے آفتاب کے مشابہ ہو تا کہ لوگ دیکھ لیں کہ ہم میں سے کون فصاحت کی بلند چوٹی پر بیٹھا ہے اور ملاحتِ بیان کی سواری پر کون سوار ہے۔ اور تا کہ اس دانشور کی پہچان ہو جائے جس کی

هـذا الأرب. ويُعلم أديبٌ ساقه الـفـهـم إلـى ريـاض الـعـرب. ولـيُـضـمـر كلّ منّا لهذا المراد. كل ما عندہ من الجياد. ويفرى كـل طـريق من الوهاد والنجاد. بـزاد اليـراع والـمـداد. ليشاهد الـنـاس مَـنْ تُـداركـه الـعـناية الإلٰهية. وأخـذ بيـده اليـد الصمدية. ومن كان يزعم نفسه أنـه هـو الـعـالـم الربّانى. فليس عـلـيـه بـعـزيـز أن يكتب تفسير السبع الـمـثـانى. مع رعاية مُلح الأدب وشوارد المعانى. ثم إنى أرخيتُ لـه الزمام كل الإرخاء. ووسّعـتُ لـه الـكلامَ لتسهيل الإنشـاء. وكتبتُ مـن قبلُ فى صـحـيـفةٍ أشعتُها. ونميقةٍ إليـه دفعتها. أن ذالك الرجل الغُمْرَ إن لـم يستطـع أن يتولّى بنفسه هذا الأمر. فله أن يُشرِكَ به من الـعـلـمـاء الـزمـر. أو يدعو من الـعـرب طائفة الأدباء. أو يطلب مـن صـلـحـاء قومه همّةً و دعاءً

عقل اُسے اِس مقصد کی طرف لائی ہے اور اس ادیب کی بھی نشان دہی ہو جائے جس کا فہم اُسے گلشن عرب کی جانب کشاں کشاں لے آیا ہے اور تا کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے مقصد کے حصول لئے اپنے اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کو اس مقابلہ کی دوڑ میں لاغر کر دے۔ اور نشیب و فراز کی تمام راہوں کو اپنے قلم اور سیاہی کے زاد سے طے کرے تا کہ لوگ مشاہدہ کر لیں کہ عنایتِ الٰہی کس کے شاملِ حال ہے اور صَـمَدیَّت کے ہاتھ نے کس کی دستگیری فرمائی ہے۔ اور اُس شخص کے لئے جو عالم ربّانی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یہ کچھ مشکل نہیں کہ وہ ادب کی ملاحتوں اور معانی کے نوادر کو ملحوظ رکھتے ہوئے سَبْعِ مَثَانِی کی تفسیر لکھے۔ پھر میں نے اس (مہر علی) کے لئے لگام کو کلیتاً ڈھیلا چھوڑ دیا۔ اور اس کے لئے میں نے گفتگو میں گنجائش رکھی تا کہ وہ آسانی سے لکھ سکے۔ میں نے اپنے اشتہار میں جو میں شائع کر چکا ہوں اور خط میں جو اُسے بھجوا چکا ہوں پہلے ہی یہ لکھ دیا تھا کہ اگر یہ نادان شخص اس امر کی خود مقدرت نہیں رکھتا تو اُسے اختیار ہے کہ علماء کا ایک گروہ اپنے ساتھ شریک کر لے یا عرب سے ادیبوں کی ایک جماعت بلا لے یا اپنی قوم کے صلحاء سے اس کٹھن

﴿۴۰﴾ ﴿۴۱﴾

لهذه اللأواء. وما قلتُ هذا القول إلّا ليعلم الناس أنهم كلهم جاهلون. ولا يستطيع أحدٌ منهم أن يكتب كمثل هذا ولا يقدرون. وليس من الصواب أن يُقال أن هذا الرجل المدعو كان عالمًا فی سابق الزمان. وأمّا فی هذا الوقت فقد انعدم علمه كثلج ينعدم بالذوبان. ونسج عليه عناكب النسيان. فإن العلم الذی ادّعاه. وحفظه ووعاه. وقرأه وتلاه. لا بدّ أن يكون له هذا العلم كَدَرٍّ ربّاه. أو كسراج أضاء بيته وجَلّاه. فكيف يزول هذا العلم بهذه السرعة. ويخلو كظرف مُنثلمٍ وعاء الحافظة. وتنزل آفة مُنسية على المدارك والجنان. حتّى لا يبقى حرف على لوحها إلى هذا القدر القليل من الزمان. وكيف تهبّ صراصر الذهول. على علوم كُسبت بشق النفس والقحول. ولو فرضنا أنّ آفة النسيان

﴿۴۲﴾

کام کے لئے ہمّت اور دعا کی درخواست کرے۔ یہ بات میں نے صرف اس لئے کہی تھی کہ تا لوگ یہ جان لیں کہ یہ سب جاہل ہیں اور اِن میں سے کوئی بھی اس جیسی تفسیر لکھنے کی طاقت و مقدرت نہیں رکھتا۔ اور یہ کہنا درست نہیں ہوگا کہ یہ شخص جسے دعوتِ مقابلہ دی گئی ہے وہ گذشتہ زمانہ میں تو عالم تھا لیکن اس وقت برف کے پگھل کر معدوم ہو جانے کی طرح اُس کا علم معدوم ہو گیا ہے۔ اور یہ کہ اس پر نسیان کی مکڑیوں نے جالے بُن دیئے ہیں کیونکہ وہ علم جس کا وہ مدّعی ہے اور جسے اس نے اَز بر کیا محفوظ رکھا اور مسلسل پڑھتا رہا ضروری تھا کہ وہ علم اس کے لئے شیر مادر کی طرح ہوتا جس نے اس کی پرورش کی یا ایسے چراغ کی طرح ہوتا جس نے اس کے گھر کو خوب روشن کیا اور اسے جِلا بخشی۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ وہ علم اتنی جلدی زائل ہو جائے اور ذہن چھید شدہ برتن کی طرح خالی ہو جائے۔ اور کس طرح ممکن ہے کہ حواس اور دل پر نسیان کی آفت آ پڑے کہ اتنی تھوڑی مدت میں لوحِ قلب پر ایک حرف بھی باقی نہ رہے اور وہ علوم جو جان جوکھوں میں ڈال کر طویل مشقّت کے بعد حاصل کئے گئے ہوں اُن پر ذھول کی بادِ صرصر کس طرح چل سکتی ہے۔ اور اگر ہم یہ فرض بھی کر لیں کہ نسیان کی

أجاح شجرة علمه من البنيان. وسقطت على زهر درايته صواعق الحرمان. فكيف نفرض أن هذا البلاء. ورد على ألوف من العلماء الذين جُعلوا له كالشركاء. وأُشرِكوا في وزره كالوزراء. بل أُذن له أنّ يطلب كل ما استيسر له من الأدباء. لعلّه يكتب قولًا بليغا ولا يتيه كالناقة العشواء. ثم من المُسَلّم أن اللّٰه يُربّى عقول الصالحين. ويُسعدهم بالهداية إلى طرق الروحانيّين. ويُذكّرهم إذا ما ذهلوا معارف كلام اللّٰه القدّوس. ويُنزل السكينة عند الزلزال على النفوس. ويؤيّدهم بروحٍ منه. و يعضد بالإعانة على الإبانة. ويتولى أمورهم ويُميّزهم بالحصات والرزانة. ويصرفهم من السفاهة. ويَعصمهم من

آفت نے اس کے علم کے درخت کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکا ہے اور محرومی کی بجلیاں اس کی درایت کے شگوفوں پر گر گئی ہیں لیکن ہم یہ کیسے فرض کر لیں کہ نسیان کی یہ بلا ان ہزاروں علماء پر بھی آن پڑی ہے جو اس کے شرکاء کی طرح ٹھہرائے گئے اور اس کے بوجھ اٹھانے میں اس کے بطور مددگار شریک ہیں بلکہ اُسے تو یہ بھی اجازت دی جا چکی ہے کہ جتنے ادیب بھی اُسے میسر آ سکیں وہ انہیں بلا لے۔ شاید اس طرح وہ کوئی بلیغ کلام لکھ سکیں۔ اور اندھی اونٹنی کی طرح وہ سرگرداں نہ ہو۔ پھر یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ اللہ نیکوکار لوگوں کی عقلوں کو بڑھاتا ہے اور روحانی لوگوں کی راہوں کی جانب ہدایت دے کر سعادت مند بناتا ہے اور جب کبھی بھی خدائے قدوس کے کلام کے معارف انہیں بھول جائیں تو وہ انہیں یاد دلا دیتا ہے۔ اور زلازل کے وقت ان کے دلوں پر سکینت نازل فرماتا ہے اور روح القدس سے ان کی تائید فرماتا ہے اور بیان کے وقت اپنی اعانت سے اُن کی نصرت فرماتا ہے اور ان کے سب کاموں کا متولّی ہو جاتا ہے اور عقل و متانعت کے ذریعے انہیں (دوسروں سے) ممتاز کر دیتا ہے۔ اور انہیں سفاہت سے دور رکھتا ہے اور گمراہی سے

﴿۴۳﴾

الغواية ويحفظهم في الرواية والدراية. فلا يقفون موقف مندمةٍ. ولا يرون يوم تندّم ومنقصة. ولا تغرب أنوارهم. ولا تخرب دارهم. منابعهم لا تغور وصنائعهم لا تبور. ويُؤيّدُون في كل موطن ويُنصرون. ويُرزَقون من كل معرفة ومن كل جهل يُبعدون. ولا يموتون حتى تُكمّل نفوسهم فإذا كُمّلت فإلى ربّهم يُرجعون. فإن الله نورٌ فيميل إلى النور. وعادته البَدور إلى البدور. ولمّا كانت هذه عادة الله بأوليائه. وسُنّته بعباده المنقطعين وأصفيائه. لزم أن لا يرى عبده المقبول وجه ذلّة. ولا يُنسب إلى ضعفٍ وعلّة عند مقابلةٍ من أهل ملّة. ويفوق الكل عند تفسير القرآن. بأنواع علم ومعرفة.

﴿۴۴﴾ ﴿۴۵﴾

انہیں بچاتا ہے اور روایت و درایت میں خود ان کی حفاظت کرتا ہے پس وہ (صالحین) ندامت کے مقام پر کھڑے نہیں ہوتے۔ اور نہ خجالت اور گھاٹے کا دن دیکھتے ہیں۔ ان کے انوار ماند نہیں پڑتے اور نہ اُن کے گھر ویران ہوتے ہیں۔ اُن کے چشمے خشک نہیں ہوتے اور نہ اُن کے کاروبار تباہ ہوتے ہیں۔ ان کی ہر میدان میں تائید و نصرت کی جاتی ہے اور انہیں ہر قسم کی معرفت عطا کی جاتی ہے اور وہ ہر جہالت سے دور رکھے جاتے ہیں۔ اور وہ اس وقت تک نہیں مرتے جب تک ان کے نفوس کو کمال عطا نہیں کیا جاتا اور جب وہ کامل کر دیئے جاتے ہیں تب وہ اپنے رب کی طرف لوٹائے جاتے ہیں۔ اللہ نور ہے اس لئے وہ نور کی طرف میلان رکھتا ہے اُس کا دستور یہ ہے کہ جو لوگ کامل ہوتے ہیں وہ ان کی طرف لپکتا ہے۔ چونکہ اللہ کی عادت اور سنت اپنے اولیاء اور اپنے زاہد اور برگزیدہ بندوں کی نسبت یہی ٹھہری ہے تو پھر یہ لازم آیا کہ اس کا مقبول بندہ ذلّت کا چہرہ نہ دیکھے اور کسی اہل ملت کے مقابلہ کے وقت اس کی طرف کوئی کمزوری اور بیماری منسوب نہ کی جا سکے۔ اور وہ قرآن کی تفسیر کرتے وقت اپنے مختلف النّوع علم اور معرفت کے ذریعہ سب پر فوقیت لے

وقد قيل أن الوليّ يخرج من القرآن والقرآن يخرج من الولي. وإنّ خفايا القرآن لا يظهر إلّا على الذى ظهر من يَدَيِ العليم العليّ. فإن كان رجلٌ مَلَكَ وحده هذا الفهم الممتاز. فمثله كمثل رجل أخرج الركاز. وما بذل الجهد وما رأى الارتماز. فهو وليّ اللّٰه وشأنه أعظم وذيله أرفع من همز الهمّاز. ولمز اللمّاز. وما أُعطى هذا الوليّ الفانى من معارف القرآن كالجَهَاز. فهو معجزة بل هو أكبر من كل نوع الإعجاز. وأيّ معجزة أعظم من اعجازٍ قد وقع ظلّ القرآن. وشابه كلام اللّٰہ فی كونه أبعد من طاقة الإنسان. وليس هذا الموطن إلّا للمتّقين. ولا تُفتح هذه الأبواب إلّا على الصّالحين. ولا يمسّه إلّا الذى كان من المُطَهّرين. وإن اللّٰه لا يهدى كيد الخائنين. الذين

جائے۔ یہ بالتحقیق کہا گیا ہے کہ ولی قرآن سے اور قرآن ولی سے ظاہر ہوتا ہے اور یہ کہ قرآن کے مخفی خزانے (رموز و دقائق) صرف اُسی شخص پر ظاہر ہوتے ہیں جو خدائے علیم و برتر کے دستِ قُدرت سے ظہور پذیر ہو۔ پھر اگر کوئی شخص ایسا ہو جو اکیلا ہی ایسے نمایاں اور ممتاز فہم کا مالک ہو تو وہ اُس شخص کی طرح ہے جو بغیر کسی مشقت اور اضطراب کے ایک مدفون خزانہ باہر نکال لایا ہو۔ تو وہ شخص ولی اللہ ہے اور اُس کی شان عظیم تر ہے اور اُس کا دامن ہر عیب گیر کی عیب گیری اور ہر عیب چین کی عیب چینی سے بالاتر ہے اور وہ قرآنی معارف جو اس فانی فی اللہ ولی کو بطور رَختِ سفر عطا کئے جاتے ہیں وہ ایک معجزہ ہوتے ہیں بلکہ ہر قسم کے اعجاز سے برتر ہوتے ہیں۔ بتاؤ کہ اُس اعجاز سے بڑھ کر اور کونسا معجزہ ہوسکتا ہے جو قرآن کا ظلّ واقع ہو اور انسانی طاقت سے بالا ہونے کی وجہ سے کلامِ الٰہی سے مشابہت رکھتا ہو اور یہ مقام صرف متقیوں کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہ دروازے فقط صالحین پر کھولے جاتے ہیں۔ پاک کئے ہوئے لوگوں کے سوا کوئی اور ان قرآنی معارف کو چھو بھی نہیں سکتا اور اللہ خیانت کرنے والوں کی تدبیر کو کبھی کامیاب نہیں کرتا جنہوں نے فریب کاری کو اپنا ذریعہ

﴿۴۶﴾

يـجـعـلـون الـمـكـائد منتجعًا. والأكاذيب كهفًا ومرجعًا. ولهم قلـوبٌ كـلَيْـلٍ أردف أذنـابـه. وظـلام مـدّ إلـى مـدى الأبصـار أطـنـابـه. لا يـعلمون ما القرآن. ومـا الـعـلـم و الـعرفان. ومن لم يـعـلـم الـقرآن وما أوتى البيان. فهــو شيــطــان أو يُـضــاهــى الشيـطان. وما عرف الرحمان. ومـا كـان لـفـاسـق أن يبلغ هذه الـمنية العليّة. ولو شحذ إليها الـنـفـس الـدنيّة. بل هو يختار طـريـق الـفرار. خوفًا من هتك الأستــار. وظهــور الـعثــار. وكـذالك فَعَـلَ هـذا الـرجل الـكـائـد. والـمُـزَوّرُ الصائد. فــانــظــروا كيف زوّر. وأرى التهـوّر. وقـال لبّيْتُ الدعوة وما لبّــى. وقــال عبّيـتُ الـعسـكـر لـلـخصام وما عبّى. وما بارز بل خـدع وخبّ. وإلى جُحرهِ أبّ. وتراءى نَحيفا ضعيفا وكان يُرى نفسه رجلًا ببّا. وأخلد إلى الأرض

﴿۴۷﴾

معاش بنایا اور جھوٹی باتوں کو اپنا ملجأ وماٗوی بنا رکھا ہے۔ ان کے دل اُس رات کی طرح ہیں جس نے اپنا دامن پھیلا دیا ہے اور اُس تاریکی کی طرح ہیں جس نے تاحدّ نظر اپنی طنابیں تان رکھی ہوں۔ وہ نہیں جانتے کہ قرآن کیا ہے اور علم وعرفان کیا چیز۔ جو شخص قرآن کا علم نہیں رکھتا اور اسے بیان کی قوت نہیں دی گئی تو ایسا شخص یا تو شیطان ہے یا شیطان کا مشابہ۔ اور اُس نے خدائے رحمٰن کو نہیں پہچانا۔ اور کسی فاسق کی کیا مجال کہ اسے اُس عالی آرزو تک رسائی ہو خواہ وہ اپنے خسیس نفس کو اس کی طرف کتنا ہی تیز کرے۔ بلکہ وہ فاسق تو اپنی پَردہ دری اور لغزش ظاہر ہونے کے خوف سے فرار کی راہ اختیار کرتا ہے۔ اِسی طرح اِس مکّار شخص اور دروغ گو شکاری نے کیا۔ دیکھو! اس نے کیسے جھوٹ کو آراستہ کیا اور بیبا کی دکھائی اور کہا کہ میں نے چیلنج قبول کیا حالانکہ اُس نے اِسے قبول نہیں کیا۔ اُس نے یہ بھی کہا کہ اس مقابلہ کے لئے میں نے لشکر تیار کر رکھا ہے حالانکہ اُس نے تیار نہیں کیا۔ وہ مقابلے کے میدان میں نہ نکلا بلکہ دھوکا دیا اور فریب کیا اور اپنے بِل میں واپس چلا گیا۔ وہ نحیف ونزار ظاہر ہوا جبکہ وہ اپنے آپ کو قوی ہیکل شخص ظاہر کرتا تھا۔ وہ زمین کی طرف جھک گیا اور

وشابه الضبّ. وما صعد وما ثبّ. وجمع الأوباش وما دعا الربّ. وحقّرنی وشتم وسبّ. وتبع الحيَل وما صافى اللّٰه وما أحبّ. وما قطع له العُلَق وما جبّ. وقال إنی عالم والآن نجم علمه أزبّ. وكلّ ما دبّر تبّ. وإن كان عالمًا فأی حرج علی عالم أن يُفسّر سورة من سور القرآن. ويكتب تفسيره فی لسان الفرقان. بل يُحمد لهذا و يُثنی عليه بصدق الجنان. ويُعلَم أنه من رجال الفضل والعلم والبيان. ويُشكر بما ينفع الناس من معارفٍ عُلّم من الرحمان. فلذالك أقول أنه من كان يدّعی ذُرَى المكان المنيع. فليبذل الآن جهد المستطيع. ويُثبّت نفسه كالضليع. ولا شكّ أن إظهار الكمال من سيرة الرجال وعادة الأبطال. لينتفع به الناس وليخرج به

سُو سمار (گوہ) کے مشابہ ہو گیا۔ نہ وہ بلندی کی جانب چڑھا اور نہ اس نے استقامت دکھائی۔ اس نے اوباش لوگوں کو اکٹھا کیا اور ربّ کو نہ پکارا۔ اور میری تحقیر کی اور گالی گلوچ کی۔ اس نے حیلہ سازی کی اور اللہ سے خلوص اور محبت کا تعلق نہ رکھا۔ اُس نے ذاتِ باری کی خاطر غیر اللہ سے تعلقات قطع اور ختم نہ کئے اور اس نے کہا کہ وہ عالم ہے جبکہ اس کے علم کا ستارہ ڈوب چکا ہے۔ اس نے جو تدبیر بھی کی وہ تباہ ہوئی۔ اگر وہ فی الحقیقت عالم ہے تو ایک عالم کے لئے قرآن کی سورتوں میں سے کسی سورت کی تفسیر کرنے اور قرآن کی زبان میں اس کی تفسیر لکھنے میں کیا دشواری ہے؟ بلکہ ایسا کرنے سے تو اُس کی سچے دل سے تعریف وستائش کی جاتی اور یہ معلوم ہو جاتا کہ وہ صاحبِ فضل وعلم اور فصیح البیان شخص ہے۔ اور خدائے رحمٰن کی طرف سے سکھائے گئے اُن معارف سے لوگوں کو مستفید کرنے کے باعث اس کا شکریہ ادا کیا جاتا۔ بناء بریں میں کہتا ہوں کہ جو شخص ایک بلند و بالا مقام کی چوٹی پر فائز ہونے کا دعویدار ہے اسے چاہیئے کہ مقدور بھر کوشش کرے اور اپنے آپ کو ایک مضبوط اور عمدہ گھوڑے کی طرح ثابت کرے۔ بلاشبہ کمال کا اظہار مردوں کی سیرت اور بہادروں کا شیوہ ہے۔ تا اس طریق سے لوگ اُس سے مستفید ہوں اور تا اس

﴿۴۸﴾

مسكينٌ من سجن الضلال. ولاَ يرضى الكامل بأن يعيش كمجهول لا يُعرف. ونكرة لا تُعَرّف. وإن الفضل لا تتبيّن إلّا بالبيان. ولايُعرف الشّمس إلّا بالطلوع على البلدان. وإني ألزمتُ نفسى أن أكتب تفسيرى هذا فى إثبات ما أُرسِلتُ به من الحضرة. وأن أفتح هذه الأبواب بمفاتيح الفاتحة. مع لطائف البيان ورعاية الملح الأدبية. والتزام الفصاحة العربية. ومن المعلوم أن نمق الدقائق الدينية. والرموز العلميّة. والإيماضات والإشارات. مع توشيح العبارات وترصيع الاستعارات. والتزام محاسن الكنايات. وحسن البيان ولطائف الإيماءاتَ. أمرٌ قد عُدّ من المعضلات. وخطبٌ حُسبَ من المشكلات. وما جمع هذين الضدّين إلّا كتاب اللّٰه مظهر الآيات البينات. و ماحى الأباطيل والجهلات. وإنّ الشعراء لا يملكون أعنّة هذه الجياد.

﴿۴۹﴾ ﴿۵۰﴾

کے ذریعہ کوئی عاجز بندہ زندانِ ضلالت سے باہر نکل آئے۔ کوئی مردِ کامل یہ برداشت نہیں کرے گا کہ وہ ایک گمنام شخص جیسی غیر معروف زندگی بسر کرے اور وہ ایسا نَکرہ ہو جو مَعْرفہ نہ بن سکے۔ فصاحتِ بیان کے بغیر کوئی فضیلت متحقق نہیں ہو سکتی اور سورج کی پہچان کُرَّۂ اَرض پر ضیاء باری کے بغیر ممکن نہیں۔ مَیں نے اپنے آپ پر لازم کر لیا ہے کہ میں حضرت باری سے ملنے والے پیغام کے اثبات میں اپنی تفسیر لکھوں اور لطائف بیان اور ادبی رعنائیوں کی رعایت اور فصاحت عربی کے التزام کے ساتھ سورت فاتحہ کی کلید سے ان دروازوں کو کھولوں۔ یہ امر بالکل واضح ہے کہ دقائقِ دینیہ اور رموزِ علمیہ اور کنایات واشارات کو مزیّن عبارات، مرصّع استعارات، عمدہ کنایات، حسن بیان اور لطیف اشارات کا اہتمام والتزام کرتے ہوئے لکھنا ایک بہت مشکل بات اور نہایت دشوار کام شمار کیا جاتا ہے۔ اوران دو متضاد امور کو صرف کتاب اللہ نے ہی جو آیات بیّنات کی مظہر اور جھوٹی اور جاہلانہ باتوں کو مٹانے والی ہے جمع کیا ہے۔ شعراء (فصاحت کے) ان اعلیٰ گھوڑوں کی باگ ڈور کے مالک نہیں ہو سکتے۔

فتنتشر كلماتهم انتشار الجراد. ولكنى سألتُ اللّٰه فأعطانى. وجئته عطشان فأروانى. فنحن الموفّقون. ونحن المؤيّدون. تُؤاتينا الأقلام. كأنها السهام أو الحسام. ولنا من ربّنا كلام تام وظلّ ظليل. فكلّ رداء نرتديه جميل. ولنا جبلّةٌ لا تبلغها الجبال. و قوّةٌ لا تُعجزها الأثقال. وحالٌ لا تُغَيّرها الأحوال. و ربٌّ لا تُرَدّ من حضرته الآمال. فحاصل الكلام أنى من اللّٰه وكلامى من هذا العلّام. وإنى كتبتُ دعواى ودلائلها فى هذا الكتاب. لِاسعف الخصم بحاجته وأُنجّيه من الاضطراب. فإن الخصم كان يدعونى إلى المباحثات. بعد ما دعوته لنمق التفسير فى حلل البلاغة ومحاسن الاستعارات. فلمّا لويتُ عذارى وتصدّيت لاعتذارى من

ان کے کلمات تو محض پراگندہ ٹڈیوں کی طرح منتشر ہوتے ہیں لیکن مَیں وہ ہوں کہ اللہ سے جو مانگا وہ اُس نے مجھے عطا فرمایا۔ میں اُس کے پاس پیاسا آیا اُس نے مجھے سیراب کر دیا۔ ہم اللہ سے توفیق یافتہ اور تائید یافتہ ہیں۔ قلم ہمارا ایسا ساتھ دیتے ہیں گویا وہ تیر و شمشیر ہوں ہمیں اپنے رب سے کلام تام اور گھنا سایہ میسر ہے۔ جو چادر بھی ہم زیبِ تن کریں وہ خوبصورت لگتی ہے۔ ہماری وہ فطرت ہے کہ جس تک پہاڑوں کو بھی رسائی نہیں۔ اور وہ قوت حاصل ہے کہ جسے بڑے سے بڑا بوجھ بھی عاجز نہیں کر سکتا۔ ہماری وہ شان ہے کہ جسے احوال زمانہ بدل نہیں سکتے اور ہمارا وہ رب ہے کہ جس کی بارگاہ سے امیدیں ردّ نہیں کی جاتیں۔ حاصل کلام یہ کہ میں اللہ کی طرف سے ہوں اور میرا کلام بھی اُسی علّام خدا کی طرف سے ہے۔ میں نے اس کتاب میں اپنا دعوی اور اس کے دلائل تحریر کئے ہیں تا کہ میں اپنے مدّ مقابل کی حاجت روائی کروں اور اُسے اضطراب سے نجات دلاؤں۔ کیونکہ بعد اس کے کہ مَیں نے اُسے پیرایۂ بلاغت اور استعارات کے محاسن میں تفسیر لکھنے کی دعوت دی وہ مدّ مقابل مجھے مباحثات کیلئے بلانے لگا۔ پھر جب میں نے مناظرات سے روگردانی کی اور اپنا

﴿۵۱﴾

المناظرات. حمل إنكاري على فراري من هذه الغزاة. وما كان هذا إلّا كيدًا منه وحيلةً للنجاة. ليستعصم من اللائمين واللائمات. وكان يعلم أن إعراضي كان لعهدٍ سبق. وما كنتُ كعبدٍ أبقَ. ولكنه طلب الفرار بهذه المعاذير الكاذبة. لعلّ الناس يفهمونه بطل المضمار ومُتمّ الحجة. فأردنا الآن أن نُعطيه ماسأل ولا نردّه بالحرمان. ونُجَلّي مطلع صدقنا بنور البرهان. ونقطع معاذيره كلها بسيف البيان. لعلّ اللّٰه يجلو به صدأ الأذهان. ويُفَهّم ما لم يفهموه قبل هذا الميدان. فهذا هو السبب الموجب لنمق الدعوى والدلائل لئلا يبقى عذر للسائل. وإن هذا التفسير جمع المباحثات مع اللطائف والنِكات. فاليوم أدرك الخصم

﴿۵۲﴾

عذر پیش کیا تو اس نے میرے اس انکار کو اس جنگ سے میرے فرار پر محمول کیا اور یہ اس کی طرف سے محض چھٹکارا پانے کے لئے ایک حیلہ اور مکر تھا تا کہ وہ ملامت کرنے والے مردوں اور عورتوں کی ملامت سے بچ جائے۔ وہ خوب جانتا تھا کہ میرا مناظرہ بازی سے گریز ایک گزشتہ عہد کی بناء پر تھا۔ اور مَیں کسی بھاگے ہوئے غلام کی طرح نہیں۔ البتہ اُس نے اُن جھوٹے عُذرات کے ساتھ راہِ فرار چاہی تا لوگ اس کے متعلق یہ سمجھیں کہ یہ بڑا مردِ میدان اور اتمام حجت کرنے والا ہے۔ پس ہم نے اب یہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس کے مطالبے کو پورا کریں اور اسے محروم نہ لوٹائیں۔ اور اپنے مطلعِ صِدق کو نورِ برہان سے منور کردیں اور شمشیرِ بیان سے اس کے تمام عذروں کو کاٹ کے رکھ دیں۔ شاید اس طرح اللہ تعالیٰ (اُن کے) ذہنوں کے زنگوں کو دور کر دے۔ اور اس میدان میں اترنے سے پہلے وہ بات جو وہ سمجھ نہ سکے تھے وہ انہیں سمجھا دے۔ پس یہ وہ سبب ہے جو دعوی اور دلائل لکھنے کا موجب بنا تا کسی سائل کے لئے کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اس تفسیر نے لطائف و نِکات کے ساتھ تمام مباحثات کو اپنے اندر سمیٹا ہوا ہے پس آج دشمن نے وہ سب کچھ پالیا ہے جو

كل ما طلب منّا في حُلل المناظرات مع أنه ترك طرق الديانات. وتصدى للأمر بأنواع الاهتضام والخيانات. و بقي دَيْنُنا فعليه أن يقضي الدَّيْنَ كَرَدّ الأمانات. وإني عاهدتُ الله أن لن أحضر مواطن المباحثات. وأشعتُ هذا العهد في التأليفات. فما كان لي أن أنكُث العهود. وأعصي الربّ الودود. فلأجل ذالك أغلقتُ هذا الباب. وما حضرت الخصم للبحث ولو عيّبني واغتاب. وإني كلّمته كالخليط فكَلّمني بالتخليط. وقد دعوتُه من قبل ففرّمن شوكتي. ثم دعوتُ فهابَهُ هيبتي. وهذه ثالثة ليتم عليه حجّة اللّٰه وحُجّتي. إنه مال إلى الزمر وملنا إلى الذمار.

مناظرات کے پیرایہ میں وہ ہم سے طلب کر رہا ہے۔ باوجود اس کے کہ اس نے دیانت کے تمام طریق ترک کر دیئے ہیں۔ اور اس معاملہ میں ہر قسم کی حق تلفیوں اور خیانتوں کے ساتھ پیش آیا ہے۔ ہمارا قرض باقی ہے پس اُس پر فرض ہے کہ وہ امانتوں کے لوٹانے کی طرح اس قرض کو ادا کرے۔ میں اللہ سے یہ عہد کر چکا ہوں کہ مَیں مباحثات کی جگہوں پر نہیں جاؤں گا اور میں اس عہد کو اپنی تألیفات میں شائع کر چکا ہوں۔ پس میرے لئے ممکن نہیں تھا کہ میں عہد شکنی کروں اور اپنے ربّ و دود کی نافرمانی کروں۔ بنا بریں مَیں نے مناظروں کا دروازہ بند کر دیا۔ اور میری عیب چینی اور غیبت کرنے کے باوجود مَیں بحث کے لئے اپنے مدمقابل کے پاس نہ آیا۔ میں نے اس کے ساتھ ایک میل جول رکھنے والے دوست کی طرح گفتگو کی مگر اس نے بیہودہ گوئی سے مجھے زخمی کیا۔ میں نے پہلے بھی ایک دفعہ اسے دعوت دی تھی لیکن میری شوکت کے باعث وہ بھاگ گیا۔ پھر میں نے اسے دوبارہ دعوت دی لیکن وہ میرے رعب سے ڈر گیا۔ اور یہ تیسری بار ہے تا کہ اس پر اللہ کی حجت اور میری حجت تمام ہو جائے۔ وہ مائلِ سرود ہوا اور ہم فرائض منصبی کی جانب مائل ہوئے۔ ہماری

﴿۵۳﴾

وإن المعارف منّا كبعوث جُمّروا على الثغور من قِبَلِ ملك الديار. ثم اعلموا أنّ رسالتي هذه آية من آيات اللّٰه رب العالمين. وتبصرة لقوم طالبين. وإنّها من ربّي حجة قاطعة وبرهان مبين. كذالك. ليذيق الأفّاكين قليلا من جزاء ذنوبهم. ويُرِي الناس ما ترشّح من ذَنوبهم. ويُجنّبهم بمعجزة قاهرة. ويزيل اضطجاع الأمن من جنوبهم. ويستأصل راحة كاذبة من قلوبهم. والحق والحق أقول. إنّ هذا كلام كأنه حسام. و إنّه قطع كل نزاع وما بقي بعده خصام. ومن كان يظنّ أنه فصيح وعنده كلام كأنه بدر تام. فليأت بمثله والصَّمتُ عَلَيه حرام. وإن اجتمع آباء هم و أبناء هم. و أكفاء هم وعلماء هم. وحكماء هم وفقهاء هم.

﴿۵۴﴾ ﴿۵۵﴾

طرف سے پیش کردہ معارف کی حیثیت ایسی ہے جیسے کسی ملک کے بادشاہ کی طرف سے سرحدوں پر لشکر متعیّن کر دیئے جائیں۔ پھر یہ بھی جان لو کہ میرا یہ رسالہ رب العالمین اللہ کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ اور طالبانِ حق کے لئے ایک بصیرت افروز پیغام۔ یہ میرے پروردگار کی طرف سے ایک حُجّتِ قاطعہ اور برہان مبین ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ جھوٹوں کو کسی قدر ان کے گناہوں کا مزہ چکھائے اور لوگوں کو یہ دکھائے کہ ان کے ظرف سے کیا مترشح ہوا ہے۔ اور ان کی پسلیوں کو زبردست معجزہ سے توڑ دے۔ اور وہ اپنے پہلوؤں پر چین سے لیٹ نہ سکیں۔ اور ان کے دلوں کی جھوٹی راحت کا استیصال کر دے۔ یہ حق ہے اور میں حق ہی کہتا ہوں کہ یہ کلام ایک تیغ برّاں کی طرح ہے اور اس نے ہر نزاع کو کاٹ کر رکھ دیا ہے اور اس کے بعد کوئی جھگڑا باقی نہیں رہا۔ جو شخص یہ خیال کرتا ہے کہ وہ فصیح ہے اور اس کے پاس بدرِ تام جیسا کلام ہے تو وہ اس کی مثل لائے اور خاموش رہنا اس پر حرام ہوگا۔ اور اگر اُن کے آباؤ اجداد اور اُن کی اولادیں، اُن کے ہمسر اور اُن کے علماء، اُن کے دانشور اور فقہاء، سب اکٹھے ہو جائیں کہ وہ معمولی اور تھوڑی مدت

علـى أن يـأتـوا بـمثل هـذا التـفسير. فى هذا المُدى القليل الحقير. لا يأتون بمثله ولو كان بـعضهـم لبعضٍ كالظهير. فإنى دعـوتُ لـذالك وإن دُعـائـى مُستجاب. فلن تقدر علٰى جوابه كتّـاب. لا شيوخ ولا شـاب. وإنـه كـنـز الـمعارف ومدينتها. وماء الحقائق وطينتها. وقد جاء ألـطف صُـنـعًـا. وأرق نسـجًـا. وأكثر حـكـمًـا. وأشرف لفظًا. وأقلّ كـلـمًـا. وأوفـر مـعـنًـى. وأجـلٰـى بيـانًا. وأسنٰى شأنًا. وما كتبتُـه مـن حـولى. وإنى ضعيف وكـمثلى قولى. بل الله وألطافه اغلاق خزائنه. ومن عندهٗ أسرار دفـائـنـه. جـمـعـت فيـه أنواع الـمـعـارف ورتّبـت. وصـفّفت شـوارد الـنـكات وألجمت. من عرفه عرف القرآن. ومن حسبه كـذبًـا فـقـد مـان. فيـه بـاكورة

میں لکھی جانے والی اس تفسیر کی نظیر پیش کر سکیں تو وہ ایسی تفسیر ہر گز پیش نہیں کر سکیں گے اگرچہ اُن میں سے بعض بعض کے مددگار رہوں۔ مَیں نے اس بارے میں دعا کی اور میری دعا بلاشبہ مستجاب ہے۔ اس لئے کوئی اہل قلم نہ بوڑھا نہ جوان ہرگز اس تفسیر کا جواب دینے کی قدرت نہیں پائے گا۔ یہ تفسیر بلاشبہ معارف کا خزانہ اور اس کا شہر ہے اور حقائق کا آب و گِل ہے۔ اور ساخت کے اعتبار سے بیحد لطیف اور صنعت کے لحاظ سے نہایت عمدہ حکمتوں سے معمور، الفاظ نہایت بلند پایہ، مختصر کلمات مگر کثیر المعانی، بیان واضح اور عالیشان۔ میں نے اس تفسیر کو اپنی طاقت سے نہیں لکھا۔ میں تو ایک کمزور بندہ ہوں اور اس طرح میرا کلام بھی۔ لیکن یہ سب کچھ اللہ اور اس کے الطاف کریمانہ ہیں کہ اس تفسیر کے خزانوں کی چابیاں مجھے دی گئی ہیں اور پھر اسی کی جناب سے مجھے اس کے دفینوں کے اسرار عطا کئے گئے ہیں۔ میں نے اس میں طرح طرح کے معارف جمع کئے اور انہیں ترتیب دیا ہے اسپانِ نکات کو صف بصف کھڑا کیا اور انہیں لگام پہنائی۔ جس نے اسے پہچان لیا اُس نے قرآن کریم کو پہچان لیا۔ اور جس نے اس کو جھوٹا خیال کیا اس نے جھوٹ بولا۔ اِس میں عرفان کے

﴿۵۶﴾

العرفان. ودقائق الفاتحة والفرقان. وفيه بلاد الأسرار وحصونها. وسهل الحقائق وحزونها. وعيون البصيرة وعيونها. وخيل البراهين ومتونها. وذالك من بركات أمّ الكتاب. وما اطّلعتُ عليها إلّا بعد تفهيم ربّى التوّاب. فإنها سورة لا تطوى عرصتها بانضاء المراكب. ولا يبلغ نورَها نورُ الكواكب. ولمّا كان الظالمون نسبونى إلى الهزيمة. أعوزنى فريتهم هذه إلىٓ تفسير سورة الفاتحة. لأُخلّص نفسى من النواجذ والأنياب. فإن صول الكلاب أهون من صول المفترى الكذّاب. وهذا من فضل الله ورحمته ليكون آية للمؤمنين. وحسرة على المنكرين. وحجّة على كل خصم إلى يوم الدين. وهدًى للمتقين. وليعلم الناس أن الفوز بصدق المقال. لا بالتصلّف كالجهال. والفتح

﴿۵۷﴾

نئے اور تازہ پھل ہیں اور سورۃ فاتحہ اور فرقان حمید کے دقائق ہیں۔اس میں رموز واسرار کے شہر اور قلعے آباد ہیں۔حقائق کے میدان وکوہسار ہیں بصیرت کے چشمے اور بصیرت کی آنکھیں ہیں۔براہین کے شاہسوار اور ان کی سواریاں ہیں۔یہ سب کچھ اُمُّ الکتاب (سورہ فاتحہ) کی برکات میں سے ہے۔اپنے ربِّ توّاب کی تفہیم کے بعد میں اِن سے آگاہ ہوا۔یہ وہ سورۃ ہے کہ جس کے میدان کو سواریوں کو تیز دوڑا کر لاغر کر کے بھی طے نہیں کیا جا سکتا۔ستاروں کی روشنی بھی اس کے نور کو نہیں پہنچ سکتی۔جب ان ظالموں نے میری طرف شکست منسوب کی تو ان کی اس کذب بیانی نے مجھے سورہ فاتحہ کی تفسیر (لکھنے) پر مجبور کیا۔تا کہ میں اپنے آپ کو داڑھوں اور کچلیوں سے نجات دلاؤں کیونکہ کتوں کا حملہ ایک مفتری کذّاب کے حملے سے کمتر ہوتا ہے۔ یہ (تفسیر) اللہ کے فضل اور اُس کی رحمت سے ہے تا کہ یہ مومنوں کے لئے ایک نشان اور منکروں کے لئے حسرت اور ہر مدّ مقابل کے لئے تا روزِ قیامت حجّت اور متقیوں کے لئے ہدایت ہو اور تا کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ کامیابی راست گوئی سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ جاہلوں کی طرح لاف زنی سے۔فتح دل کی پاکیزگی سے ملتی

بطهارة البال. لا بِعَذِرَةِ الأقوال التي هي كالأبوال. وصلاح الحال بسلاح العلم والكمال. لا بالاحتيال والاختيال. فويلٌ للذين قصدوا الفتح بالمكائد. ورصدوا مواضعها كالصائد. وإنِ هو إلّا من أحكم الحاكمين. ينصر من يشاء ويُكفّل الصالحين. فيندمل جريحهم. ويستريح طليحهم. ولا ترکد ريحهم. ولا تَخْمُدُ مصابيحهم. ومنصوره يُملأ من علم الفرقان ولسان العرب. كما يُملأ الدلو إلى عقد الكرب. وإنه أنا ولا فخر. وإن دعائي يذيب الصخر. وإنّ يومي هذا يوم الفتح ويوم الضياء بعد الليلة الليلاء. اليوم خرس الذين كانوا يهذرون. وغُلّت أيديهم إلٰى يوم يبعثون. وكنتُ أطوف حول هذه الأوراق. كسائل يطوف في السكك والأسواق. فأراني اللّٰه ما أراني.

ہے نہ کہ بول و براز کی طرح گندہ دہنی سے۔اور اصلاحِ احوال علم وکمال کے اسلحہ سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ مکروفریب اورفخر وتکبر سے۔ہلاکت ہے ان لوگوں کے لئے جومکروفریب کے ذریعہ فتح حاصل کرنا چاہتے ہیں اور شکاری کی طرح کمین گاہوں میں بیٹھے شکار کی گھات میں لگے ہوئے ہیں ۔ اور فتح **احکم الحاکمین** کی طرف سے ہی آتی ہے۔وہ جس کی چاہتا ہے نصرت فرماتا ہے۔اور صالحین کا متکفل ہوجاتا ہے۔پس ان کے مجروح صحتیاب ہوتے ہیں اور ان کے تھکے ماندے راحت پاتے ہیں۔اُن کی شوکت کو زوال نہیں اور نہ اُن کے چراغ بجھتے ہیں۔اللہ کے تائید یافتہ کو فرقانِ حمید اور عربی زبان کے علم سے اس طرح بھر دیا جاتا ہے۔جس طرح رسی کی گرہ تک پانی سے بھرا ہوا لبالب ڈول۔اور وہ مَیں ہوں اور کوئی فخر نہیں۔میری دعا پتھر کو موم کر دیتی ہے۔میرا یہ دن شب دیجور کے بعد فتح اور روشنی کا دن ہے۔آج بیہودہ گوئی کرنے والے گُنگ ہو گئے اور اُن کے ہاتھ اُس دن تک کہ وہ اٹھائے جائیں گے جکڑ دیئے گئے۔میں ان (قرآنی) اوراق کے گرد اِس طرح طواف کرتا رہا ہوں جس طرح ایک سوالی گلی کوچوں میں چکّر لگاتا ہے۔تو اللہ نے مجھے

﴿۵۸﴾ ﴿۵۹﴾

وسقاني ما سقاني. فوافيتُ دروبها كما هداني. وأُعطي لي ما سألتُ. وفُتح عليّ فحللتُ. وكل ما رقّمتُ فهو من أنفاس العلام. لا من أفراس الأقلام. فما كان لي أن أقول إني أعلم من غيري. أو زاد منهم سيري. ولا أقول إن روحي التفّ بأرواح فتيان كانوا من الأدباء. أو غالت نفسي جميع نفائس الإنشاء. ولا أدّعي أني انتهيت إلى فناء منتهى الأدب. أو أكلتُ كل باكورة من المعاني النخب. بل دعوتُ مُخدّراته فوافتني فتياته فقبلهن فتاه مفترة شفتاه متهللا مُحيّاه. فلا تستطلعوني طِلع أديب. وما أنا في بلدة الأدب إلّا كغريبٍ. وكل ما ترون مني فهو من تأييد ربّي.

﴿۶۰﴾

دکھایا جو دکھایا اور مجھے پلایا جو پلایا اور جس طرح اس نے مجھے ہدایت دی اُس کے مطابق میں نے ان (قرآنی) راہوں کو پالیا اور جو میں نے مانگا وہ مجھے عطا کر دیا گیا اور مجھ پر کھولا گیا اور میں داخل ہو گیا۔ جو کچھ میں نے رقم کیا ہے وہ محض علّام خدا کے اَنفاسِ قُدسیہ کے طفیل ہے۔ نہ کہ قلموں کے گھوڑے دوڑانے سے۔ میرا یہ حق نہیں کہ میں یہ کہوں کہ میں دوسروں سے زیادہ عالم ہوں یا یہ کہ میری تگ و دو اُن سے زیادہ ہے۔ نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میری روح اُن نوجوانوں کی ارواح سے پیوستہ ہے جو ادباء میں سے تھے یا یہ کہ میں نے انشاء پردازی کے جملہ محاسن پر پوری دسترس حاصل کر لی ہے۔ نہ مجھے اس بات کا دعویٰ ہے کہ کمالِ ادب کے میدان میں مَیں انتہا تک پہنچا ہوا ہوں۔ یا یہ کہ میں نے عمدہ اور چنیدہ معانی کے تمام نئے اور تازہ پھل کھائے ہیں۔ نہیں بلکہ میں نے پردہ نشینانِ ادب کو دعوت دی تو اس کی دوشیزائیں میرے پاس آئیں پس اُس جوان نے خندہ لبوں اور دمکتے چہرے کے ساتھ انہیں قبول کر لیا۔ پس مجھ سے اُس ادیب کی خبر نہ پوچھو۔ میں تو شہرِ ادب میں ایک مسافر کی طرح ہوں۔ جو کچھ تم مجھ سے دیکھتے ہو وہ محض تائیدِ ربّی

ومن حضرةٍ ألقيتُ بها جِرانى وحملتُ إليها إربى. وإنه فى العُقبىٰ وهذه حبّى. وإنى مسيحه وحمارى حمارة حفظه ولطفه قتبى. ولولا فضل اللّٰه ورحمته لكان كلامى ككلم حاطب ليل. أو كغثاء سيل. واللّٰه إنى ما قدرتُ على هذا بقريحةٍ وقّادة. بل بفضل من اللّٰه وسعادة. وإن هذه المخدرة ما سفرت عن وجهها بيدى القصيرة. ولكن بفضل اللّٰه و عناياته الكثيرة. فإنه رأى الإسلام كسقيم فى موماةٍ. فيه رمق حياة. ساقطًا على صلاتٍ كقذائف فلوات. وعلاه صغار. وعليه أطمار. فأدركه كإدراك عهاد. لسنة جماد. و رحض وجهه و أزال وسخ مئين. وصب عليه الماء المعين. فبعث عبدًا من عباده لإ تمام

ہے اور اُس حضرتِ احدیّت کی طرف سے ہے جس کے حضور مَیں نے اپنی گردن رکھ دی ہے اور اپنی ہر حاجت اس کی جناب میں پیش کر دی ہے۔ وہ عقبٰی اور اس دنیا میں میرا محبوب ہے۔ یقیناً میں اُس کا مسیح ہوں۔ خدا کی حفاظت کا حصار میری سواری ہے اور اس کا لطف میرا پالان ہے۔ اگر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو میرا کلام رات کو ایندھن جمع کرنے والے رطب و یابس یا سیلاب کے خس و خاشاک کی طرح ہوتا اور بخدا میں اس تفسیر کے کرنے پر اپنی روشن طبیعت کی وجہ سے قادر نہیں ہوا بلکہ یہ اللہ کا فضل اور سعادت ہے۔ اس پردہ نشین کے چہرے پر سے پردے کا اترنا میرے کوتاہ ہاتھوں سے نہیں ہوا بلکہ اللہ کے فضل اور اس کی عنایاتِ بے پایاں سے ہوا۔ کیونکہ اُس نے دیکھا کہ اسلام بیابان میں پڑے ایسے مریض کی طرح ہے جس میں زندگی کی کچھ رمق باقی ہو اور جو صحرا کی خشک لکڑیوں کی طرح پتھر پر پڑا ہو اور اس پر ذلّت سوار ہو اور اس کا پیرہن چیتھڑے ہوں۔ پھر اللہ خشک سالی کے وقت عین موقع پر ہونے والی بارشوں کی طرح اسلام کی مدد کو آیا اور اس کے چہرے کو دھوڈالا اور اس پر صاف پانی ڈال کر سالہا سال کے گند کو دور کیا۔ پس اتمام حجت کی غرض سے اس نے اپنے بندوں میں سے ایک بندہ

﴿۶۱﴾

الحجة. وأودع كلامه إعجازًا ليكون ظلًّا للمعجزة النبوية. عليه ألوف الصلاة والتحيّة. ولا يمسّ منه منقصة شأن كلام ربّ الكائنات. فإن الكرامات أظلال للمعجزات. وكذالك دمّر اللّٰه كل ما دبّر العِدا كالصائد. وهدم كل ما بنوا من المكائد. وأبطل كل ما حققوا مكيدةً. وأخّر كلّ ما قدموا حربةً. وعطّل كلّ ما نصبوا حيلة. وهدّم كل ما أشادوا بروجًا مشيدة. وأطفأ كلّ ما أوقدوا نارًا. وأغلق الدروب كلما أرادوا فرارًا. فما كان فی وسعهم أن يبارزوا كأبطال المضمار. أو يخرجوا من هذا السجن بتسوّر الخنادق والأسوار. وما قدّموا قدمًا إلّا رجعوا بأنواع النكال. حتى جاء وقت هذا التفسير الذی هو آخر نبل من النبال. وإنّا كمّلناه

﴿۶۲﴾

مبعوث فرمایا اور اس کے کلام میں اعجاز ودیعت کیا تا اس کا کلام معجزہ ٔ نبی کا ظل ہو جائے آپؐ پر ہزاروں درود وسلام ہوں۔ اور اس (معجزۂ کلام) سے ربِّ کائنات کے کلام کی شان میں کوئی کمی نہیں ہوئی کیونکہ کرامات معجزات کا ہی پَرتَو ہوتی ہے اور اِس طرح جب کبھی بھی دشمنوں نے ماہر شکاری کی طرح تدبیر کی تو اللہ نے اُسے تباہ و برباد کر دیا اور جو بھی مکر وفریب انہوں نے گھڑے اُس نے انہیں منہدم کر دیا۔ اور جو بھی تدبیریں انہوں نے کیں اُس نے اُنہیں ناکام کر دیا۔ اُن کے پہلے سے تیار کردہ ہر حربہ کو مؤخر کر دیا اور جو بھی انہوں نے حیلہ سازی کی اُسے بیکار کر دیا اور جو بھی مضبوط قلعے انہوں نے بنائے تھے انہیں پیوندِ خاک کر دیا۔ اور جو آگ بھی انہوں نے بھڑکائی اُسے بجھا دیا اور جب بھی انہوں نے فرار ہونا چاہا اُس نے تمام راہیں بند کر دیں۔ اس طرح یہ اُن کے بس میں نہ رہا کہ وہ مردِ میدان کی طرح مقابلے پر آئیں اور ان کے بس میں نہیں رہا کہ خندقوں اور فصیلوں کو پھاند کر اس قید سے باہر نکل سکیں۔ ان کی ہر پیش قدمی کو مختلف النوع عذابوں کے ذریعے پسپا کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ اس تفسیر نویسی کا وقت آن پہنچا جو ترکش کے تیروں میں آخری تیر ہے۔ ہم نے

بفضل اللّٰہ ذی الجلال. وجاء أرسی و ارسخ من الجبال. وصار کحصن حصین بُنی بالأحجار الثقال. وإنه بلغ حدّ الإعجاز من اللّٰہ الفعّال. وإنه محفوظ من قصد العدوّ المدحور الضّال. وانتصفنا به من العِدا بعض الانتصاف. وکسرنا خیامًا ضربوها وقبابا نصبوها فی المصاف. وکان ھذا الأمر صعبا ولکن اللّٰہ الان لی شدیدًا. وأدنٰی إلیّ بعیدًا. ونقل العدوّ من السعة إلی المضایق. وأعمی أبصاره وصرف ھمّته عن العلوم و الحقائق. وألقی الرعب فی قلوبھم. وأخذھم بذنوبھم فنبذوا سلاحھم. وترکوا لقاحھم. وأنفدوا وجاحھم. وقوّضوا قبابھم. ونثلوا جعابھم. ونفضوا جرابھم. وأروا من العجز أنیابھم. وأذن لھم أن یأتوا بجمیع جنودھم

اس تفسیر کو اللہ ذوالجلال کے فضل سے مکمل کر لیا ہے۔ وہ پہاڑوں سے بھی زیادہ مضبوط اور محکم ہو کر آئی ہے اور ایسے حِصنِ حَصین کی طرح ہوگئی ہے جو بھاری پتھروں سے بنایا گیا ہو۔ وہ فعّال اللہ کی طرف سے حدّ اعجاز تک پہنچ گئی اور یہ راندۂ درگاہِ الٰہی گمراہ دشمن کے بد ارادہ سے محفوظ ہے۔ اس کے ذریعہ سے ہم نے دشمن سے کسی قدر انتقام لے لیا ہے اور میدانِ کارزار میں جو خیمے انہوں نے لگائے اور شامیانے نصب کئے ہم نے انہیں اکھیڑ دیا۔ یہ کام بہت مشکل تھا لیکن اللہ نے اس سخت کام کو میرے لئے نرم کر دیا اور دور کو میرے قریب کر دیا۔ اور دشمن کو فراخی سے تنگیوں کی طرف منتقل کر دیا۔ اور اُس کی آنکھیں اندھی کر دیں اور علوم وحقائق سے اُس کی ہمت کو پھیر دیا۔ اور اُن کے دلوں میں رعب ڈال دیا اور اُنہیں ان کے گناہوں کی وجہ سے پکڑا۔ اس پر انہوں نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور اپنی دودھیل اونٹنیوں کو چھوڑ دیا اور اپنا تھوڑا سا بچا ہوا پانی بھی خرچ کر ڈالا۔ انہوں نے اپنے خیمے گرا دیئے اور اپنے ترکش خالی کر دیئے اور اپنی نیا میں پھینک دیں اور بے بسی کی وجہ سے اپنے دانت دکھائے۔ حالانکہ انہیں اجازت دے دی گئی تھی کہ وہ اپنی تمام عسکری طاقت، یعنی سوار، پیادہ،

﴿۶۳﴾

﴿۶۴﴾ منَ خيلها ورجلها وحفلها وجحفلها. وزمرها وقوافلها. فصاروا كميت مقبور. أو زيت سراج احترق وما بقى معه من نور. وسكّتنا من بارز من صغيرهم وكبيرهم. وأوكفنا من نهق من حميرهم. فما كانوا أن يتحركوا من المكان. أو يميلوا من السِنة إلى السنان. بل جرّبنا من شرخ الزمن إلى هذا الزمان. إن هؤلاء لا يستطيعون أن يبارزونا فى الميدان. وليس فيهم إلّا السبّ والشّتم قاعدين فى الحجرات كالنسوان. يفرّون من كل مأزق. ويتراءى أطمارهم من تحت يلمقٍ. ثم لا يقرّون ولا يتندّمون. ولا يتقون الله ولا يرجعون. ﴿۶۵﴾ فهذا التفسير عليه سهم من سهام. وكَلْمٌ بكلام. لعلّهم يتنبّهون. وإلى الله يتوبون. وإنّا شرطنا فيه أن لا يجاوز فريق منّا سبعين يومًا.

جتھے، لشکرِ جرار، دستے اور قافلے لے آئیں۔ لیکن ان کی حالت ایک درگور مردہ کی سی ہو گئی یا چراغ کے اُس تیل کی طرح جو جل گیا ہو اور اس کی روشنی باقی نہ رہی ہو۔ ان کے چھوٹے، بڑے جو بھی مقابلہ پر آئے ہم نے انہیں ساکت اور لاجواب کر دیا اور ان کے گدھوں میں سے ہر ہینگنے والے پر ایسا پالان ڈال دیا کہ وہ اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکیں۔ یا اپنی غنودگی سے بیدار ہو کر نیزے کی طرف رخ کر سکیں۔ بلکہ ہم نے ابتداءِ زمانہ سے آج تک یہ تجربہ کیا ہے کہ یہ لوگ میدان میں نکل کر ہمارا مقابلہ کرنے کی ہمت نہیں رکھتے۔ عورتوں کی طرح حجروں میں بیٹھے ہوئے گالی گلوچ کے سوا ان کے پاس کوئی طاقت نہیں۔ وہ ہر تنگ اور پُرخطر میدانِ حرب سے بھاگ جاتے ہیں اور اُن کی قبا کے نیچے سے اُن کے چیتھڑے نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ پھر نہ تو وہ اعتراف کرتے ہیں اور نہ نادم ہوتے ہیں۔ نہ اللہ سے ڈرتے ہیں اور نہ باز آتے ہیں۔ یہ تفسیر اُن کے لئے ایک تیر اور کلام کا ایک چرکہ ہے۔ شاید کہ اس طرح وہ متنبہ ہو جائیں اور اللہ کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکیں۔ ہم نے اس تفسیر کے لئے یہ شرط مقرر کی کہ ہم میں سے کوئی فریق بھی ستّر دن سے تجاوز نہ کرے گا۔

ومن جاوز فلن يُقبل تفسيره ويستحق لومًا. وكذالك من الشرائط أن لا يكون التفسير أقل من أربعة أجزاء. وهذه شروط بيني وبين خصمي على سواء. وقد شهرناها من قبل وبلّغناها إلى الأحباب والأعداء. بعد الطبع والإملاء. والآن نشرع في التفسير بعون الله النصير القدير. ورتّبناه على أبواب لئلا يشقّ على طُلّاب. ومع ذالك سلكنا مسلك الوسطٰ ليس بإيجاز مُخلّ. ولا إطنابٍ مُملّ. وإنه له عن هذا العاجز كالعجزة. وأُخرج من رحم القدر برحم من الله ذي العزّة. في أيام الصيام وليالي الرحمة. وسمّيتُه "إعجاز المسيح في نمق التفسير الفصيح". وإني أُرِيتُ مبشرةً في ليلة الثلثاء. إذ دعوتُ الله أن يجعله معجزة للعلماء.

اور جو اس سے تجاوز کریگا تو اس کی تفسیر ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اور وہ قابلِ ملامت ہوگا۔ اسی طرح ایک شرط یہ بھی تھی کہ وہ تفسیر چار جزء سے کم نہ ہو۔ یہ شرطیں میرے اور میرے مدّ مقابل کے درمیان یکساں تھیں۔ ہم ان شرطوں کی پہلے سے تشہیر کر چکے ہیں۔ اور طبع کر کے اور بذریعہ تحریراُ سے دوستوں اور دشمنوں تک پہنچا چکے ہیں۔ اب ہم اللہ نصیر وقدیر کی مدد سے تفسیر کا آغاز کرتے ہیں۔ ہم نے اسے چند ابواب میں مرتّب کیا ہے تا کہ یہ تفسیر طالبانِ حق پر گراں نہ گزرے۔ اس کے ساتھ ہی ہم نے درمیانی راہ اختیار کی ہے کہ نہ تو مضمون بگاڑنے والا اختصار ہو اور نہ بیزار کرنے والی طوالت۔ یہ (تفسیر) اس (مہر علی) کے لئے اس عاجز کی طرف سے ایسی ہے جیسے کسی بوڑھے باپ کا آخری بچہ، جو اللہ رب العزت کے رحم سے قضاء وقدر کے رِحم سے باہر لایا گیا ہو۔ اس تفسیر کی تأ لیف ماہِ صیام کے بابرکت ایّام اور اُس کی رحمت والی راتوں میں کی گئی۔ میں نے اس کا نام "اعجاز المسیح فی نمق التفسیر الفصیح" یعنی فصیح تفسیر کی تحریر کی صورت میں اعجاز المسیح رکھا ہے۔ منگل کی رات مجھے مبشر خواب اُس وقت دکھائی گئی جب میں نے اللہ سے دعا کی کہ وہ اِس تفسیر کو علماء کے لئے معجزہ

﴿۶۶﴾

وددعوتُ أن لايقدر على مثله أحدٌ من الأدباء . ولا يُعطى لهم قدرة على الإنشاء . فأجيب دعائي في تلك الليلة المباركة من حضرة الكبرياء. وبشّرني ربّي وقال ”منعه مانع من السّماء“ ففهمت أنّه يشير إلٰى أن العدا لا يقدرون عليه. و لا يأتون بمثله ولا كصفتيه. وكانت هذه البشارة من اللّٰه المنّان. في العشر الآخر من رمضان. الذي أنزل فيه القرآن. ثم بعد ذالك كُتب فيه هذا التفسير. بعون اللّٰه القدير. ربّ اجعل أفئدة من الناس تهوى إليه. واجعله كتابًا مُباركًا وأنزل بركات من لدنك عليه. فإنّا توكّلنا عليك. فانصرنا من عندك وأيّدنا بيديك. وكفّل أمرنا كما كفّلتَ السابقين من الصالحين. واستجب هذه الدعوات كلها

﴿۶۷﴾

بنادے، نیز میں نے یہ بھی دعا کی کہ کوئی ادیب بھی اس کی مثل لکھنے پر قادر نہ ہو اور نہ ہی انہیں اس کو تحریر کرنے کی توفیق ملے۔ تو حضرتِ کبریاء کی طرف سے اُسی مبارک رات کو میری یہ دعا قبول کی گئی اور میرے ربّ نے مجھے بشارت دیتے ہوئے فرمایا: اِس تفسیر نویسی میں کوئی تیرا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ خدا نے مخالفین سے سلب طاقت اور سلب علم کر لیا ہے۔ اس پر میں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ مخالفین اس پر قادر نہیں ہونگے اور اس کی مثل اور ان دو صفات (بلاغت و حقائق سورۃ فاتحہ) کی حامل تفسیر نہ لاسکیں گے۔ یہ بشارت خدائے مَنّان کی طرف سے رمضان کے آخری عشرے میں جس میں قرآن اتارا گیا مجھے دی گئی۔ پھر اس کے بعد اس عرصے میں، قادر و توانا خدا کی مدد سے یہ تفسیر لکھی گئی۔ اے میرے رب! تو لوگوں کے دلوں کو اس (تفسیر) کی طرف مائل فرما۔ اسے مبارک کتاب بنادے۔ اور اس پر اپنی جناب سے برکتیں نازل فرما۔ ہم نے تجھ پر توکّل کیا۔ پس! تو اپنی جناب سے ہماری نصرت فرما۔ اور اپنے ہاتھوں سے تائید فرما اور ہمارے معاملے کا اسی طرح متکفل ہو جیسے تو پہلے صالحین کی کفالت فرماتا رہا ہے۔ ہماری ان سب دعاؤں کو قبولیت بخش۔

و إنّا جئناك متضرّعين. فكنّ لنا فی الدّنيا و الدّين. آمين.

الباب الاوّل

فی ذکر أسماء هذه السورة وما يتعلق بها

اِعْلَم أن هذه السورة لَها أسماء كثيرة. فأوّلها فاتحة الكتاب. وسُمّيَت بذالك لأ نّه يُفتتح بها فی المصحف و فی الصلاة وفی مواضع الدعاء من ربّ الأرباب. وعندی أنها سُمّيت بها لما جعلها اللّٰه حكمًا للقرآن. ومُلئ فيها ما كان فيه من أخبار ومعارف من اللّٰه المنّان. وإنها جامعة لكل ما يحتاج الإنسان إليه فی معرفة المبدء والمعاد كمثل الاستدلال على وجود الصانع و ضرورة النبوة و الخلافة فی العباد. ومن أعظم الأخبار وأكبرها أنها تبشر بزمان المسيح الموعود وأيام المهدی المعهود. وسنذكره فی مقامه

ہم تیرے حضور تضّرع کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں۔ پس دنیا اور دین میں تُو ہمارا ہو جا۔ آمین ﴿۶۸﴾

پہلا باب

اس سورۃ کے اسماء اور اس کے دیگر متعلقات

جان لو کہ اس سورت کے بہت سے نام ہیں۔ پہلا نام فاتحة الكتاب ہے۔ اس کا یہ نام اس لئے رکھا گیا کہ قرآن، نماز اور ربّ الارباب سے دعا مانگتے وقت اس سے آغاز کیا جاتا ہے۔ میرے نزدیک اس کا نام فاتحہ اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ نے اِسے قرآن کے لئے حَکَم بنایا ہے اور خدائے مَنّان کی جناب سے خبریں اور معارف اس میں بھر دیئے گئے ہیں اور مبدء اور مَعَاد کی معرفت ﴿۶۹﴾ کے لئے جس چیز کا انسان محتاج ہے یہ سورۃ ان کی جامع ہے مثلاً صَانعِ حقیقی کے وجود پر استدلال، اور بندگانِ خدا میں نبوت اور خلافت کی ضرورت، اس کی سب سے عظیم اور بڑی خبر یہ ہے کہ وہ مسیح موعود کے زمانے اور مہدی معہود کے وقت کی بشارت دیتی ہے۔ ہم خدائے ودود کی توفیق سے اس امر کا ذکر اس کے مقام پر کریں گے۔ نیز اس (فاتحہ)

بتوفيق اللّٰه الودود. ومن أخبارها أنها تبشر بعمر الدنيا الدنية. وسنكتبه بقوّةٍ من الحضرة الأحديّة. وهذه هي الفاتحة التي أخبر بها نبي من الأنبياء. وقال رأيتُ ملكا قويًّا نازلا من السّماء. وفي يده ﴿۷۰﴾ الفاتحة على صورة الكتاب الصغير. فوقع رجله اليُمنٰى على البحر واليسرٰى على البر بحكم الربّ القدير. وصرخ بصوت عظيم كما يزأر الضرغام. وظهرت الرعود السبعة بصوته وكلٌّ منها وُجِد فيه الكلام. وقيل اختم على ما تكلّمت به الرعود. ولا تكتب كذالك قال الرب الودود. والملك النازل أقسم بالحيّ الذي أضاء نوره وجه البحار والبلدان. أن لايكون زمانٌ بعد ذالك الزمان بهذا الشان. وقد اتفق المفسرون أن هذا الخبر يتعلّق بزمان المسيح الموعود الربّاني. فقد جاء ﴿۷۱﴾ الزمانُ وظهرت الأصوات السبعة من السبع المثاني. وهذا

کی خبروں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ اس ادنیٰ دنیا کی عمر کے متعلق خبر دیتی ہے۔ ہم اُسے بھی حضرتِ احدیّت کی عطا کردہ قوت سے تحریر کریں گے۔ یہی وہ فاتحہ ہے جس کی اطلاع نبیوں میں سے ایک نبی نے دی تھی اس نے کہا: کہ میں نے ایک قوی فرشتے کو آسمان سے اترتے دیکھا اور اس کے ہاتھ میں چھوٹی سی کتاب کی شکل میں سورۃ فاتحہ تھی اور ربّ قدیر کے حکم سے اس فرشتے کا دایاں پاؤں سمندر پر اور بایاں قدم خشکی پر پڑا اور بڑی آواز سے جیسے ببر شیر گرجتا ہے پکارا۔ اس کی اس آواز سے سات کڑکیں نمودار ہوئیں۔ اُن میں سے ہر ایک کڑک میں کلام پایا جاتا تھا اور کہا گیا کہ بجلیوں کے کلام کو سر بمہر کر لے اور اسے مت لکھ۔ ربِّ وُدُود نے ایسا ہی فرمایا۔ نازل ہونے والے فرشتے نے اس زندہ خدا کی قسم کھا کر کہا جس کے نور نے دریاؤں اور آبادیوں کے رُخ کو منور کیا ہے کہ اِس زمانے کے بعد کوئی زمانہ اس شان والا نہ ہوگا۔ مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ خبر (پیشگوئی) ربّانی مسیح موعود کے زمانے کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اور یقیناً وہ زمانہ آچکا ہے اور سَبع مثانی کی وہ سات آوازیں ظاہر ہوچکی ہیں

الزمان للخير والرشد كآخر الأزمنة. ولا يأتى زمان بعده كمثله فى الفضل والمرتبة. وإنّا إذا ودّعنا الدنيا فلا مسيح بعدنا إلى يوم القيامة. ولا ينزل أحدٌ من السماء ولا يخرج رأس من المغارة. إلّا ما سبق من ربى قولٌ فى الذريّة.☆ وإنّ هذا هو الحق وقد نزل من كان نازلا من الحضرة. وتشهد عليه السماء والأرض ولكنكم لا تطّلعون على هذه الشهادة. وستذكروننى بعد الوقت والسعيد من أدرك الوقت وما أضاعه بالغفلة. ثمّ نرجع إلى كلمنا الأولٰى. فاسمعوا منّى يا أولى النُّهٰى. إن للفاتحة أسماء أخرىٰ. منها سورة الحمد بما افتتح بحمد ربّنا الأعلٰى. ومنها أمّ القرآن بما جمعت مطالبه كلّها بأحسن البيان. وتأبطت

اور یہ زمانہ خیر ورُشد کے لئے آخری زمانہ ہے اور اس کے بعد کوئی زمانہ فضل اور مرتبہ میں اس جیسا نہیں ہوگا۔ اور جب ہم اس دنیا کو خیر باد کہیں گے تو ہمارے بعد روزِ قیامت تک کوئی مسیح نہ ہوگا۔ نہ کوئی آسمان سے اترے گا اور نہ غار سے نکلے گا۔ سوائے اس شخص کے کہ جس کی ذرّیّت کے بارے میں میرا رب پہلے سے فرما چکا ہے۔ یہ پیشگوئی بالکل حق ہے اور جس نے حضرت باری تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونا تھا وہ نازل ہو چکا اور آسمان اور زمین اس کی گواہی دے رہے ہیں لیکن تم ہو کہ اس گواہی سے بے خبر ہو۔ اور ایک وقت گزر جانے کے بعد مجھے یاد کروگے۔ لیکن خوش بخت ہے وہ شخص جس نے وقت پایا اور اُسے غفلت میں ضائع نہ کیا۔ اب ہم پھر اپنے پہلے کلام کی طرف لوٹتے ہیں۔ تو پھر اے عقلمندو! میری سنو۔ (سورۃ) فاتحہ کے اور بھی نام ہیں۔ ان میں سے ایک **سُورَۃُ الْحَمْد** ہے کیونکہ اس کا آغاز ہمارے بزرگ و برتر اللہ کی حمد سے ہوا ہے۔ اس کا ایک اور نام **اُمُّ الْقُرآن** بھی ہے جس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس سورہ نے قرآن کے جملہ مطالب کو نہایت حسین انداز بیان

﴿۷۲﴾

☆**الحاشية**. اليه اشارة فى قوله عليه السلام يتزوج و يولد له. منه

اسی کی طرف اشارہ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں کہ مسیح موعود نکاح کرے گا اور اس کو اولاد دی جائے گی۔ منہ

كـصـدفٍ دررَ الـفـرقـان. وصارت كعُشٍّ لطير العرفان. فإن القرآن جمع علوما أربعة فـى الهدايات. علم المبدء وعلم المعاد وعلم النبوّة وعلم توحيد الذات والصفات. ولا شك أن هذه الأربعة موجودة فى الفاتحة. وموءودة فى صدور أكثر علماء الأمة. يقرء ونها وهى لا تجاوز من الحناجر. لا يفجّرون أنهارها السبعة بل يعيشونَ كالفاجر. ﴿۴۳﴾ ومن الممكن أن يكون تسمية هذه السورة بأمّ الكتاب نظرًا إلٰى غاية التعليم فـى هذا الباب. فإن سلوك السالكين لا يتم إلّا بعد أن يستولى علٰى قلوبهم عزّة الرّبوبيّة وذلّة العبودية. ولن تجد مرشدًا فى هذا الأمر كهذه السورة من الحضرة الأحدية. ألا ترى كيف أظهر عزّة اللّٰه وعظمته بقوله. ”اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ“. إلى ”مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ“. ثم أظهر ذلّة العبد وهوانه

میں جمع کر دیا ہے۔اور ایک صدف کی طرح یہ فرقان حمید کے تمام موتیوں کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے اور عرفان کے پرندوں کے لئے یہ آشیانے کی طرح ہے۔یقیناً قرآن نے اپنی ہدایات میں چاروں علوم جمع کئے ہوئے ہیں یعنی علم مبدء، علم مَعاد، علم نبوت اور علم توحید ذات و صفات (باری تعالیٰ)۔ بلا شبہ یہ چاروں علوم سورۃ فاتحہ میں موجود ہیں اور اکثر علماءِ امت کے سینوں میں زندہ مدفون ہیں۔ وہ اسے پڑھتے تو ہیں لیکن وہ اُن کے حلق سے نیچے نہیں اترتا، وہ اس کی سات نہروں کو پھاڑ کر جاری نہیں کرتے بلکہ وہ فاجروں جیسی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس سورۃ کا نام اس اعتبار سے اُمُّ الکتاب ہو کہ اس میں تمام جامع تعلیمات پائی جاتی ہیں کیونکہ سالکوں کا سلوک اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک ان کے دلوں پر ربوبیت کی عزت اور عبودیت کا تذلّل پوری طرح سے طاری نہ ہو جائے۔اس امر میں تم حضرت احدیت کی طرف سے سورہ فاتحہ جیسا کوئی رہنما نہیں پاؤ گے۔کیا تم نہیں دیکھتے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ [۱] سے مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ [۲] تک کے کلام سے اللہ نے اپنی عزت و عظمت کو کس طرح نمایاں طور پر ظاہر کیا ہے۔

۱؎ الفاتحة:۳ ۲؎ الفاتحة:۴

وضعفه بقوله إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ إِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ومن الممكن أن يكون تسمية هذه السورة به نظرًا إلى ضرورات الفطرة الإنسانية. وإشارةً إلى ما تقتضى الطبائع بالكسب أو الجواذب الإلٰهية. فإن الإنسان يُحبّ لتكميل نفسه أن يحصل له علم ذات اللّٰه وصفاته وأفعاله. ويُحبّ أن يحصل له علم مرضاته بوسيلة أحكامه التى تنكشف حقيقتها بأقواله. وكذالك تقتضى روحانيته أن تأخذ بيده العناية الربّانية. ويحصل بإعانته صفاء الباطن والأنوار والمكاشفات الإلٰهية. وهذه السورة الكريمة مشتملة على هذه المطالب. بل وقعت بحُسن بيانها و قوة تبيانها كالجالب. ومن أسماء هذه السورة "السبع المثانى". وسبب التسمية أنها مُثنّى نصفها ثناء العبد للرب و نصفها عطاء الرب للعبد الفانى. وقيل أنها

پھر آیت اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ [۳] میں بندے کی ذلّت، بے بسی اور اُس کے ضعف کا اظہار کیا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ فطرتِ انسانی کی تمام ضرورتوں کے پیشِ نظر اس سورت کا نام اُمُّ الکتاب رکھا گیا ہو اور جذبِ الٰہی یا کَسب کے ذریعہ جو طبائع تقاضا کرتی ہیں ان کی طرف اشارہ مقصود ہو۔ کیونکہ انسان اپنے تکمیل نفس کے لئے پسند کرتا ہے کہ اسے اللہ کی ذات، صفات اور افعال کا علم حاصل ہو اور وہ یہ بھی چاہتا ہے کہ اُسے رضائے الٰہی کا علم اُس کے اُن احکام کے وسیلے سے حاصل ہو جن کی حقیقت اُس کے اقوال سے منکشف ہوتی ہے۔ اسی طرح اُس کی روحانیت تقاضا کرتی ہے کہ عنایتِ ربّانی اس کی دستگیری کرے اور اُسی کی اعانت سے اُس کی باطنی صفائی اور انوار و مکاشفاتِ الٰہی حاصل ہوں۔ یہ سورہ کریمہ انہی مطالب پر مشتمل ہے بلکہ یہ سورت اپنے حُسنِ بیان اور قوتِ اظہار کی وجہ سے ان مطالب کی طرف کھینچنے والی ہے۔ اس سورۃ کا ایک نام سبع مثانی ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ دو حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کا نصف بندے کا اپنے پروردگار کی ثناء کرنا ہے اور دوسرا نصف عَبدِ فانی کے لئے ربّ کی عطا پر مشتمل ہے۔ اور بیان کیا گیا ہے کہ اسے

﴿۷۴﴾ ﴿۷۵﴾

[۳] الفاتحۃ:۵

سُمّيت المثاني بما أنها مُستثناة من سائر الكتب الإلٰهية. ولا يوجد مثلها في التوراة ولا في الإنجيل ولا في الصحف النبويّة. وقيل أنها سُمّيت مثاني لأنها سبع آيات من الله الكريم. وتعدل قراء ت كل آية منها قراءة سُبُعٍ من القرآن العظيم. وقيل سُمّيت سبعًا إشارة إلى الأبواب السبعة من النيران. ولكل منها جزء مقسوم يدفع شُواظَهَا بإذن الله الرحمان. فمن أراد أن يمرّ سالمًا من سبع أبواب السعير. فعليه أن يدخل هذه السبع ويستأنس بها ويطلب الصبر عليها من الله القدير. وكل ما يُدخِل في جهنم من الأخلاق والأعمال والعقائد. فهي سبع موبقات من حيث الأصول. وهذه سبع لدفع هذه الشدائد. ولها أسماء أخرى في الأخبار. وكفاك هذا فإنه خزينة الأسرار

﴿۷۶﴾

مثانی کا نام اس وجہ سے بھی دیا گیا ہے کہ دیگر جملہ کتب الٰہیہ سے یہ مستثنیٰ ہے جس کی نظیر نہ تو تورات میں پائی جاتی ہے اور نہ انجیل میں اور نہ صحفِ نبویہ میں ۔ مثانی نام رکھنے کی ایک وجہ یہ بھی بتائی جاتی ہے کہ خدائے کریم کی طرف سے سات آیات ہیں جن میں سے ہر ایک آیت کی قراءت قرآنِ عظیم کے ساتویں حصہ کی تلاوت کے برابر ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس کا سَبْعَ نام رکھنا دوزخ کے سات دروازوں کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہے ۔ ہر دروازے کے لئے اس سورۃ کا مقررہ حصہ ہے۔ جو خدائے رحمٰن کے حکم سے اُس کے شعلوں کو دور کرتا ہے۔ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ دوزخ کے ان سات دروازوں سے صحیح سلامت گزر جائے تو اُس پر فرض ہے کہ وہ ان سات (آیات) میں داخل ہو۔ ان سے اُنس پیدا کرے اور خدائے قدیر سے ان پر استقامت کا طلبگار ہو۔ اخلاق، اعمال اور عقائد سے تعلق رکھنے والی ایسی برائیاں جو جہنم میں داخل کرتی ہیں وہ اصولی لحاظ سے سات مہلک چیزیں ہیں۔ اور یہ سات ان شدائد سے بچانے والی ہیں ۔ احادیث میں اس کے اور بھی نام ہیں لیکن تیرے لئے اسی قدر کافی ہیں کیونکہ یہ اسرار کا ایک خزینہ ہے مزید براں

ومع ذالك حصر هذا التعداد إشارة إلى سنوات المبدء والمعاد. أعنى أن آياتها السبع إيماء إلى عمر الدنيا فإنها سبعة آلاف. ولكل منها دلالة على كيفية ايلاف. والألف الأخير في الضلال كبير. وكان هذا المقام يقتضى هذا الإعلام كما كفلت الذكر إلىٰ معاد من ائتِناف. وحاصل الكلام أن الفاتحة حصن حصين. ونور مبين. ومُعلّم ومُعين. وإنها يحصن أحكام القرآن من الزيادة والنقصان. كتحصين الثغور بامرار الأمور. ومثلها كمثل ناقة تحمل كل ما تُحتاج إليه. وتوصل إلى ديار الحِبّ من ركب عليه. وقد حُمل عليها من كل نوع الأزواد والنفقات. والثياب والكسوات. أو مثلها كمثل بركة صغير. فيها ماء غزير. كأنها مجمع بحار. أو مجرى قلهذم زخار. وإنى أرى أن فوائد هذه السورة الكريمة

اس تعداد میں حصر کرنا مبدء سے معاد تک کے زمانے کی طرف ایک اشارہ ہے یعنی اس کی سات آیات دنیا کی عمر کی طرف اشارہ کرتی ہیں پس وہ سات ہزار سال ہے۔ان آیات میں سے ہر ایک آیت گزشتہ ہزار سالوں کی کیفیت پر دلالت کرتی ہے اور یہ آخری ہزار سال تو گمراہی میں بہت بڑھا ہوا ہے ۔ یہ مقام اس مدّت کے بیان کرنے کا تقاضا کرتا ہے جیسا کہ سورۃ فاتحہ آغاز سے انجام تک کے مضامین کی متکفل ہے۔حاصل کلام یہ کہ فاتحہ ایک حِصنِ حَصِین اور نُورِ مُبین ہے ۔ معلّم اور مددگار ہے ۔ یہ قرآن کے احکام کو ہر قسم کی کمی بیشی سے محفوظ رکھتی ہے جیسے اعلیٰ حُسنِ انتظام سے سرحدوں کی حفاظت کی جاتی ہے۔اس کی مثال اُس اونٹنی کی طرح ہے جو ضرورت کی ہر چیز کو اپنی پشت پر لادے ہوئے ہے اور اپنے سوار کو دیارِ حبیب تک پہنچاتی ہے۔جس پر ہر قسم کا زاد ونفقہ اور پارچات ولباس لادا گیا ہو۔یا اُس کی مثال اُس چھوٹے سے تالاب کی سی ہے جس میں بہت پانی ہے۔گویا کہ وہ مجمعِ بحار ہے یا بحرِ زخّار کی گزرگاہ۔میں دیکھتا ہوں کہ اس سورۂ کریمہ کے فوائد ومحاسن بے حد وحساب ہیں۔

﴿۷۷﴾

ونفائسها لا تُعدّ ولا تُحصٰی. ﴿۷۸﴾ وليس فی وُسع الإنسان أن يحصيها وإن أنفد عمرًا فی هذا الهوٰی.

اور انسان کے بس میں نہیں کہ وہ ان کا شمار کر سکے۔ خواہ وہ اس تمنا میں اپنی تمام عمر خرچ کر دے۔

وإن أهل الغیّ والشقاوة. ما قدروها حق قدرها من الجهل والغباوة. وقرأوها فما رأوا طلاوتها مع تكرار التلاوة. وإنها سورة قوی الصَّول علی الكفرة. سريع الأثر علی الأفئدة السليمة. ومن تأمّلها تأمّل المنتقد. وداناها بفكر منير كالمصباح المتّقد. ألفاها نور الأبصار ومفتاح الأسرار. وإنه الحق بلا ريب. ولا رجم بالغيب. وإن كنتَ فی شكٍّ فقم وجرّب واترك اللغوب والأيْن. ﴿۷۹﴾ ولا تسأل عن كيف وأينَ. ومن عجائب هذه السورة أنها عرَّف اللّٰه بتعريف ليس فی وُسع بشرٍ أن يزيد عليه. فندعو اللّٰه أن يفتح بيننا وبين قومنا بالفاتحة. وإنّا توكّلنا عليه. آمين يا رب العالمين.

گمراہوں اور بدبختوں نے اپنی جہالت اور کند ذہنی کے باعث اس سورہ کی کَمَاحَقّہٗ قدر نہیں کی اُنہوں نے اسے پڑھا لیکن اس کی بار بار تلاوت کرنے کے باوجود انہوں نے اس کی حُسن وخوبی کو نہ جانا نہ پہچانا۔ یہ سورۃ کافروں پر ایک بھرپور یلغار ہے۔ ہر قلبِ سلیم پر سَریع الاثر ہے۔ جو بھی چھان بین کرنے والے کی طرح اس پر غور کرے گا اور روشن چراغ کی طرح روشن فکر سے اس کا قریب سے مطالعہ کرے گا تو وہ اُسے آنکھوں کا نُور اور اسرار کی کلید پائے گا۔ اور یہ بلا شبہ مجسم حق ہے اٹکل پچو نہیں۔ اے مخاطب اگر تجھے اس پر شک ہے تو اٹھ اور تجربہ کر، سُستی اور کاہلی چھوڑ اور ادھر اُدھر کے بیجا سوال نہ کر۔ اس سورۃ کے عجائبات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی وہ معرفت عطا کی ہے کہ کسی انسان کے بس میں نہیں کہ اس پر اضافہ کر سکے۔ ہم اللہ سے دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان سورۃ فاتحہ کے ذریعہ فیصلہ فرمائے ہمارا اُسی کی ذات پر توکل ہے۔ آمِین یَا رَبَّ العَالَمِین۔

الباب الثانی

فی شرح ما یقال عند تلاوۃ الفاتحۃ و القرآن العظیم اعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

اِعْلَم یا طالب العرفان. أنه من أحلّ نفسه محل تلاوۃ الفاتحۃ والفرقان. فعلیه أن یستعیذ من الشیطان. کما جاء فی القرآن. فإن الشیطان قد یدخل حِمی الحضرۃ کالسارقین. و یدخلّ الحرم العاصم للمعصومین. فأراد اللّٰہ أن یُنجّی عبادہ من صول الخنّاس. عند قراءۃ الفاتحۃ وکلام ربّ الناس. ویدفعه بحربۃ منه ویضع الفاس فی الرأس. ویُخلّص الغافلین من النعاس. فعلّم کلمۃ منه لطرد الشیطان المدحور إلی یوم النشور. و کان سرّ هذا الأمر المستور. أن الشیطان قد عادی الإنسان من الدهور. وکان یُرید إهلاکه من طریق الاخفاء والدمور. وکان أحبّ الأشیاء إلیه تدمیر الإنسان.

دوسرا باب

فاتحہ اور قرآن عظیم کی تلاوت سے قبل ادا کئے جانے والے کلمات یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم کی تشریح

اے طالب معرفت! یہ جان لے کہ جو شخص فاتحہ اور فرقانِ حمید کی تلاوت کرنے لگے تو اس پر لازم ہے کہ جیسا کہ قرآن میں آیا ہے کہ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْشَیْطٰنِ الرَّجِیْم پڑھ کر شیطان سے پناہ مانگے۔ کیونکہ شیطان ربّ العزت کے مرغزار میں اور اس کے حرم میں جو اس کے معصوم بندوں کے لئے مخصوص ہے چوروں کی طرح داخل ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ نے ارادہ فرمایا کہ وہ سورۃ فاتحہ اور ربّ الناس کا کلام پڑھتے وقت شیطان کے حملے سے اپنے بندوں کو نجات دلائے اور اپنے حربہ سے اس کو دور ہٹائے اور اس کے سر پر کلہاڑا چلائے اور غافلوں کو خوابِ غفلت سے نجات دلائے۔ سو اُس نے مردود شیطان کو روزِ قیامت تک مار بھگانے کے لئے اپنی جناب سے ایک کلمہ (تعوّذ) سکھایا۔ اس امر نہاں کا راز یہ ہے کہ شیطان زمانوں سے انسان کا دشمن ہے اور وہ مخفی طریق سے اسے تباہ اور ہلاک کرنا چاہتا ہے۔ انسان کو ہلاک کرنا اُس کا سب سے محبوب مشغلہ ہے۔ اس غرض سے اس

﴿۸۰﴾

ولـذالك الـزم نـفسـه أن تُصغى إلى كل أمر ينزل من الـرحـمٰن. لدعوة الناس إلى الجنان. ويبذل جهده للإضلال والافتنان. فقدّر الله له الخيبة والقوارع ببعث الأنبياء. وما قتله بل أنظره إلى يومٍ تُبعث فيه الموتى بإذن الله ذى العزة والعلاء. وبشّر بقتله فى قوله الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ. فتلك هى الكلمة التى تُقرأ قبل قوله: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وهذا الرجيم هو الذى ورد فيه الوعيد. أعنى الدجّال الذى يقتله المسيح المبيد. والرجم القتل كما صُرّح به فى كتب اللسان العربية. فالرجيم هو الداجل الذى يُغال فى زمان من الأزمنة الآتية. وعدٌ من الله الذى يخول على أهله ولا تبديل للكلم الإلٰهية. فهذه بشارة للمسلمين من الله الرّحيم. وإيماءٌ إلى أنه

﴿٨١﴾ ﴿٨٢﴾

نے اپنے اوپر یہ لازم کرلیا ہے کہ وہ خدائے رحمٰن کے حکم پر جو وہ لوگوں کو بہشت بریں کی طرف بلانے کے لئے نازل فرماتا ہے کان لگائے رکھے اور گمراہی اور فتنہ سازی کے لئے اپنی پوری کوشش صرف کرے۔ سو اللہ نے انبیاء کی بعثت کے ذریعہ سے اُس کے لئے نامرادی اور صدمات مقدّر کر دیئے اور اُسے ہلاک نہ کیا بلکہ اُسے اُس دن تک مہلت دی جس میں اللہ بزرگ و برتر کے حکم سے مردے اٹھائے جائیں گے۔ اور اَلشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم کے قول میں اس کی ہلاکت کی خوشخبری دی گئی ہے یہ وہ کلمہ تَعَوّذ ہے جو اللہ کے فرمان بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ سے پہلے پڑھا جاتا ہے اور یہ کہ رَجِیم وہی ہے جس کے بارے میں وعید وارد ہوئی ہے۔ اس سے میری مراد وہ دجّال ہے جسے ہلاک کرنے والا مسیح قتل کرے گا۔ اور جیسا کہ عربی زبان کی کتابوں میں صراحت کی گئی ہے رَجَم کے معنٰی قتل کے ہیں۔ پس رَجِیم وہ دجّال ہے جسے کسی آئندہ زمانے میں قتل کیا جائے گا۔ یہ اُس خدا کا وعدہ ہے جو اپنے بندوں کی نگہداشت کرتا ہے اور کلامِ الٰہی میں کوئی ردّ و بدل ممکن نہیں۔ پس یہ رحیم خدا کی طرف سے مسلمانوں کے لئے خوشخبری ہے اور اس طرف اشارہ ہے کہ وہ

یقتل الدجّال فی وقتٍ کما ھو المفھوم من لفظ الرجیم.	دجّال کو کسی وقت قتل کرے گا جیسا کہ رَجِیْم کے لفظ کا مفہوم ہے۔

اشعار

وَمَعْنَی الرَّجْمِ فِیْ ھٰذَا الْمُقَامِ — کَمَا عُلِّمْتُ مِنْ رَبِّ الْاَنَامِ

جیسا کہ مجھے مخلوقات کے ربّ کی طرف سے علم دیا گیا ہے اس مقام پر رجم کے معنی

ھُوَ الْاِعْضَالُ اِعْضَالُ اللِّئَامِ — وَاِسْکَاتُ الْعِدَا کَھُفِ الظَّلَامِ

درماندہ کرنا۔ یعنی کمینوں کو عاجز کرنا اور دشمنوں کو خاموش کرانا ہیں جو تاریکی کی آماجگاہ ہیں۔

وَضَرْبٌ یَخْتَلِیْ اَصْلَ الْخِصَامِ — وَلَا نَعْنِیْ بِہٖ ضَرْبَ الْحُسَامِ

اور ایسی ضرب جو جھگڑے کی جڑ کاٹ کر رکھ دے۔ اور ضرب سے ہماری مراد تلوار کی ضرب نہیں ہے۔

تَرَی الْاِسْلَامَ کُسِّرَ کَالْعِظَامِ — وَکَمْ مِنْ خَامِلٍ فَاقَ الْعِظَامِ

تو دیکھتا ہے کہ اسلام کو ہڈیوں کی طرح توڑ کر رکھ دیا گیا ہے اور کتنے ہی گمنام ہیں جو عظیم شخصیات سے بھی بلند ہو گئے ہیں۔

فَنَادَی الْوَقْتُ اَیَّامَ الْاِمَامِ — لِتُنْجِی الْمُسْلِمُوْنَ مِنَ السِّھَامِ

پس وقت نے ایک امام کے دِنوں کو آواز دی ہے تا کہ مسلمان تیروں سے بچائے جائیں۔

فَلَا تَعْجَلْ وَفَکِّرْ فِی الْکَلَامِ — اَلَیْسَ الْوَقْتُ وَقْتَ الْاِنْتِقَامِ

پس تو جلدی نہ کر اور (اس) کلام میں غور کر۔ کیا یہ وقت انتقام کا وقت نہیں ہے۔

☆اَتیٰ فَوْجَ الْمَلَآئِکَۃِ الْکِرَامِ — بِکَفِّ الْمُصْطَفٰی اَضْحَی الزِّمَامِ

میں ملائکۂ کرام کے لشکر دیکھتا ہوں (جن کی) باگ ڈور محمّد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ میں دی گئی ہے۔

وقد أتی زمان تھلك فیہ الأباطیل ولا تبقی الزور	اب وہ زمانہ آ گیا جس میں تمام فریب کاریاں تباہ ہو جائیں گی، جھوٹ اور تاریکی باقی نہ رہے گی اور

﴿۸۳﴾

☆ایڈیشن اوّل میں لفظ ''اَتیٰ'' چھپا ہوا ہے۔ جب کہ فارسی ترجمہ کی مناسبت سے ''اَرٰی'' ہونا چاہیئے یا پھر ترجمہ

والظلام. وتفنى المللُ كلها إلّا الإسلام. وتُملأ الأرضُ قسطًا وعدلًا ونورًا. كما كانت مُلئت ظلمًا وكفرًا وجَورًا وزورًا. فهناك تقتل من سبق الوعيد لتدميره. ولا نعنى من القتل إلّا كسر قوّته وتنجية أسيره. فحاصل الكلام أن الذى يُقال له الشيطان الرجيم. هو الدجّال اللئيم. والخنّاس القديم. وكان قتله أمرًا موعودًا. وخطبًا معهودًا. ولذالك ألزم اللّٰه كافّة أهل الملّة. أن يقرء وا لفظ ''الرجيم'' قبل قراءة الفاتحة وقبل البسملة. ليتذكر القارئ أن وقت الدجّال لا يُجاوز وقت قومٍ ذُكروا فى آخر آية من هذه الآيات السبعة. وكان قدر اللّٰه كُتب من بدء الأوان. أنه يقتل الرجيم المذكور فى آخر الزمان. ويستريح العباد من لدغ هذا الثعبان. فاليوم وصل الزمان إلى آخر الدائرة. وانتهى عمر الدنيا كالسبع المثانى إلى

﴿٨٤﴾

بجز اسلام تمام ملّتیں نابود ہو جائیں گی۔ زمین عدل وانصاف اور نُور سے بھر دی جائے گی جیسا کہ اس سے پہلے وہ ظلم وجَور اور کفر اور جھوٹ سے بھری ہوئی تھی۔ پس اُس وقت اُس گروہ دجّال کو جس کی ہلاکت کا وعدہ پہلے سے دیا گیا ہے قتل کیا جائے گا۔ قتل سے ہماری مراد صرف اس کی طاقت توڑ دینے اور اس کے اسیروں کو آزاد کر دینے سے ہے۔ حاصل کلام یہ کہ جسے شَیْطٰنِ الرَّجِیْم کہا گیا ہے وہی لئیم دجّال اور قدیم خنّاس ہے اور اُس کا قتل کیا جانا ایک موعود امر اور معہود مقصد تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ملّتِ اسلامیہ پر یہ لازم کر دیا کہ وہ فاتحہ اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے سے پہلے لفظ رَجِیْم یعنی تَعَوّذ پڑھیں تا کہ یہ پڑھنے والے کے ذہن نشین رہے کہ دجّال کا وقت اُس قوم کے وقت سے تجاوز نہیں کرے گا جن کا ذکر ان سات آیات میں سے آخری آیت میں کیا گیا ہے۔ ابتداءِ آفرینش ہی سے اللہ تعالیٰ کی یہ تقدیر لکھ دی گئی تھی کہ مذکور رَجِیْم (دجّال) آخری زمانے میں قتل کیا جائے گا۔ اور بندے اس اژدھا کے ڈسنے سے نجات پائیں گے۔ پس آج زمانہ اپنے دور کے آخر تک پہنچ گیا ہے اور سَبْعَ مَثَانی کی طرح دنیا کی عمر بھی شمسی اور

السابعة. من الألوف الشمسيّة والقمريّة. اليوم تجلّى الرجيم فی مظهرٍ هو له كالحُلل البروزية. واختتم أمر الغی علی قوم اختتم عليه آخر كلم الفاتحة. ولا يفهم هذا الرمز إلّا ذو القريحة الوقّادة. ولا يُقتل الدجّال إلّا بالحربة السماوية. أی بفضلٍ من اللّٰه لا بالطاقة البشريّة. فلا حرب ولا ضرب ولكن أمرٌ نازلٌ من الحضرة الأحدية. وكان هذا الدجّال يبعث بعض ذراريه فی كل مائة من مئين. ليُضل المؤمنين والموحّدين والصالحين والقائمين على الحق والطالبين. ويهدّ مبانی الدين. ويجعل صحف اللّٰه عضين. وكان وعدٌ من اللّٰه أنه يُقتَل فی آخر الزمان. ويغلب الصلاح على الطلاح والطغيان. وتُبدّل الأرض ويتوب أكثر الناس إلى الرحمٰن. وتُشرِق الأرض بنور ربّها. وتخرج القلوب من ظلمات الشيطان.

قمری حساب سے ساتویں ہزار تک پہنچ چکی ہے۔ آج یہ رجیم شیطان ایسے مظہر میں ظاہر ہوا جو اس کے لئے بروزی پیراھن کی طرح ہے اور گمراہی اس قوم پر ختم ہوگئی ہے جس کا ذکر سورۃ فاتحہ کے آخری الفاظ میں آیا ہے۔ اس رمز کو صرف ایک روشن طبع شخص ہی سمجھ سکتا ہے۔ دجال صرف آسمانی حربہ سے ہی قتل ہوگا۔ یعنی اللہ کے فضل سے نہ کسی بشری طاقت سے۔ پس نہ کوئی جنگ ہوگی اور نہ مار دھاڑ لیکن یہ حضرت احدیّت کی طرف سے نازل ہونے والا امر ہے۔ یہ دجّال ہر صدی میں اپنی کسی نہ کسی ذرّیت کو مؤمنوں، موحّدوں، نیکوں اور حق پر قائم لوگوں اور متلاشیانِ صداقت کو گمراہ کرنے کے لئے بھیجتا رہا ہے تاکہ دین کی بنیادیں گرادے اور اللہ کے صحیفوں کو پارہ پارہ کردے۔ اللہ کا یہ وعدہ تھا کہ وہ دجّال آخری زمانہ میں قتل کیا جائے گا۔ نیکی، فساد اور سرکشی پر غالب آئے گی۔ زمین بدل دی جائے گی اور اکثر لوگ رحمٰن خدا کی طرف رجوع کریں گے اور زمین اپنے ربّ کے نور سے روشن ہوجائے گی اور دل شیطانی تاریکیوں سے باہر آجائیں گے۔

﴿۸۵﴾

﴿۸۶﴾ فهذا هو موتُ الباطل وموت الدجّال وقتل هذا الثعبان. أم يقولون إنه رجل يُقتل في وقت من الأوقات. كلا. بل هو شيطان رجيم أبو السيّئات. يُرجم في آخر الزمان بإزالة الجهلات. واستيصال الخزعبيلات. وعدٌ حقٌّ من الله الرحيم. كما أُشير في قوله: 'الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ''. فقد تمّت كلمة ربّنا صدقًا وعدلًا في هذه الأيام. ونظر الله إلى الإسلام. بعد ما عَنَتْ به البلايا والآلام. فأنزل مسيحه لقتل الخنّاس وقطع هذا الخصام. وما سُمِّيَ الشيطان رجيمًا إلّا على طريق أنباء الغيب. فإن الرّجم هو القتل من غير الرّيب. ولمّا كان القدر قد جرىٰ ﴿۸۷﴾ في قتل هذا الدجّال. عند نزول مسيح الله ذي الجلال. أخبر الله من قبلِ هذه الواقعة تسليةً وتبشيرًا لقوم يخافون أيّام الضلال.

یہی باطل کی موت اور دجّال کی موت اور اس اژدھا کا قتل ہے۔ کیا لوگ یہ کہتے ہیں کہ دجّال ایک شخص ہے جو کسی وقت قتل کیا جائے گا۔ ایسا ہرگز نہیں بلکہ وہ تمام بدیوں کا باپ شَیطان رَجیم ہے جسے آخری زمانے میں جہالتوں کے ازالہ اور بیہودگیوں کی بیخ کنی کے ذریعہ سنگسار کیا جائے گا۔ یہ خدائے رحیم کی طرف سے سچا وعدہ ہے۔ جیسا کہ اللہ کے قول ''الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم'' میں اشارہ کیا گیا ہے۔ اس زمانے میں ہمارے ربّ کی بات سچائی اور انصاف کے لحاظ سے اتمام کو پہنچی۔ اللہ نے اپنی نگاہِ کرم اسلام پر ڈالی بعد اس کے کہ اس پر مصائب و آلام وارد ہوئے۔ پس اللہ نے اپنے مسیح کو اس خنّاس کو قتل کرنے اور اس جھگڑے کو چکانے کے لئے نازل فرمایا اور اخبار غیبیہ کے طریق پر ہی شیطان کا نام رَجِیْم رکھا گیا۔ کیونکہ رَجَم کے معنی بلا شک وشبہ قتل کے ہیں۔ اور چونکہ خدائے ذوالجلال کے مسیح کے نزول کے وقت اس دجّال کے قتل کے بارے میں تقدیر جاری ہو چکی تھی اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ضلالت وگمراہی کے زمانے سے ڈرنے والی قوم کی تسلی اور بشارت کی خاطر اس واقعہ کی پہلے سے خبر دے دی۔

الباب الثالث

فی تفسیر اٰیة

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

إعلم وهب لك اللّٰه علم أسمائه. وهداك إلى طرق مرضاته وسبل رضائه. أن الاسم مشتق من الوسم الذى هو أثر الكيّ فى اللسان العربية. يُقال ''اتّسم الرجل'' إذا جعل لنفسه سِمةً يُعرف بها ويُميّز بها عند العامة. ومنه سمت البعير ووسامه عند أهل اللسان. وهو ما وُسِم به البعير من ضُروب الصور ليُعين للعرفان. ومنه ما يُقال إنّى توسّمتُ فيه الخير. وما رأيت الضير. أى تفرّستُ فما رأيت سمةَ شرٍّ فى محيّاه. ولا أثر خبث فى مَحياه. ومنه الوسمى الذى هو أوّل مطر من أمطار الربيع. لأنه يَسِمَ الأرض إذا نزل كالينابيع.

تیسرا باب

بابت تفسیر آیت

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اللہ آپ کو اپنے اسماء کا علم عطا فرمائے اور اپنی رضا اور خوشنودی کی راہوں کی طرف رہنمائی فرمائے۔ جان لو کہ اِسۡمٌ وسم سے مشتق ہے جس کے معنی عربی زبان میں داغنے کے نشان کے ہیں۔ اِتَّسَمَ الرَّجُلُ کہا جائے، تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اُس شخص نے اپنے لئے ایک نشان مقرر کرلیا جس نشان سے وہ پہچانا جاتا ہے۔ اور اس کے ذریعے عوام میں شناخت کیا جاتا ہے۔ اور اہل زبان کے نزدیک (وَسۡمٌ کے لفظ) سے ہی سِمَةُ الۡبَعِيۡرِ اور وِسَامُ الۡبَعِيۡرِ مشتق ہیں جس کے معنی اونٹ پر داغ دے کر کوئی شکل بنانے کے ہیں تا وہ اس کی شناخت میں ممدّ ہو۔ اسی طرح کہا جاتا ہے: اِنِّی تَوَسَّمۡتُ فِيۡهِ الۡخَيۡرَ وَ مَا رَأَيۡتُ الضَّيۡرَ۔ یعنی میں نے غور کیا اور اُس کے چہرے میں علامات خیر دیکھیں اور برائی کا کوئی نشان نہیں دیکھا اور نہ ہی اس کی زندگی میں خباثت کا کوئی اثر نظر آیا۔ اور وَسۡمٌ سے ہی وَسۡمِیٌّ مشتق ہے جو موسمِ بہار کی پہلی بارش ہے۔ کیونکہ وہ تیز برسنے کے باعث چشموں کی طرح زمین پر اپنے بہاؤ کے نشان چھوڑ جاتی ہے۔

﴿۸۸﴾

ويُقال "أرض موسومة" إذا أصابها الوسمى فى إبّانه. وسكّن قلوب الكفار بجريانه. ومنه موسم الحج والسوق وجميع مواسم الاجتماع. لأنها معالم يجتمع إليها لنوع غرضٍ من الأنواع. ومنه المِيْسَمُ الذى يُطلق على الحسن والجمال. ويستعمل فى نساء ذات ملاحة فى أكثر الأحوال. وقد ثبت من تتبّع كلام العرب ودواوينهم. أنهم كانوا لا يستعملون هذا اللفظ كثيرًا إلّا فى موارد الخير من دنياهم ودينهم. وأنت تعلم أن اسم الشىء عندالعامة ما يُعرف به ذالك الشىء. وأما عند الخواص وأهل المعرفة فالاسم لأصل الحقيقة الفىء. بل لاشكّ أن الأسماء المنسوبة إلى المسمّيات من الحضرة الأحدية. قد نزلت منها منزلة الصور النوعية. وصارت كوكناتٍ لطيورِ المعانىّ والعلوم الحِكَمية. وكذالك اسم الله و

﴿۸۹﴾

﴿۹۰﴾

اسی طرح اَرْضٌ مَوْسُوْمَةٌ ایسی زمین کو کہتے ہیں کہ جب اس پر موسم بہار کی پہلی بارش بر وقت برسے اور وہ خوب برس کر کاشت کاروں کے دلوں کو تسکین بخشے۔ اسی سے لفظ مَوْسَمُ الْحج ، مَوْسَمُ السُّوق اور اجتماعات کے موسم نکلے ہیں۔ کیونکہ وہ معیّن مقامات ہیں جہاں کسی نہ کسی مقصد کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اسی سے لفظ مِیْسَم ہے جس کا اطلاق حُسن و جمال پر ہوتا ہے اور اکثر صورتوں میں اس لفظ کو خوبصورت عورتوں کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے۔ عربی کلام اور اس کے شعری کلام کے مطالعہ سے یہ بات ثابت ہے کہ وہ اس لفظ کو اکثر اپنی دینی اور دنیوی خیر کے مواقع پر ہی استعمال کرتے تھے۔ آپ جانتے ہیں کہ عَامۃ ا لنّاس کے نزدیک اِسْمُ الشَّیءِ کسی چیز کا ایسا نام ہے جس کے ذریعہ سے اس چیز کی شناخت کی جاتی ہے۔ لیکن خواص اور اہلِ معرفت کے نزدیک نام، اصل حقیقت کا ظلّ ہوتا ہے۔ بلکہ یہ امر یقینی ہے کہ اشیاء کے جو نام حضرت احدیّت کی طرف سے ہیں یہ تمام نام ان چیزوں کے لئے ان کی نوعی صورتوں کی حیثیت رکھتے ہیں یہ نام معانی اور علوم حکمیہ کے پرندوں کے لئے بمنزلہ گھونسلوں کے ہیں۔ اسی طرح اس آیت مبارکہ میں اسم اللّٰہ ، اَلرَّحْمٰن،

الرحمٰن و الرحیم فی هذه الآیة المبارکة. فإن کل واحد منها یدل علی خصائصه وهویّته المکتومة. واللّٰه اسمٌ للذات الإلٰهیة الجامعة لجمیع أنواع الکمال. والرحمٰن والرحیم یدلّان علی تحقق هاتین الصفتین لهذا الاسم المستجمع لکل نوع الجمال والجلال. ثم للرحمٰن معنی خاص یختص به ولا یوجد فی الرحیم. وهو أنه مُفیضٌ لوجود الإنسان وغیره من الحیوانات بإذن اللّٰه الکریم. بحسب ما اقتضی الحِکَم الإلٰهیة من القدیم. وبحسب تحمّل القوابل لا بحسب تسویة التقسیم. ولیس فی هذه الصفة الرحمانیة دخل کسبٍ وعملٍ وسعیٍ من القوی الإنسانیة أوالحیوانیة. بل هی مِنّةٌ من اللّٰه خاصة ما سبقها عمل عامل. ورحمته من لدنه عامّة ما مسّها أثر سعیٍ من ناقصٍ أو کامل. فالحاصل أن فیضان الصفة

اور اَلرَّحِیْم ہیں۔ پس ان میں سے ہر ایک نام اس کی خصوصیات اور مخفی کیفیات پر دلالت کرتا ہے۔ اللہ اُس ذاتِ الٰہی کا نام ہے جو تمام کمالات کی جامع ہے اور رحمان اور رحیم دونوں دلالت کرتے ہیں کہ یہ دونوں صفتیں متحقق ہیں اس نام کے لئے جو ہر قسم کے جمال اور جلال کا جامع ہے۔ پھر اَلرَّحْمٰن کے معنی جو خاص طور پر اسی سے مخصوص ہیں اور الرَّحِیم میں نہیں پائے جاتے اور وہ یہ ہیں کہ خدائے کریم کے اذن سے صفتِ رحمٰن وجودِ انسان اور دیگر حیوانات کو قدیم زمانہ سے حکمتِ الٰہیہ کے اقتضاء اور جو ہر قابل کی قابلیت کے مطابق فیضان پہنچا رہا ہے نہ کہ مساوی تقسیم کے طور پر۔ اس صفت رحمانیت میں کسی انسانی یا حیوانی قویٰ کے کسب، عمل اور کوشش کا کوئی دخل نہیں۔ بلکہ یہ محض اللہ کا احسان ہے جس سے پہلے عمل کرنے والے کا عمل موجود نہیں۔ یہ اُس کی جناب سے اُس کی رحمتِ عامہ ہے کسی ناقص یا کامل شخص کی کسی سعی کا نتیجہ نہیں۔ حاصلِ کلام یہ کہ صفت رحمانیت کا فیضان کسی عمل کا نتیجہ اور کسی

﴿۹۱﴾

الرحمانية ليس هو نتيجة عملٍ ولا ثمرة استحقاقٍ. بل هو فضلٌ من اللّٰه من غير إطاعة أو شقاق. وينزل هذا الفيض دائما بمشيّة من اللّٰه و إرادة. من غير شرط إطاعة وعبادة و تُقاة و زهادة. و كان بناءُ هذا الفيض قبل وجود ﴿۹۲﴾ الخليقة وقبل أعمالهم. وقبل جهدهم وقبل سؤالهم. فلأجل ذالك توجد آثار هذا الفيض قبل آثار وجود الإنسان والحيوان. وإن كان ساريًا فى جميع مراتب الوجود والزمان والمكان. والطاعة والعصيان. ألا ترى أن رحمانية اللّٰه تعالى وسعت الصالحين والظالمين. وترى قمره وشمسه يطلعان على الطائعين والعاصين. وانه أعطى كل شيء خلقه وكفّل أمر كلهم أجمعين. وما من دآبّة إلّا على اللّٰه رزقها ولو كان فى السمٰوات أو فى الأرضين. وانه خلق لهم الأشجار وأخرج منها الثمار ﴿۹۳﴾ والزهر والرياحين. وإنها رحمة

استحقاق کا ثمرہ نہیں بلکہ وہ اطاعت یا مخالفت کے بغیر محض اللہ کا فضل ہے اور یہ فیض اطاعت، عبادت، تقویٰ اور زُہد کی شرط کے بغیر اللہ کی مشیّت اور اس کے ارادے سے ہمیشہ نازل ہوتا ہے۔ اور اس فیض کی بنیاد مخلوق کے وجود اور اُن کے اعمال اور اُن کی کوشش اور سوال سے بھی پہلے سے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس فیض کے آثار، وجودِ انسان و حیوان کے آثار سے بھی پہلے سے پائے جاتے ہیں۔ اگرچہ یہ فیض، تمام مراتبِ وجود میں اور زمان و مکان اور حالتِ اطاعت و عصیان میں جاری و ساری رہتا ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیت نیکوں اور ظالموں سب پر وسیع ہے۔ تو دیکھتا ہے کہ اس کا ماہتاب اور اس کا آفتاب، فرمانبرداروں اور نافرمانوں سبھی پر طلوع ہوتا ہے اور اُس نے ہر چیز کو اُس کے مناسب حال، پیدائش بخشی اور ان کے تمام امور کا متکفّل ہوا۔ کوئی چلنے پھرنے والا جاندار نہیں مگر اس کا رزق اللہ پر ہے خواہ وہ آسمانوں میں ہو یا زمینوں میں۔ اُس نے اُن کے لئے درخت پیدا کئے اور ان درختوں کے ذریعے پھل پھول اور خوشبوئیں پیدا کیں۔ یہ ایسی رحمت ہے جسے اللہ نے نفوس کے لئے ان کی

هيّأها اللّٰه للنفوس قبل أن يبرأها وإن فيها تذكرة للمتّقين. وقد أعطى هذه النعم من غير العمل ومن غير الاستحقاق. من اللّٰه الراحم الخلّاق. ومنها نعماء أخرى من حضرة الكبرياء . وهي خارجة من الإحصاء . كمثل خلق أسباب الصحة وأنواع الحيَل والدواء لكل نوع من الدّاء . وإرسال الرسل وإنزال الكتب على الأنبياء . وهذه كلها رحمانية من ربنا أرحم الرحماء . وفضل بحت ليس من عمل عامل ولا من التضرّع والدعاء . وأمّا الرحيميّة فهي فيض أخص من فيوض الصفة الرحمانية. ومخصوصة بتكميل النوع البشرى وإكمال الخلقة الإنسانية. ولكن بشرط السعى والعمل الصالح وترك الجذبات النفسانية. بل لا تنزل هذه الرحمة حق نزولها إلّا بعد الجهد البليغ في الأعمال. وبعد تزكية النفس وتكميل الإخلاص بإخراج بقايا الرياء وتطهير

پیدائش سے پہلے مہیا کیا ۔اس میں متقیوں کے لئے نصیحت ہے۔ یہ سب نعمتیں بغیر عمل اور بغیر استحقاق کے نہایت مہربان اور خَلَّاق اللہ کی طرف سے عطا کی گئی ہیں۔ حضرت کبریاء کی طرف سے ایسی اور بہت سی نعمتیں ہیں جو شمار سے باہر ہیں مثلاً صحت کے اسباب پیدا کرنا، ہر قسم کی بیماری کے لئے جملہ تدابیر اور دوائیں پیدا کرنا ، رسولوں کو مبعوث کرنا، اور نبیوں پر کتابیں نازل کرنا ۔ یہ سب کچھ ہمارے اَرۡحَمُ الرَّاحِمِین ربّ کی رحمانیت ہے۔ اور اس کا خالص فضل ہے جس میں نہ کسی عامل کے عمل کا اور نہ کسی تضرع اور دعا کا دخل ہے۔ اور جو رحیمیّت ہے تو وہ ایسا فیض ہے جو صفت رحمانیّت کے فیوض سے اخصّ ہے۔ اور نوع انسانی کی تکمیل اور انسانی فطرت کو کمال تک پہنچانے کے لئے مخصوص ہے لیکن اس کا حصول کوشش، مناسبِ حال عمل اور نفسانی جذبات کو کلیتًا ترک کرنے سے مشروط ہے بلکہ یہ رحمت اعمال میں پوری کوشش کرنے، نفس کا تزکیہ کرنے، ریاء کے اثرات کو نکال باہر کر کے اخلاص کو کمال

﴿۹۴﴾

البال. وبعد إيثار الموت لابتغاء مرضات اللّٰه ذی الجلال. فطوبی لمن أصابه حظّ من هذه النِعم. بل هو الإنسان وغيره كالنَعم. وههنا سؤال عضال نكتبه فی الكتاب مع الجواب. ليفكّر فيه منۡ كان من أولی الألباب. وهو أن اللّٰه اختار من جميع صفاته صفتی الرحمان والرحيم فی البسملة. وما ذكر صفتا أخری فی هذه الآية. مع أن اسمه الأعظم يستحق جميع ما هو من الصفات الكاملة. كما هی مذكورة فی الصحف المطهّرة. ثم إن كثرة الصفات تستلزم كثرة البركات عند التلاوة. فالبسملة أحق وأولی بهذا المقام والمرتبة. وقد نُدِب لها عند كل أمرٍ ذی بال كما جاء فی الأحاديث النبوية. وإنها أكثر وردًا علی ألسن أهل الملّة. وأكثر تكرارًا فی كتاب اللّٰه

﴿۹۵﴾

تک پہنچانے، قلب کو پاک کرنے اور خدائے ذوالجلال کی خوشنودی کے حصول کی خاطر موت کو ترجیح دینے کے بعد ہی حقیقی طور پر نازل ہوتی ہے۔ پس خوش نصیب ہے وہ شخص جو ان نعمتوں سے بہرہ ور ہے۔ بلکہ وہی تو درحقیقت انسان ہے اور اس کے سوا سب دوسرے چوپایوں کی مانند ہیں۔ یہاں ایک پیچیدہ سوال ہے کہ جسے ہم اس کتاب میں مع جواب تحریر کرتے ہیں تاکہ جو عقلمند ہے اس پر غور کر سکے اور وہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنی کل صفات میں سے صرف دو صفتوں اَلرَّحْمٰن اور اَلرَّحِیْم کو ہی بِسْمِ اللّٰہ میں کیوں منتخب فرمایا ہے اور دوسری صفات کا اس آیت میں ذکر نہیں کیا۔ باوجودیکہ اُس کا اِسمِ اعظم تمام صفاتِ کاملہ کا مستحق ہے۔ جیسا کہ یہ قرآنِ شریف میں مذکور ہے۔ پھر صفات کی کثرت تلاوت کے وقت، برکات کی کثرت کو مستلزم ہے۔ پس آیت بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم اس مقام و مرتبہ کی زیادہ حقدار ہے۔ اور ہر اہم کام کے وقت بِسْمِ اللّٰہ پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے جیسا کہ احادیث نبویہ میں مذکور ہے اور مسلمانوں کی زبانوں پر سب سے زیادہ اس آیت کا ورد ہوتا ہے۔ اور ربّ العزت کی کتاب میں سب سے زیادہ

ذی العزّة . فبأی حکمة و مصلحة لم یُکتب صفاتٌ أخری مع هذه الآیة المتبرّکة. فالجواب أن اللّٰه أراد فی هذا المقام. أن یذکر مع اسمه الأعظم صفتین هما خلاصة جمیع صفاته العظیمة علی الوجه التام. وهما الرحمن والرحیم. کما یهدی إلیه العقل السلیم. فإن اللّٰه تجلّی علی هذا العالم تارة بالمحبوبیة ومرة بالمحبّیة. وجعل هاتین الصفتین ضیاءً ینزل من شمس الربوبیّة علی أرض العبودیّة. فقد یکون الرب محبوبًا والعبد مُحِبًّا لذالك المحبوب. وقد یکون العبد محبوبًا والرب مُحبًّا له وجاعله کالمطلوب. ولا شك أن الفطرة الإنسانیة التی فُطرت علی المُحبّة والخلّة ولوعة البال. تقتضی أن یکون لها محبوبًا یجذبها إلی وجهه بتجلّیات الجمال والنعم والنوال. وأن یکون له مُحِبًّا

﴿۹۶﴾ اسی کا تکرار ہے۔ پھر کس حکمت اور مصلحت کی وجہ سے اس متبرک آیت کے ساتھ دوسری صفات نہیں لکھی گئیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر ارادہ فرمایا کہ وہ اپنے اِسمِ اعظم (اللہ) کے ساتھ ان دو صفتوں کا ذکر فرمائے جو اس کی تمام صفاتِ عظیمہ کا پورے طور پر خلاصہ ہیں۔ اور وہ دو صفات اَلرَّحْمٰن اور اَلرَّحِیْم ہیں جیسا کہ عقل سلیم بھی اس کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اس عالم میں کبھی تو شانِ محبوبیّت کے ساتھ تجلّی فرماتا ہے اور کبھی مُحِبِّیَّت کی صورت میں۔ اور اس نے ان دو صفتوں کو ایسی روشنی قرار دیا ہے جو ربوبیّت کے سورج سے عبودیّت کی سرزمین پر نازل ہوتی ہے۔ سو اس طرح کبھی ربّ مَحبوب بن جاتا ہے اور بندہ اُس مَحبوب کا مُحِبّ۔ اور کبھی بندہ مَحبوب بن جاتا ہے اور ربّ اُس کا مُحِبّ ہوجاتا ہے اور اُسے اپنا مطلوب بنا لیتا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ انسانی فطرت جس میں محبت، دوستی اور سوزِ دل رکھ دیا گیا ہے۔ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ اس کا کوئی محبوب ہو جو اپنی تجلّیاتِ جمال اور انعام و احسان کے ذریعے اُسے اپنی جانب کھینچے اور اُس کا ایسا غمخوار مُحِبّ ہو جو خطرات اور ﴿۹۷﴾

مُـواسيًـا يُتَـدارِكُ عند الأهوال وتشتـت الأحوال. ويحفظها من ضيـعة الأعـمـال. ويـوصلها إلى الآمـال. فـأراد الـلّٰه أن يُعطيها ما اقتـضتها ويُتمّ عليها نعمه بـجوده الـعـميـم. فتـجـلّى عليها بصفتيه الـرحـمٰن والرحيم☆. ولا ريب أن هـاتيـن الـصفتين هما الوُصلة بيـن الـربوبية والعبودية. وبهـما يتم دائرة السلـوك والمعارف الإنسـانية. فـكـل صـفةٍ بـعدهما داخـلة فـي أنـوارهما. وقطرة من

﴿۹۸﴾

پراگندگیٔ احوال میں اس کی مدد کو پہنچے۔ اور فطرت کو اعمال کے ضیاع سے بچائے۔ اور اُسے اُس کی تمنّاؤں تک پہنچائے۔ پس اللہ نے چاہا کہ جس کا فطرت تقاضا کرتی ہے اُسے وہ عطا فرمائے اور اپنی وسیع عطاء سے اُس پر اتمام نعمت کرے۔ اس لئے اُس نے اپنی دو صفتوں اَلـرَّحْـمٰن اور اَلـرَّحِیْم کے ساتھ اس پر تجلّی فرمائی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں صفتیں ربوبیّت اور عبودیّت کے درمیان ایک واسطہ ہیں اور ان دونوں کے ذریعہ سلوک اور انسانی معارف کا دائرہ مکمل ہوتا ہے۔ پس ان کے علاوہ باقی تمام صفات انہی

☆**الحاشية**. قدعرفت ان اللّٰه بصفة الرحمٰن ينزل على كل عبد من الانسان والحيوان والكافر و اهـل الايمان انواع الاحسان والامتنان. بغير عمل يجعلهم مستحقين في حضر الديّان. اذ لاشكّ ان الاحسان علٰى هٰذا المِنوال يجعل المحسن محبوبًا في الحال فثبت ان الافاضة على الطريقة الرحمانية. يظهر في اعين المستفيضين شان المحبوبيّة. واما صفة الرحيميّة. فقد الزمت نفسها شان المحبّية. فان اللّٰه لا تتجلّٰى☆ علٰى احدٍ بهذا الفيضان الّا بعد ان يحبّه و يرضٰى به قولا و فعلا من اهل الايمان. منه

حاشیہ۔ تو جانتا ہے کہ اللہ اپنی صفت رحمٰن کے ساتھ ہر انسان، حیوان، کافر اور مومن بندے پر اپنے گوناگوں احسانات اور نوازشیں نازل فرماتا ہے۔ اُن کے کسی عمل کے بغیر جو جزا سزا کے مالک کی بارگاہ میں انہیں ان کا مستحق بنادے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طریق پر احسان کرنا محسن کو فوراً محبوب بنادیتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ رَحْمَانِیّت کے طریق پر فیض رسانی فیض پانے والوں کی نگاہوں میں اُس کی شانِ محبوبیت ظاہر کرتی ہے اور جو رحیمیّت کی صفت ہے تو اس نے اپنے آپ کو شان مُحِبِّیّت سے لازم کرلیا ہے۔ پس اللہ مؤمنوں میں سے کسی ایک پر اس فیضان کی تجلّی صرف اُس وقت فرماتا ہے جب وہ اُس سے محبت کرے اور قولاً و فعلاً اُس پر راضی ہو۔ منه

☆سہو کتابت ہے درست یتجلّٰی ہے (ناشر)

بحارهما. ثم إن ذات الله تعالٰى كما اقتضت لنفسها أن تكون لنوع الإنسان محبوبة ومُحبّة. كذالك اقتضت لعباده الكُمّل أن يكونوا لبنى نوعهم كمثل ذاته خُلُقًا وسيرة. ويجعلوا هاتين الصفتين لأنفسهم لباسًا وكسوةً. ليتخلّق العبودية بأخلاق الربوبية. ولا يبقى نقص فى النشأة الإنسانية. فخلق النبيين والمرسلين. فجعل بعضهم مظهر صفته الرحمان وبعضهم مظهر صفته الرحيم. ليكونوا محبوبين ومُحبين ويُعاشروا بالتحابب بفضله العظيم. فأعطى بعضهم حظًّا وافرًا من صفة المحبوبية. وبعضًا آخر حظًّا كثيرًا من صفة المُحبيّة. وكذالك أراد بفضله العميم. وجوده القديم. ولَمّا جاء زمن خاتم النبيين. وسيدنا محمد سيد المرسلين. أراد هو سبحانه أن يجمع هاتين الصفتين فى نفسٍ واحدةٍ. فجمعهما فى

دوصفتوں کے اَنوار میں داخل ہیں اور انہی کے سمندروں کا قطرہ ہیں۔ پھر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات اپنے لئے تقاضا کرتی ہے کہ وہ نوعِ انسان کے لئے محبوب ہو اور محبّ بھی۔ اسی طرح اُس نے اپنے کامل بندوں کے لئے یہ چاہا ہے کہ وہ بھی بنی نوع انسان کے لئے خُلق اور سیرت میں اُس کی ذات کی مانند ہوں اور وہ اِن دونوں صفتوں کو اپنے لئے لباس و پوشاک بنائیں تا کہ عبودیّت ربوبیّت کے اخلاق اپنا لے اور انسانی نشوونما میں کوئی نقص باقی نہ رہ جائے۔ اسی لئے اللہ نے نبیوں اور مُرسلوں کو پیدا فرمایا اور ان میں سے بعض کو اپنی صفت رَحمان کا مظہر بنایا اور بعض کو اپنی صفت رَحِیم کا مظہر، تا کہ وہ بھی محبوب اور مُحبّ بن جائیں اور اُس کے فضلِ عظیم کے ساتھ ایک دوسرے سے باہمی محبت سے زندگی بسر کریں۔ سو اُس نے بعض کو صفت محبوبیّت سے وافر حصہ عطا فرمایا اور بعض کو صفت محبیّت سے کثیر حصہ عطا فرمایا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ نے اپنے وسیع فضل اور دائمی کرم سے ارادہ فرمایا۔ اور پھر جب خاتم النبیّین اور سیّد المرسلین سیّدنا محمد ﷺ کا زمانہ آیا تو اللہ سُبحَانَہٗ نے ارادہ فرمایا کہ وہ ان دونوں صفتوں کو ایک نفس میں جمع کردے۔ سو اُس

﴿۹۹﴾

نـفسـه عليه ألف ألف صـلوة و تـحية. فـلذالك ذكر تخصيصًا صـفة الـمحبوبية والمحبّية على رأس هذه السورة. ليكون إشارة إلـى هذه الإرادة. وسـمّـى نبينـا مـحمّدًا وأحمد كما سمّى نفسه الرحمان والرحيم فى هذه الآية. فهذه إشارة الٰى أنّه لا جامع لهما عـلـى الـطـريقة الظلية إلّا وجود سيدنا خير البريّة. وقد عرفتَ أن هاتين الصفتين أكبر الصفات من صـفات الـحضرة الأحـدية. بل هـما لبّ اللباب وحقيقة الحقائق لـجـميع أسمائه الصفاتية. وهما معـيـار كـمـال كل من استكمل وتـخـلّق بـالأخـلاق الإلهية. ومـا أُعـطـى نـصيبًـا كاملا منهما إلّا نبيّنا خاتم سلسلة الـنبوّة. فـإنّـه أُعطى اسـمـيـن كـمـثـل هــاتـيـن الصفتين. اوّلـهـمـا مـحـمـد و الثانى احمد من فـضل ربّ الكونين. اما محمد فقد

﴿۱۰۰﴾

نے ان دونوں صفتوں کو آپؐ کی ذات میں جمع کر دیا۔ لاکھوں درود اور سلام ہوں آپ پر۔ اِسی وجہ سے اللہ نے اِس سورۃ کے آغاز ہی میں مَحبوبیّت اور مُحِبِّیت کی صفات کا خاص طور پر ذکر فرمایا ہے تا کہ اس ارادے کی جانب اشارہ ہو جائے۔ اور اس نے ہمارے نبیؐ کا نام محمّد اور احمد رکھا جیسا کہ اس نے اپنا نام اس آیت میں رَحْمٰن اور رَحِیم رکھا ہے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ ظلّی طور پر سیّدنا خیرا لبریہ محمد ﷺ کے وجود کے علاوہ کوئی اور ان دوصفتوں کا جامع نہیں۔ اور تو جان چکا ہے کہ یہ دو صفتیں اللہ تعالیٰ کی تمام صفات میں سے سب سے بڑی صفات ہیں بلکہ یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے جمیع صفاتی ناموں کا لُبِّ لباب اور حقائق کی اصلیت ہیں۔ اور یہ ہر اُس شخص کے کمال کی کسوٹی ہیں جو طالبِ کمال ہے اور اخلاق الٰہیہ کو اپنانا چاہتا ہے اور ان دونوں صفات سے کامل حصہ صرف اور صرف ہمارے نبی ﷺ کو دیا گیا ہے جو سلسلۂ نبوت کے خاتم ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپؐ کو ان دونوں صفات کی مانند ربّ کونین کے فضل سے دو نام عطا کئے گئے ہیں۔ ان میں سے پہلا نام محمد ہے اور دوسرا احمد۔ جہاں تک محمّد کا تعلق ہے

ارتــدی رداء صـفـت الـرحـمٰن. وتـجـلّـی فـی حُـلـل الـجـلال والـمـحـبـوبیّة. وحُـمِّـدَ لبـرٍّ مـنـه والإحسـان. وأمّـا أحمد فتجلّی فی حلّة الرحیمیّة والمُحبّیة والجمالیة. فـضلا من اللّٰه الذی یتولی المؤمنین بـالـعـون والنصرة. فصار اسما نبیّنا بـحـذاء صـفـتی ربّنا المنّان. کصورٍ مُـنعکسةٍ تُظهرها مرآتان متقابلتان. وتـفـصـیـل ذالك أن حـقیقة صفة الـرحـمـانیة عـند أهل العرفان. هی إفـاضة الـخیر لـکل ذی روح من الإنسـان وغیر الإنسان. من غیر عمل سابقٍ بل خالصًا علی سبیل الامتـنـان. ولا شك ولا خلاف أن مثل هذه المنّة الخالصة. التی لیسـت جـزاء عـمـل عـامل من البـریّة. هـی تـجـذب قـلـوب الـمـؤمـنـیـن إلـی الثنـاء والمدح والمحمدة. فیحمدون المحسنَ ویُثـنـون عـلـیـه بخلوص القلوب وصـحـة الـنیّة. فـیکون الرحمان مُـحَـمّـدًا یقینا من غیر وهم یجرّ

تو یہ صفت رحمٰن کی چادر اوڑھے ہوئے ہے اور جلال اور محبوبیت کے لبادے میں تجلّی فرما ہے اور آپؐ کی نیکی اور احسان کی وجہ سے ستائش کی گئی۔ اور اِسم احـمـد نے خدا تعالیٰ کے فضل سے جو مؤمنوں کی مدد اور نصرت کا متولّی ہے رحیمیّت محبیّت اور جمال کے لباس میں تجلّی فرمائی۔ ہمارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ دونوں نام (محمّد اور احمد) ہمارے ربّ مَنَّان کی دو صفات (اَلرَّحْمٰن اور اَلرَّحِیْم) کے مقابل ہیں۔ جو اُن منعکس صورتوں کی طرح ہیں جنہیں دو متقابل آئینے ظاہر کرتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اہلِ عرفان کے نزدیک صفت رَحْـمَانیّت کی حقیقت یہ ہے کہ رَحْـمَانیّت ہر ذی روح، انسان یا غیر انسان کے لئے خیر کی فیض رسانی ہے جو کسی پہلے عمل کے بغیر خالصتاً بَرسبیلِ احسان ہوتی ہے۔ اس میں نہ تو کوئی شک ہے اور نہ کوئی اختلاف ہے کہ اس قسم کا خالص احسان جو مخلوق میں سے کسی کام کرنے والے کے کام کا صِلہ نہ ہو مؤمنوں کے دلوں کو ثنا، مَدح اور حَمد کی طرف کھینچتا ہے۔ پس وہ اپنے محسن کی خلوصِ قلب اور صحتِ نیّت سے مدح و ثنا کرتے ہیں اس طرح بغیر کسی وہم کے جو شک و شبہ میں ڈالے رحمان یقیناً محمد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایسی

﴿۱۰۱﴾ ﴿۱۰۲﴾

إلى الريبة. فإن المنعم الذى يُحسن إلى الناس من غير حقٍّ بأنواع النعمة. يحمده كل من أُنعم عليه. وهذا من خواص النشأة الإنسانية. ثم إذا كمل الحمد بكمال الإنعام. جذب ذالك إلى الحب التام فيكون المحسن مَحمّدًا ومحبوبًا فى أعين المحبّين فهذا مآل صفة الرحمان ففكر كالعاقلين. وقد ظهر من هذا المقام لكل من له عرفان. أن الرحمن محمّدٌ وأن محمّدًا رحمان. ولا شكّ أن مآلهما واحدٌ. وقد جهل الحق من هو جاحدٌ. وأمّا حقيقة صفة الرحيمية. وما أُخفى فيها من الكيفية الروحانية. فهى إفاضة إنعامٍ وخيرٍ على عملٍ من أهل مسجدٍ لا من أهل دَيْرٍ. وتكميل عمل العاملين المخلصين. وجبر نقصانهم كالمتلافين والمعينين والناصرين. ولا شك أن هذه الإفاضة فى حكم الحمد من الله الرحيم. فإنه لا يُنزِل هذه

﴿۱۰۳﴾

انعام کرنے والی ہستی جو لوگوں پر بغیر کسی حق کے طرح طرح کے احسان کرے، اُس ہستی کی ہر وہ شخص حمد کرے گا جس پر انعام و اکرام کیا جاتا ہے اور یہ انسانی خِلقت کا خاصّہ ہے۔ پھر جب اتمام نعمت کے مطابق حمد اپنے کمال کو پہنچ جائے تو وہ کامل محبت کی جاذب بن جاتی ہے۔ ایسا محسن اپنے محبوں کی نگاہ میں محمّد اور محبوب ہو جاتا ہے۔ اور یہ صفت رحمانیت کا نتیجہ ہے۔ پس عقلمندوں کی طرح غور و فکر کر۔ اس جگہ پر ہر صاحبِ عرفان پر واضح ہو گیا ہے کہ رَحمٰن محمّد ہے اور محمّد رحمٰن ہے۔ بلا شبہ دونوں (محمّد اور رحمٰن) کا نتیجہ ایک ہی ہے۔ پس اُس نے حق کو شناخت نہ کیا جس نے انکار کیا۔ اور جہاں تک صفتِ رحیمیّت کی حقیقت اور اس میں پنہاں روحانی کیفیت کا تعلق ہے تو وہ اہلِ مسجد کے اعمال پر انعام و برکت کا فیض ہے نہ کہ اہل دَیر پر۔ اور مخلص کام کرنے والوں کے اعمال کی تکمیل اور تلافی کرنے والوں اور معاونوں اور مددگاروں کی طرح اُن کی کوتاہیوں کا تدارک مقصود ہے اور بلا شبہ یہ افاضہ رحیم خدا کے تعریف کرنے کے حکم میں ہے کیونکہ وہ اپنی یہ رحمت کسی عمل کرنے والے پر صرف اُس

الرحمة على عاملٍ إلّا بعد ما حمده على نهجه القويم. ورضى به عملا ورآه مُستحقًّا للفضل العميم. ألا ترى أنه لا يقبل عمل الكافرين والمشركين والمرائين والمتكبّرين. بل يُحبط أعمالهم ولا يهديهم إليه ولا ينصرهم بل يتركهم كالمخذولين. فلا شكّ أنّه لا يتوب إلى أحدٍ بالرحيمية ولا يُكمّل عمله بنصرة منه والإعانة. إلّا بعد ما رضى به فعلا وحمده حمدًا يستلزم نزول الرحمة. ثم إذا كمل الحمد من اللّٰه بكمال أعمال المخلصين. فيكون اللّٰه أحمد و العبد محمّدًا. فسبحان اللّٰه أوّل المحمّدين والأحمدين. وعند ذالك يكون العبد المخلص فى العمل محبوبًا فى الحضرة. فإن اللّٰه يحمده من عرشه. وهو لا يحمد أحدًا إلّا بعد المحبّة. فحاصل الكلام ان كمال الرحمانية يجعل اللّٰه مُحمّدًا

وقت نازل کرتا ہے جب وہ صحیح طریق پر اُس کی تعریف کرتا اور اس کے عمل پر راضی ہوتا ہے اور اُسے فضلِ عمیم کا مستحق پاتا ہے۔ کیا تجھے یہ نظر نہیں آتا کہ وہ کافروں، مشرکوں، ریاکاروں اور متکبروں کے عمل کو قبول نہیں کرتا بلکہ وہ ان کے اعمال ضائع کر دیتا ہے اور انہیں اپنی طرف ہدایت نہیں دیتا اور نہ اُن کی مدد کرتا ہے بلکہ انہیں بے یار و مددگار لوگوں کی طرح چھوڑ دیتا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ کسی شخص کی طرف اپنی صفت رحیمیّت کے ساتھ متوجہ نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کے عمل کو اپنی مدد اور اعانت سے مکمل فرماتا ہے مگر اُس وقت جب وہ اُس کے کام سے راضی ہو جائے اور اس کی کامل تعریف کرے جو نزولِ رحمت کو مستلزم ہے۔ پھر جب مخلصین کے اعمال کے کمال پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حمد کمال کو پہنچ جائے تو اللہ احمد ہو جاتا ہے اور بندہ محمّد۔ وہ اللہ پاک ہے جو سب سے پہلا محمد اور سب سے پہلا احمد ہے۔ اس وقت مخلص بندہ بوجہ عمل بارگاہِ الٰہی میں محبوب ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اللہ اپنے عرش سے اُس کی تعریف کرتا ہے اور اللہ محبت کے بعد ہی کسی کی حمد کرتا ہے۔ حاصل کلام یہ کہ کمالِ رحمانیّت، اللہ کو محمّد اور

﴿۱۰۴﴾

ومحبوبًا. ویجعل العبد أحمد ومُحِبًّا یستقری مطلوبًا. وکمال الرحیمیة یجعل اللّٰہ أحمد ومُحِبًّا. ویجعل العبد مُحمّدًا وحِبًّا. وستعرف من ھذا المقام شأن نبیّنا الإمام الھمام. فإن اللّٰہ ﴿۱۰۵﴾ سمّاہ مُحَمّدًا وأحمد وما سمّا بھما عیسیٰ ولا کلیمًا. وأشرکہ فی صفتیہ الرحمان والرحیم بما کان فضلہ علیہ عظیمًا. وما ذکر ھاتین الصفتین فی البسملة إلّا لیعرف الناس أنھما للّٰہ کالاسم الأعظم وللنبی من حضرتہ کالخلعة. فسمّاہ اللّٰہ محمدًا إشارة إلی ما فیہ من صفة المحبوبیة. وسمّاہ أحمد إیماءً إلی ما فیہ من صفة الْمُحبّیة. أمّا محمد فلأجل أن رجلا لا یحمدہ الحامدون حمدًا کثیرًا إلّا بعد أن یکون ذالک الرجل محبوبًا. وأمّا أحمد فلأجل أن حامدًا لا

محبوب بنا دیتی ہے اور بندے کو احمد اور ایسا محبّ بنا دیتی ہے جو محبوب کا متلاشی ہوتا ہے۔ اور کمالِ رحیمیّت اللہ کو احمد اور محبّ بنا دیتی ہے اور بندے کو محمّد اور محبوب۔ اس مقام سے آپ عالی مرتبہ امام ہمارے نبیؐ کی شان معلوم کر سکتے ہیں۔ یقیناً اللہ نے آپ کا نام محمّد اور احمد رکھا اور ان دوناموں سے (حضرت) عیسیٰ اور موسیٰ کلیم اللہ کو موسوم نہ فرمایا اور اس نے آپ (ﷺ) کو ہی اپنی دو صفات رحمٰن اور رَحیم میں شامل فرمایا اس لئے کہ آنحضورؐ پر اللہ کا فضل عظیم ہے۔ اور بِسم اللّٰہ میں ان دونوں صفات کا ذکر کرنا صرف اس وجہ سے ہے کہ تمام لوگ جان جائیں کہ یہ دونوں صفات اللہ کے لئے بطور اِسْم اَعظَم ہیں اور نبی کریمؐ کے لئے جنابِ الٰہی سے بطور خلعت ہیں۔ آپؐ میں جو صفت محبوبیّت ہے اس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اللہ نے آپ کا نام محمّد رکھا اور آپؐ میں جو صفت محبیّت ہے اُس کی طرف اشارہ کرنے کے لئے اللہ نے آپؐ کا نام احمد رکھا۔ محمّد اس لئے کہ تعریف کرنے والے کسی شخص کی بہت زیادہ تعریف اُس وقت تک نہیں کر سکتے جب تک وہ شخص محبوب نہ ہو۔ اور احمد اس لئے

يـحـمـد أحـدًا بـحـمـدٍ كـاثر إلّا الـذی يُـحبّه ويجعله مطلوبًا. فلا شك أن اسـم مـحـمـد يوجد فيه معنى المحبوبيّة بدلالة الالتزام. وكـذالك يـوجد فی اسم أحمد مـعـنـی الْـمُـحبّية من اللّٰـه ذی الأفـضـال والإنـعام. ولا ريب أن نبيّـنـا سُـمّی محمّدًا لما أراد اللّٰه أن يـجـعـلـه مـحـبـوبًا فی أعينه و أعيـن الـصـالـحيـن. وكذالك سـمّـاه أحمد لما أراد سبحانه أن يـجـعـلـه مُـحِـبَّ ذاتِـه ومُحبَّ المؤمنين المسلمين. فهو محمد بشـأن وأحـمـد بشـأن. واختصّ أحـد هـذيـن الاسـمـين بـزمـان والآخـر بـزمـان. وقـد أشار اليـه سبحانه فی قوله "دَنَا فَتَدَلّٰى"[۱] وفی "قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى".[۲]

﴿۱۰۶﴾ کہ کوئی تعریف کرنے والا کسی کی بہت تعریف نہیں کرسکتا سوائے اُس کے جس سے وہ محبت کرے اور اُسے اپنا مطلوب بنا لے۔ پس کوئی شک نہیں کہ اِسم محمّد میں لازمی دلالت کے طور پر محبوبیّت کا مفہوم پایا جاتا ہے اور اسی طرح تمام فضلوں اور انعاموں کے مالک اللہ کی طرف سے احمد کے نام میں محبیّت کا معنیٰ پایا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمارے نبی کا نام اس لئے محمّد رکھا گیا کیونکہ اللہ نے ارادہ فرمایا کہ وہ آپؐ کو اپنی نظر میں اور صالحین کی نظر میں محبوب بنائے۔ اور اسی طرح اس نے آپؐ کا نام احمد رکھا کیونکہ اللہ سُبْحَانَهٗ نے ارادہ فرمایا کہ وہ آپؐ کو اپنا محبّ اور تمام مومن مسلمانوں کا محبّ بنائے۔ آپؐ ایک شان سے محمّد ہیں اور دوسری شان سے احمد ہیں۔ اُس نے اِن دو ناموں میں سے ایک نام کو ایک زمانہ کے لئے اور دوسرے نام کو دوسرے زمانے کے لئے مخصوص کر دیا۔ اور اُس پاک ذات نے اپنے کلام دَنَا فَتَدَلّٰى اور قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنٰى میں اسی جانب اشارہ فرمایا ہے۔ ﴿۱۰۷﴾

---

[۱] وہ نزدیک ہوا، پھر وہ نیچے اتر آیا (النجم:۹)

[۲] وہ دو قوسوں کے وتر کی طرح ہوگیا یا اس سے بھی قریب تر (النجم: ۱۰)

ثم لمّا كان يُظَنُّ أن اختصاص هذا النبى المُطاع السَجّاد. بهذه المحامد من رَبّ العباد. يجرّ إلى الشرك كما عُبِد عيسىٰ لهذا الاعتقاد. أراد اللّٰه أن يورثهما الأمّة المرحومة على الطريقة الظلّيّة. ليكونا للأمّة كالبركات المتعدّية. وليزول وهم اشتراك عبدٍ خاصٍ فى الصفات الإلٰهية. فجعل الصحابة ومن تبعهم مظهر اسم محمد بالشؤون الرحمانية الجلالية. وجعل لهم غلبة ونصرهم بالعنايات المتوالية. وجعل المسيح الموعود مظهر اسم أحمد وبعثه بالشؤون الرحيميةّ الجمالية. وكتب فى قلبه الرحمة والتحنّن وهذّبه بالأخلاق الفاضلة العالية. فذالك هو المهدى المعهود الذى فيه يختصمون. وقد رأوا الآيات ثم لا يهتدون. ويصرّون على الباطل وإلى الحق لا يرجعون. وذالك هو المسيح

﴿۱۰۸﴾

مگر پھر جب یہ گمان پیدا ہو سکتا تھا کہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو لوگوں کے مطاع اور اللہ کے بہت عبادت گزار ہیں پروردگارِ عالم کا اِن صفات سے مختص کرنا لوگوں کو شرک کی طرف مائل کر سکتا ہے جیسا کہ ایسے ہی اعتقاد کی بناء پر حضرت عیسیٰ کو معبود بنا لیا گیا تو اللہ نے ارادہ فرمایا کہ وہ اُمّتِ مرحومہ کو ظلّی طور پر ان دونا موں (محمّد اور احمد) کا وارث بنا دے تا کہ یہ دونوں نام امّت کے لئے برکات جاریہ کی طرح بن جائیں اور تا صفاتِ الٰہیہ میں کسی خاص بندے کے اشتراک کا وہم دور ہو جائے پس اُس نے صحابہؓ اور اُن کی اتباع کرنے والوں کو رحمانی اور جلالی شان سے اِسم محمّد کا مظہر بنایا۔ انہیں غلبہ عطا کیا اور اپنی مسلسل عنایات سے اُن کی نُصرت فرمائی۔ اور مسیحِ موعود کو اسم احمد کا مظہر بنا دیا اور اُسے رحیمیّت وجمالی شان سے مبعوث کیا اور اس کے دل میں رحمت اور رأفت نقش کر دی۔ اور اس کو اعلیٰ اخلاقِ فاضلہ سے آراستہ کیا۔ سو یہی وہ مہدی معہود ہے جس کے بارے میں وہ جھگڑتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے کھلی کھلی آیات دیکھیں مگر پھر بھی ہدایت نہ پائی، وہ باطل پر مصرّ ہیں اور حق کی جانب رجوع نہیں کرتے۔ اور یہی وہ مسیح موعود ہے

المـوعـود ولـكنّهم لا يعرفون. ويـنـظرون إليه وهم لا يُبصرون. فـإن اسم عيسٰـى واسـم احمد متّحـدان فـى الهويّة. ومتوافقان فــى الـطبيعة. ويـدلّان عـلـى الـجمال وترك القتال من حيث الـكيـفية. وأمّـا اسـم محمد فهو اسـم الـقهـر والجلال. وكلاهما لـلـرحـمان والرحيم كالاظلال. ألا تـرىٰ أن اسـم الـرحمٰن الذى هـو مـنـبـع لـلـحـقيقة المحمّدية يقتضى الجلال كما يقتضى شأن المحبوبية. ومن رحمانيته تعالٰى أنـه سـخّـر كـل حيوان للإنسان. مـن الـبـقـر والـمـعـز والجمـال والبغال والضان. وإنه أهرق دماءً كثيـرة لحفظ نفس الإنسان. وما هــو إلّا أمــرٌ جـلالـى ونتيجة رحــمــانية الـرحمـان. فثبـت أن الــرحــمــانية يقتضى الـقهـر والـجـلال. ومع ذالك هـو من الـمـحبـوب لـطف لـمن أراد لـه الــنـوال. وكـم مـن دود الـمـيـاه والأهـوية تُـقـتـل للإنسان. وكم من الأنعام تُذبح للناس إنعامًا من

لیکن وہ نہیں پہچانتے ۔وہ اُس کی طرف دیکھتے ہیں مگر بصیرت کی آنکھ سے نہیں ۔اس لئے کہ عیسیٰ کا نام اور احــمــد کا نام ماہیّت کے اعتبار سے متّحد ہیں اور طبیعت کے لحاظ سے باہم موافق ہیں ۔اور کیفیت کے لحاظ سے یہ دونوں جمال اور ترکِ قتال پر دلالت کرتے ہیں ۔جبکہ اسم **محمّد** قہری اور جلالی نام ہے اور یہ دونوں رحمٰن اور رحیم کے اظلال کی طرح ہیں ۔کیا تو نہیں دیکھتا کہ رحمٰن کا اِسم جو حقیقتِ محـمّـدیـہ کا منبع ہے اُسی طرح جلال کا متقاضی ہے جس طرح شانِ محبوبیّت کا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمانیّت ہی تو ہے کہ اُس نے تمام حیوانوں کو یعنی گائے ، بکری، اونٹ ، خچر اور دُنبوں کو انسان کی خدمت میں لگا دیا ہے اور اُس نے انسانی جان کی حفاظت کے لئے بہت خون بہایا، یہی تو جلالی امر ہے اور رحمٰن خدا کی رحمانیّت کا نتیجہ ہے ۔پس اس سے یہ ثابت ہوا کہ رحمانیّت قہر وجلال کا تقاضا کرتی ہے ۔بایں ہمہ یہ اُس محبوب کا اُس شخص پر لُطف و کرم ہے جس پر وہ عنایت کرنا چاہے ۔کتنے آبی اور ہوائی کیڑے ہیں جو انسان کی خاطر ہلاک کر دیئے جاتے ہیں اور کتنے ہی چوپائے ہیں جو رحمٰن خدا کی طرف سے لوگوں کی خاطر بطور نعمت ذبح

﴿۱۰۹﴾

الرحمان. فخلاصة الكلام إن الصحابة كانوا مظاهر للحقيقة المحمّدية الجلالية. ولذالك ﴿۱۱۰﴾ قتلوا قومًا كانوا كالسباع ونعم البادية. ليُخلّصوا قومًا آخرين من سجن الضلالة والغواية. ويجرّوهم إلى الصلاح والهداية. وقد عرفتَ أن الحقيقة المحمدية هو مظهر الحقيقة الرحمانية. ولا منافاة بين الجلال وهذه الصفة الإحسانية. بل الرحمانية مظهرٌ تامٌّ للجلال والسّطوة الربّانيّة. وهل حقيقة الرحمانية إلّا قتل الذى هو أدنٰى للذى هو أعلٰى. وكذالك جرت عادة الرحمٰن مذ خلق الإنسان وما وراءه من الورَى. ألا ترى كيف تُقتل دود جُرح الإبل لحفظ نفوس الجمال. وتُقتل الجمال لينتفع الناس من لحومها وجلودها. ﴿۱۱۱﴾ ويتّخذوا من أوبارها ثياب الزينة والجمال. وهذه كلها من الرحمانية لحفظ سلسلة الإنسانية والحيوانية. فكما أن

کئے جاتے ہیں ۔پس خلاصۂ کلام یہ کہ صحابہؓ حقیقت محمّدیه جلا لیه کے مظہر تھے۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اُس قوم کو جو درندوں اور جنگلی جانوروں کی طرح تھی قتل کیا تا کہ اِس طرح وہ دوسرے لوگوں کو ضلالت اور گمراہی کے زندان سے رہائی دیں اور انہیں صلاح و ہدایت کی طرف لے آئیں ۔تو خوب جان چکا ہے کہ حقیقت محمّدیه حقیقتِ رحمانیّت کی مظہر ہے۔اور اس صفتِ احسان اور جلال میں کوئی مغایرت نہیں بلکہ رحمانیّت ربّانی جلال اور سطوت کی مظہرِ تام ہے اور رحمانیت کی حقیقت اس کے سوا کچھ نہیں کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے لئے قربان کیا جائے ۔اور انسان اور اس کے علاوہ دوسری مخلوق کی پیدائش سے رحمان کی یہی سنّت جاری ہے۔کیا تو نہیں دیکھتا کہ اونٹوں کی جان بچانے کے لئے اونٹوں کے زخموں کے کیڑوں کو کیسے ہلاک کیا جاتا ہے اور خود اونٹ اِس لئے ذبح کر دیئے جاتے ہیں تا کہ لوگ ان کے گوشت پوست سے فائدہ اٹھائیں ۔اور اُن کی اُون سے دیدہ زیب اور خوبصورت لباس بنائیں ۔اور یہ سب کچھ انسانی اور حیوانی سلسلے کی حفاظت کے لئے رحمانیّت کا کرشمہ ہے۔پھر جس طرح رَحمٰن

الرحمان محبوب كذالك هو مظهر الجلال. وكمثله اسم محمد فی هذا الكمال. ثم لمّا ورث الأصحاب اسم محمد من اللّٰه الوهّاب. وأظهروا جلال اللّٰه وقتلوا الظالمين كالأنعام والدواب. كذالك ورث المسيح الموعود اسم أحمدٍ الذی هو مظهر الرحيمية والجمال. واختار له اللّٰه هذا الاسم ولمن تبعه وصار له كالآل. فالمسيح الموعود مع جماعته مظهر من اللّٰه لصفة الرحيمية والأحمدية. ليتم قوله ”وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ“ [1]. ولا رادّ للإرادات الربّانيّة. وليتم حقيقة المظاهر النبوية . وهذا هو وجه تخصيص صفة الرحمانية والرحيمية بالبسملة. ليدل على اسمی محمد وأحمد ومظاهرهما الآتية. أعنی الصحابة ومسيح اللّٰه الذی كان آتيًا فی حلل الرحيمية والأحمدية. ثم نكرر خلاصة

محبوب ہے اسی طرح وہ جلال کا مظہر بھی ہے۔ اور بعینہٖ اس کمال میں اسم محمّد بھی شامل ہے۔ پھر جب وھّاب خدا کی طرف سے صحابہ کرامؓ اِسم محمّد کے وارث ہوئے اور انہوں نے اللہ کے جلال کا اظہار کیا اور انہوں نے ظالموں کو چوپاؤں اور جانوروں کی طرح قتل کیا۔ اِسی طرح مسیحِ موعود اسم احمد کا وارث ہوا جو رحیمیّت اور جمال کا مظہر ہے۔ اور اللہ نے اُس کے لئے اور اُس کے پیروکاروں کے لئے اور اُن سب کے لئے جو اس کی آل کی طرح ہیں یہ نام منتخب فرمایا۔ پس مسیحِ موعود مع اپنی جماعت کے اللہ کی صفت رحیمیّت اور احمدیّت کا مظہر ہے۔ تا کہ اللہ کا فرمان وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ [1] پورا ہو۔ اور کوئی نہیں جو ربّانی ارادوں کو روک سکے تا مظاہر نبوّیہ کی حقیقت پوری ہو۔ اور یہی بِسْمِ اللّٰه کے ساتھ صفت رَحْمَانیّت اور رَحِیمیّت کی وجہِ تخصیص ہے۔ تا کہ اسم محمّد اور احمد اور اُن کے آئندہ آنے والے مظاہر پر دلالت کرے۔ یعنی صحابہؓ اور اللہ کا وہ مسیح جو رحیمیّت اور احمدیّت کے لبادے میں آنے والا ہے۔ ﴿۱۱۲﴾ اب ہم بِسْمِ اللّٰهِ کی تفسیر کا خلاصہ دوبارہ بیان

[1] اور ان کے سوا ایک دوسری قوم میں بھی وہ اس کو بھیجے گا۔ (الجمعة: ۴)

الکلام فی تفسیر
"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ"

فاعلم أن اسم اللّٰه اسم جامد لا یعلم معناه إلّا الخبیر العلیم. وقد أخبر عزّ اسمه بحقیقة هذا الاسم فی هذه الآیة. وأشار إلٰی أنّه ذاتٌ مُتّصفةٌ بالرّحمانیة والرّحیمیّة. أی متّصفة برحمة الامتنان. و رحمةٌ مقیَّدَةٌ بالحالة الإیمانیة. وهاتان رحمتان کماءٍ أصفٰی وغذاءٍ أحلٰی من منبع الربوبیة. وکل ما هو دونهما من صفات فهو کشعب لهذه الصفات. والأصل رحمانیة ورحیمیة وهما مظهر سرّ الذات. ثم أعطی منهما نصیبٌ کاملٌ لنبیّنا إمام النهج القویم. فجعل اسمه مُحمّدًا ظلّ الرحمان. و اسمه أحمد ظلّ الرحیم. والسرّ فیه أن الإنسان الکامل لا یکون کاملا إلّا بعد التخلّق بالأخلاق الإلٰهیّة وصفات الربوبیّة. وقد علمتَ أن أمر الصفات کلّها تؤول إلی الرحمتین اللتین سمّیناهما بالرحمانیة والرحیمیة. وعلمت ﴿۱۱۳﴾

کرتے ہیں۔پس جان لو کہ اللہ کا نام اِسمِ جَامد ہے جس کے حقیقی معنٰی صرف علیم وخبیر خدا ہی جانتا ہے۔اللہ عَزَّ اِسۡمُہٗ نے اس نام کی حقیقت اس آیت میں بتائی اور اس نے اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ وہ ذات ہے جو رَحۡمَانِیّت اور رحیمیّت سے متّصف ہے یعنی احسان والی رحمت اور ایمانی حالت سے وابستہ رحمت سے متّصف ہے اور یہ دونوں رحمتیں ربوبیّت کے منبع سے نکلنے والے مصفّٰی پانی اور شیریں غذا کی مانند ہیں۔اوران دوصفات کے علاوہ تمام دیگر صفات ان صفات کی شاخیں ہیں۔اوراصل صرف رَحۡمَانِیَّت اور رَحِیۡمِیّت ہی ہیں۔اور یہ دونوں ذاتِ الٰہی کے بھید کا مظہر ہیں۔پھر ان دونوں صفات سے ہمارے نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کو جو صراطِ مستقیم کے امام ہیں، کامل حصہ عطا کیا گیا ہے۔پھر اللہ نے آپ کا نام محمّد جو رحمٰن کا ظلّ اور احمد جو رَحِیم کاظلّ ہے بنایا۔اور اس میں راز یہ ہے کہ انسانِ کامل اُس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ الٰہی اخلاق اور ربّانی صفات سے متّصف نہ ہو۔اور یہ تجھے خوب معلوم ہے کہ تمام صفات کا مآل یہی دو رحمتیں ہیں جن کو ہم نے رَحۡمَانِیّت اور رَحِیۡمِیّت

﴿۱۱۴﴾

أن الرحمانية رحمةٌ مطلقةٌ علٰی سبيل الامتنان. ويَرِدُ فيضانها علی كل مؤمن وكافر بل كل نوع الحيوان. وأمّا الرحيمية فهی رحمةٌ وجوبية من اللّٰه أحسن الخالقين. وجبت للمؤمنين خاصة من دون حيوانات أخریٰ والكافرين. فلزم أن يكون الإنسان الكامل أعنی محمدًا مظهر هاتين الصفتين. فلذالك سُمّی محمدًا وأحمد من رب الكونين. وقال اللّٰه فی شأنه لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ [1]. فأشار اللّٰه فی قوله "عَزِيزٌ" وفی قوله "حَرِيصٌ" إلی أنه عليه السلام مظهر صفته الرحمان ☆

کے نام دیئے ہیں۔ اور تو جانتا ہے کہ رَحْمَانِیّت از راہِ احسان رحمت عام ہے جس کا فیضان ہر مومن، کافر بلکہ ہر طرح کے جاندار کو پہنچتا ہے، رہی رَحِیْمِیّت تو وہ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْن خدا کی رحمتِ خاصہ ہے جو دوسرے حیوانات اور کافروں کے علاوہ صرف مؤمنوں کے لئے بالضرور خاص ہے۔ پس لازم آیا کہ انسانِ کامل یعنی (حضرت) محمد (ﷺ) ان دونوں صفات کے مظہر ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ ربِّ کائنات کی طرف سے آپ کا نام محمد اور احمد رکھا گیا اور اللہ نے آپؐ کی شان میں فرمایا کہ۔'' لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ [1]۔ اللہ نے اپنے قول ''عزیز'' اور قول ''حریص'' میں یہ اشارہ فرمایا ہے کہ حضور علیہ السلام اُس کے فضل عظیم

[1] یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک رسول آیا۔ اسے بہت سخت شاق گزرتا ہے جو تم تکلیف اٹھاتے ہو (اور) وہ تم پر (بھلائی چاہتے ہوئے) حریص (رہتا) ہے۔ مؤمنوں کے لئے بے حد مہربان (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔ (التوبۃ:۱۲۸)

☆**الحاشية**. قال اللّٰه تعالٰی وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ [2]. ولا يستقيم هذا المعنٰی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اور ہم نے تجھے دنیا کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ یہ معنی تو صفتِ رحمانیّت پر ہی

[2] الانبياء: ۱۰۸

بفضله العظيم. لأنه رحمة للعالمين كلهم ولنوع الإنسان والحيوان. وأهل الكفر والإيمان. ثم قال " بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ". فجعله رحمانًا ورحيمًا كما لا يخفى على الفهيم. وحمده وعزا إليه خُلُقًا عظيمًا من التفخيم والتكريم. كما جاء في القرآن الكريم. وإن سألتَ ما خُلُقُهُ العظيم فنقول إنه رحمان ورحيم. ومُنِحَ هو عليه الصلاة هذين النورين وآدم بين الماء والطين. وكان هو نبيًّا وما كان لآدم أثر من الوجود ولا من الأديم. وكان الله نورًا فقضى أن يخلق نورًا فخلق محمدَ ا لذى هو كدُرّ يتيم. و أشرك اسميه في صفتيه ففاق كل من أتى الله بقلب سليم. وإنهما يتلألآن في

﴿۱۱۵﴾ ﴿۱۱۶﴾

سے صفت رحمٰن کے مظہر ہیں۔ کیونکہ آپؐ نوعِ انسان وحیوان اور اہلِ کفر وایمان سب کے لئے رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِين ہیں پھر بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ [1] فرما کر اس نے آپؐ کو رَحمٰن اور رَحِیم بنا دیا جیسا کہ کسی صاحبِ فہم پر مخفی نہیں۔ اور اللہ نے آپؐ کی تعریف فرمائی اور آپؐ کی عظمت وتکریم کے باعث آپؐ کی طرف خُلُقِ عَظِیم کو منسوب فرمایا جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ اگر تم یہ سوال اٹھاؤ کہ آپؐ کا خلقِ عظیم کیا ہے؟ تو ہمارا جواب یہ ہے کہ آپؐ رحمٰن اور رَحِیم ہیں اور آپؐ کو ہی یہ دونوں نور اُس وقت ہی عطا کر دیئے گئے تھے جب آدمؑ ابھی آب و گِل کی حالت کے درمیان تھا اور آپؐ اُس وقت بھی نبی تھے کہ آدم کے وجود اور گوشت پوست کا کوئی نام ونشان تک نہ تھا۔ اللہ نور ہے اور اُس نے فیصلہ فرمایا کہ وہ ایک نور پیدا فرمائے پس اُس نے محمّدؐ کی تخلیق فرمائی جو یکتا موتی ہیں۔ اللہ نے حضورؐ کے دو ناموں محمّد اور احمد کو اپنی دو صفات رَحمٰن اور رَحِیم میں شامل فرمالیا۔ پس آپؐ

بقية الحاشية. الا في الرحمانيّة فان الرحيميّة يختص بعالمٍ واحدٍ من المؤمنين. منه

بقیہ حاشیہ۔ صادق آتے ہیں۔ کیونکہ رحیمیّت تو صرف مؤمنوں کے ایک عالم کے ساتھ مختص ہے۔

تعليم القرآن الحكيم. وإن نبيّنا مركّب من نور موسٰى ونور عيسٰى كما هو مُركّب من صفتي ربّنا الأعلٰى. فاقتضى التركيب أن يُعطٰى له هذا المقام الغريب. فلأجل ذالك سمّاه الله محمّدًا وأحمد. فإنه ورث نور الجلال والجمال وبه تفرّد. وإنه أُعطى شأن المحبوبين وجَنَانُ الْمُحِبِّين. كما هو من صفتي ربّ العالمين. فهو خير المحمودين وخير الحامدين. وأشركه الله في صفتيه وأعطاه حظًّا كثيرًا من رحمتيه. وسقاه من عينيه. وخلقه بيديه. فصار كقارورة فيها راح. أو كمشكٰوة فيها مصباح. وكمثل صفتيه أنزل عليه الفرقان.

اللہ کے حضور اطاعت شعار دل لے کر حاضر ہونے والے تمام لوگوں پر سبقت لے گئے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہ دونوں نام قرآن حکیم کی تعلیم میں چمک رہے ہیں۔ ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) موسیٰؑ کے نور اور عیسیٰؑ کے نور کے اسی طرح جامع ہیں جس طرح آپؐ ہمارے ربِّ اعلیٰ کی دو صفات کے جامع ہیں۔ اِس ترکیب کا تقاضا تھا کہ آپ کو یہ اچھوتا مقام عطا کیا جاتا۔ پس اسی وجہ سے اللہ نے آپؐ کا نام محمّد اور احمد رکھا۔ اور آپ نُورِ جَلال وجَمَال کے وارث ہوئے۔ اور اس نور سے منفرد ٹھہرے۔ اور آپ کو اسی طرح مَحبوبوں کی شان اور مُحبُّوں کا دل عطا کیا گیا جس طرح کہ یہ امر ربّ العالمین کی دو صفات میں سے ہے۔ پس آپؐ سب تعریف کئے جانے والوں اور تعریف کرنے والوں میں سے بہتر ہیں۔ اللہ نے آپؐ کو اپنی ان دونوں صفات میں شامل کیا ہے اور اپنی ان دونوں رحمتوں میں سے آپؐ کو وافر حصہ عطا فرمایا اور آپ کو اپنے اِن دونوں چشموں سے سیراب کیا۔ اور اپنے دونوں ہاتھوں (جلال و جمال) سے آپ کی تخلیق کی۔ پس آپؐ اس شیشے کی مانند ہو گئے جس میں عمدہ شراب ہو اور اُس طاق کی طرح جس میں چراغ ہو اور اُس نے اپنی ان دونوں صفات کی مثل آپؐ پر فرقان حمید

﴿۱۱۷﴾

وجمع فيه الجلال والجمال وركّب البيان. وجعله سلالة التوراة والإنجيل. ومرأةً لرؤية وجهه الجليل والجميل. ثم أعطى الأمّة نصيبًا من كأس هذا الكريم. وعلّمهم من أنفاس هذا المتعلّم من العليم. فشرب بعضهم من عين اسم محمد إلتي انفجرت من صفة الرحمانية. وبعضهم اغترفوا من ينبوع اسم أحمد إلذى اشتمل على الحقيقة الرحيمية. وكان قدرًا مُقدّرًا من الابتداء ووعدًا موقوتا جاريًا على ألسُن الانبياء. أن اسم أحمد لا تتجلّى بتجلّى تامٍ فى أحدٍ مّن الوارثين. إلّا فى المسيح الموعود الذى يأتى اللّٰه به عند طلوع يوم الدين. وحشر المؤمنين. ويرى اللّٰه المسلمين كالضعفاء. والإسلام كصبى نُبِذ بالعراء. فيفعل لهم أفعالا من لدنه وينزل لهم من السماء. فهناك تكون له السلطنة فى الأرض كما هى فى الأفلاك. وتهلك الأباطيل من غير ضرب

﴿۱۱۸﴾

اتارا اور اس میں جلال و جمال کو جمع کیا اور اُس کے بیان کو جامع بنایا اور اُسے تورات اور انجیل کا نچوڑ اور اپنے جلیل و جمیل چہرے کے دیدار کے لئے آئینہ بنایا۔ پھر اُس نے اِس کریم کے جام سے امت کو حصہ عطا فرمایا اور خدائے علیم سے اس تعلیم یافتہ کے انفاسِ قدسیہ سے انہیں تعلیم دی۔ پس ان میں سے بعض اِسمِ محمّد کے اس چشمے سے جو صفت رحمانیت سے جاری ہوا سیراب ہوئے اور بعض نے اسم احمد کے چشمے سے جو حقیقت رحیمیت پر مشتمل ہے چُلّو بھر بھر کر پیا۔ اور یہ ابتدا سے ہی مقدر تقدیر تھی اور وقت مقررہ پر پورا ہونے والا وعدہ تھا جو تمام انبیاء کی زبانوں پر جاری رہا کیونکہ اِسم احمد اپنی کامل تجلّی سے وارثوں میں سے کسی میں بھی جلوہ آرا نہیں ہوگا سوائے مسیح موعود کے کہ جسے اللہ يَوْمُ الدِّيْنِ کے ظہور اور مؤمنین کے حشر کے موقع پر لائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو کمزوروں کی طرح اور اسلام کو اُس بچے کی طرح جسے بیابان میں پھینک دیا گیا ہو دیکھے گا۔ پس وہ اپنی جناب سے ان کے لئے (عجائب) کام دکھائے گا اور خود اُن کے لئے آسمان سے نزول فرمائے گا۔ تب اُس وقت زمین پر بھی ویسے ہی اُس کی بادشاہت قائم ہوجائے گی جیسا کہ آسمانوں پر ہے۔ گردنیں مارے بغیر ہی شیاطین تباہ ہوجائیں

الأعناق و تنقطع الأسباب كلها وترجع الأمور إلى مالك الأملاك. وعدٌ من اللّٰه حق كمثل وعدٍ تمّ في آخر زمن بني إسرائيل. إذ بُعث فيهم عيسى بن مريم فأشاع الدّين من غير أن يقتل من عصى الربّ الجليل. وكان في قدر اللّٰه العليّ العليم. أن يجعل آخر هذه السلسلة كآخر خلفاء الكليم. فلأجل ذالك جعل خاتمة أمرها مستغنية من نصر الناصرين. ومظهرًا لحقيقة مالك يوم الدين. كما يأتي تفسيره بعد حين. ومن تتمّة هذا الكلام. أنّ نبينا خير الانام لما كان خاتم الانبياء واصفى الأصفياء. وأحبّ الناس إلى حضرة الكبرياء. أراد اللّٰه سبحانه أن يجمع فيه صفتيه العظيمتين على الطريقة الظلّية. فوهب له اسم محمد واحمد ليكونا كالظلّين للرحمانيّة والرّحيميّة. ولذالك أشار في قوله اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ.

گے۔اور سب اسباب منقطع ہو جائیں گے۔اور تمام امور مالک الملک خدا کی طرف لوٹ جائیں گے۔ یہ اللہ کا سچا وعدہ ہے اُس وعدے کی طرح جو بنی اسرائیل کے آخری زمانے میں پورا ہوا۔ جب اُن میں عیسیٰ ابن مریم مبعوث کئے گئے۔اور انہوں نے ربِّ جلیل کے نافرمانوں کو قتل کئے بغیر دین کی اشاعت کی ۔اور یہ خدائے علیم و برتر کی تقدیر میں تھا کہ وہ اِس سلسلہ (محمّدیہ) کے آخر کو بھی موسیٰ کلیم اللہ کے خلفاء کے آخر جیسا بنائے۔اسی وجہ سے اُس نے اس سلسلہ کے انجام کو دیگر مددگاروں کی مدد سے مستغنی رکھا اور اسے مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ کی حقیقت کا مظہر بنادیا جیسا کہ تھوڑی دیر بعد اس کی تفسیر آئے گی ۔اس کلام کا تتمہ یہ ہے کہ ہمارے نبی خیر الانام جبکہ خاتم النبیینؐ برگزیدوں کے برگزیدہ اور حضرت کبریاء کو تمام لوگوں سے زیادہ محبوب ہیں تو اللہ سُبۡحَانَہٗ تَعَالٰی نے ارادہ فرمایا کہ وہ آپؐ میں اپنی دو عظیم صفات ظلّی طور پر جمع فرمائے چنانچہ اُس نے آنحضورؐ کو محمّد اور احمد نام عطا فرمائے تا کہ یہ دونام رَحۡمَانیّت اور رَحِیۡمِیّت کے لئے بطور ظلّ ہوں ۔اسی لئے اس نے اپنے قول اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ میں اس طرف اشارہ فرمایا کہ ایک عابد کامل کو اللہ

﴿۱۱۹﴾

إلى أن العابد الكامل يُعطَى له صفات ربّ العالمين. بعد أن يكون من العابدين الفانين. وقد علمتَ أن كل كمال من كمالات الأخلاق الإلٰهية. مُنحصرٌ في كونه رحمانًا ورحيمًا و لذالك خصّهما الله بالبسملة. وعلمتَ أن اسم ﴿۱۲۰﴾ محمّد وأحمد قد أُقيما مقام الرّحمان والرّحيم. و أودعهما كل كمال كان مخفيًا في هاتين الصفتين من الله العليم الحكيم. فلا شك أن اللّٰه جعل هذين الاسمين ظلّين لصفتيه. ومظهرين لسيرتيه. ليُرى حقيقة الرحمانية والرحيمية في مرآة المحمّدية والأحمديّة. ثم لمّا كان كُمّل أمّته عليه السلام من أجزائه الروحانية. وكالجوارح للحقيقة النبوية. أراد الله لإبقاء آثار هذا النبيّ المعصوم. أن يورثهم هذين الاسمين كما جعلهم وُرثاء العلوم. فأدخل الصحابة تحت ظلّ اسم محمّد ﴿۱۲۱﴾ الذي هو مظهر الجلال. وأدخل

ربّ العالمین کی صفات عطا کی جاتی ہیں جب وہ فَانی فِی اللہ عابدوں میں شامل ہوجائے۔ اور تو جانتا ہے کہ الٰہی اخلاق کے کمالات میں سے ہر کمال اس کے رحمٰن اور رحیم ہونے پر منحصر ہے۔ اسی لئے اللہ نے ان دونوں کو بِسم اللّٰہ کے ساتھ مخصوص فرمایا۔ اور تو نے جان لیا ہے کہ محمّد اور احمد کے نام رَحمٰن اور رَحِیم کے قائم مقام ہیں۔ اور علیم و حکیم اللہ نے ان دوصفات میں ہر وہ کمال جو ان (صفات) میں مخفی تھا ودیعت کردیا۔ اس لئے بلا شبہ اللہ نے ان دونوں اِسموں کو اپنی دونوں صفات کے ظلّ اور اپنی ان دونوں حالتوں کا مظہر بنادیا تا کہ محمّدیّت اور احمدیّت کے آئینہ میں اپنی رحمانیّت اور رحیمیّت کی حقیقت دکھائے۔ پھر جب کہ آپؐ کی اُمّت کے کاملین آپؐ کے روحانی اجزاء اور حقیقتِ نبویہ کے لئے بطور اعضاء ہیں تو اللہ نے اس نبی معصومؐ کے آثار باقی رکھنے کے لئے ارادہ فرمایا کہ وہ اُنہیں ان دو ناموں کا اُسی طرح وارث بنائے جس طرح اس نے اُنہیں (آپؐ کے) علوم کا وارث بنایا۔ اس لئے اُس نے صحابہ کو اِسم محمّد جو

المسيح الموعود تحت اسم أحمد الذى هو مظهر الجمال. وما وجد هؤلاء هذه الدولة إلّا بالظلية. فإذن ما ثَمَّ شريكٌ على الحقيقة. وكان غرض الله من تقسيم هذين الاسمين. أن يُفرّق بين الأمة ويجعلهم فريقين. فجعل فريقًا منهم كمثل موسٰى مظهر الجلال. وهم صحابة النبى الذين تصدّوا أنفسهم للقتال. وجعل فريقًا منهم كمثل عيسٰى مظهر الجمال وجعل قلوبهم ليّنةً وأودع السلم صدورهم وأقامهم على أحسن الخصال. وهو المسيح الموعود والذين اتّبعوه من النّساء والرجال. فتمّ ما قال موسٰى وما فاه بكلام عيسٰى وتمّ وعد الربّ الفعّال. فإن موسٰى أخبر عن صحبٍ كانوا مظهر اسم محمد نبيّنا المختار. وصور جلال الله القهّار. بقوله "اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ".[1]

مظہر جلال ہے کے ظلّ تلے داخل کیا۔ اور مسیح موعود کو اِسم احمد جو مظہرِ جمال ہے کے ظلّ کے تحت رکھا۔ ان سب نے یہ دولت بطور ظلّیت حاصل کی۔ چنانچہ علیٰ وجہِ الحقیقت اس مقام پر کوئی شریک نہیں۔ ان دو ناموں کی تقسیم سے اللہ تعالیٰ کی یہ غرض تھی کہ وہ اُمّت کو تقسیم کرے اور اس کے دو گروہ بنا دے۔ پس اُس نے اُن میں سے ایک گروہ کو موسیٰؑ کی مثل مظہرِ جلال بنایا اور وہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وہ صحابہ ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو جنگوں کے لئے پیش کر دیا۔ اور اللہ نے اُن میں سے ایک گروہ کو حضرت عیسیٰؑ کی طرح مظہرِ جمال بنایا اور ان کے دلوں کو نرم بنایا اور ان کے سینوں میں سلامتی ودیعت کر دی۔ اور انہیں عمدہ ترین خصائل پر قائم کیا اور وہ مسیح موعود اور اس کی پیروی کرنے والے مرد و زن ہیں۔ اس طرح جو (حضرت) موسیٰؑ نے فرمایا اور جو (حضرت) عیسیٰؑ نے فرمایا تھا وہ پورا ہوا اور قادر ربّ کا وعدہ پورا ہوا۔ حضرت موسیٰ (علیہ سلام) نے ان اصحاب کے متعلق خبر دی تھی جو ہمارے برگزیدہ نبی محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام کے مظہر اور کلامِ خداوندی اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ[1] کے مطابق خدائے قہّار کے جلال کے پیکر تھے۔

﴿۱۲۲﴾

[1] وہ کفار کے مقابل پر بڑے سخت ہیں۔ (الفتح: ۳۰)

وإن عيسى أخبر عن "آخَرِينَ مِنْهُمْ" وعن إمام تلك الأبرار. أعنى المسيح الذى هو مظهر أحمد الرّاحم الستّار. ومنبع جمال الله الرّحيم الغفّار. بقوله "كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ"[۱] الذى هو معجب الكفار. وكل منهما أخبر بصفاتٍ تناسب صفاته الذاتية. واختار جماعة تشابه أخلاقهم أخلاقه المرضية. فأشار موسٰى بقوله "أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ" إلى صحابةٍ أدركوا صُحبة نبيّنا المختار. وأَرُوا شدّةً وغلظةً فى المضمار. وأظهروا جلال الله بالسيف البتّار. وصاروا ظلّ اسم محمّد رسول الله القهّار. عليه صلوات الله وأهل السماء وأهل الأرض من الأبرار والأخيار. وأشار عيسٰى بقوله "كَزَرْعٍ

﴿۱۲۳﴾

اور حضرت عیسیٰ علیہ سلام نے صحابہ میں سے آخَرِیْنَ مِنْهُمْ یعنی (آخرین کے گروہ) اور اُن ابرار کے امام یعنی اس مسیح کے متعلق جو رحم کرنے والے ستّار احمد کا مظہر اور رحیم وغفار خدا کے جمال کا منبع ہے اپنے قول كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ میں پیشگوئی فرمائی تھی کہ وہ ایسی روئیدگی کی مانند ہے جو کسانوں کو خوش کرتی ہے۔ ان دونوں نبیوں نے اُن صفات کی پیش گوئی فرمائی جو اُن کی اپنی ذاتی صفات سے مناسبت رکھتی ہیں اور ایسی جماعت منتخب کی جن کے اخلاق ان کے اپنے پسندیدہ اخلاق کے مشابہ تھے۔ حضرت موسیٰ (علیہ سلام) نے اپنے قول أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ میں ان صحابہ کی جانب اشارہ کیا جنہوں نے ہمارے برگزیدہ رسول (محمّد ﷺ) کی صحبت پائی اور انہوں نے میدانِ کارزار میں شدّت اور مضبوطی کا مظاہرہ کیا اور اللہ کے جلال کو تیغِ بُرّاں کے ذریعہ ظاہر کیا۔ اور خدائے قَھّار کے رسول محمّد کے نام کے ظلّ بن گئے۔ درود وسلام ہو آپ پر اللہ کا، اہلِ سماء اور اہل ارض کے ابرار و اخیار کا۔ اور حضرت عیسیٰ ؑ نے اپنے قول كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ میں صحابہ کے ایک دوسرے

[۱] ۔ ایک کھیتی کی طرح جو اپنی کونپل نکالے۔ (الفتح: ۳۰)

أَخْـرَجَ شَـطْـأَهُ‘‘ ☆ إلٰـى قـومٍ ’’آخَـرِيْـنَ مِـنْهُـمْ‘‘ وإمـامهـم الـمسيح. بـل ذكر اسمه أحمد بـالتـصـريـح. وأشـار بهذا المثل الذي جاء في القرآن المجيد.

گروہ اوراُن کے امام مسیح موعود کی طرف اشارہ کیا ہے بلکہ اس کے نام احمد کا بالصراحت ذکر کیا ہے۔اورقرآن مجید میں آنے والی اس تمثیل میں اُس نے اشارہ کیا ہے کہ مسیح موعود نرم سبزے کی طرح ظاہر ہوگا۔ نہ کہ کسی شدید اور

☆ **الحاشية.** اعـلـم يـا طـالـب الـعـرفـان انـه مـا جاء في كتاب اللّٰه الفرقان ان الصحابة كـانـوا رحـمـاء عـلى اهل البغي والعدوان. واما رُحْم بعضهم على بعضٍ فلا يخرجهم من الـجـلاليّة. بل تزيد قوّة الـجـلال كونهم في صورة الـوحدةِ فـانّهـم كشخص واحدٍ عـنـداللّٰه وكالجوارح لـحضرة الـرسـالة. ولايـختلج في قلبٍ انّ مثل الزرع مشتركٌ في التـوراة والانـجـيـل فـانّ هٰـذا الـمثـل قـد خُـصّ بـكـتـاب عيسٰـى فـي التـنـزيل. ثم لا نـجده في التـوراة ونـجـده فـي الانـجـيـل بـالـتـفـصـيـل ومـن الـمعلوم انّ القرّاء الكبار يـقـفـون على قوله تعالٰى مثلهم في التوراةِ. و لايـلـحـقون به هٰذا المثل عندقراء ة هٰذه الأيـات. بـل يـخـصـونـه بـالانـجيل يقينًا من غير الشبهات ولاجل ذالك كتب الوقف الـجـائـزعـلـيـه فـي جـمـيـع الـمـصـاحف الـمـتـداولة وان كـنـت فـي شك فـانـظـر اليها لزيادةالمعرفة. منه

حاشیہ: اے عرفان کے طالب! یہ اچھی طرح سے جان لے کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب فرقانِ حمید میں یہ کہیں نہیں آیا کہ صحابہ (کرام) باغیوں اور سرکشوں پر رحم کرنے والے تھے۔ باقی رہا صحابہ کا ایک دوسرے سے رحمت وشفقت کا سلوک تو وہ اُنہیں جلالیّت کے دائرے سے خارج نہیں کرتا بلکہ اُن کا سِلک وحدت میں منسلک ہونا جلال کی قوت میں اضافہ کرتا ہے کیونکہ وہ اللہ کے نزدیک شخص واحد کی طرح اور حضرت رسالت مآبؐ کے لئے بطور اعضاء کے تھے اور یہ امر کسی کے دل میں نہ کھٹکے کہ زَرْع (کھیتی) کی تمثیل توراۃ اور انجیل میں مشترک ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ یہ تمثیل قرآن کریم میں عیسیٰ کی کتاب (انجیل) سے خاص کی گئی۔ پھر ہم اسے تورات میں نہیں پاتے۔ اور تفصیل کے ساتھ انجیل میں پاتے ہیں۔ اور یہ مشہور ہے کہ بڑے بڑے قاری قرآنِ پاک کی آیت مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ پر وقف کرتے ہیں اور ان آیات کو پڑھتے وقت اِس تمثیل کو لفظِ تورات کے ساتھ ملا کر نہیں پڑھتے۔ بلکہ بغیر کسی شبہ کے یقینی طور پر اسے صرف انجیل کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ تمام مروّجہ مصاحف میں توراۃ کے لفظ پر وقف جائز لکھا ہوا ہے۔ اگر آپ کو اس بارے میں شک ہو تو اضافۂ علم کے لئے وہاں ملاحظہ کریں۔ منہ

إلى أن المسيح الموعود لا يظهر إلّا كنباتٍ ليّنٍ لا كالشيء الغليظ الشديد. ثم من عجائب القرآن الكريم أنه ذكر اسم أحمد حكايتًا عن عيسٰى و ذكر اسم محمّد حكايتًا عن موسٰى. ليعلم القارى أن النبيّ الجلالى أعنى موسٰى اختار اسمًا يُشابه شأنه. أعنى محمد الذى هو اسم الجلال. وكذالك اختار عيسى اسم أحمد الذى هو اسم الجمال بما كان نبيّا جماليًّا وما اعطى له شيء من القهر والقتال. فحاصل الكلام أن كُلًّا منهما أشار إلى مثيله التام. فاحفظ هذه النكتة فإنها تُنجيك من الأوهام. وتكشف عن ساقى الجلال والجمال. وتُرى الحقيقة بعد رفع الفدام. وإذا قبلتَ هذا فدخلتَ فى حِفظ اللّٰه وكلأه من كل دجّال. ونجوتَ من كل ضلال.

﴿۱۲۴﴾

سخت شَے کی طرح۔ پھر یہ بھی قرآن کریم کے عجائبات میں سے ہے کہ اس نے اِسم احمد کا عیسیٰ (علیہ السلام) سے حکایۃً ذکر کیا اور اِسم محمّد کا ذکر موسیٰ (علیہ السلام) سے حکایۃً کیا۔ تا کہ پڑھنے والے کو یہ معلوم ہو جائے کہ جلالی نبی یعنی حضرت موسیٰؑ نے وہ نام منتخب کیا جو اُن کی اپنی شان کے مشابہ ہے یعنی محمّد جو جلالی نام ہے۔ اور اِسی طرح حضرت عیسیٰ (علیہ سلام) نے اپنے جمالی نبی ہونے کے ناتے اِسم احمد اختیار کیا۔ جو جمالی اِسم ہے اور اسے قَهر و قِتَال سے کچھ تعلق نہیں۔ پس حاصل کلام یہ کہ ان دونوں (موسیٰؑ اور عیسیٰؑ) میں سے ہر ایک نے اپنے مثیلِ تامّ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ پس تو اس نکتے کو ذہن نشین کر لے کیونکہ یہ تجھے اوہام سے نجات دلائے گا۔ اور جلال و جمال دونوں پہلوؤں کو آشکار کرے گا اور پَردہ اٹھانے کے بعد حقیقت کو واضح کرے گا۔ اور جب تو یہ قبول کر لے گا تو ہر دجّال سے اللہ کی حفاظت اور اس کی پناہ میں آجائے گا اور ہر ضلالت سے نجات پا جائے گا۔

الباب الرابع
فی تفسیر
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ

إعلم أن الحمد ثناءٌ على الفعل الجميل لمن يستحق الثناء . ومدحٌ لِمُنعمٍ أنعم من الإرادة وأحسن كيف شاء . ولا يتحقق حقيقة الحمد كما هو حقّها إلّا للذی هو مبدءٌ لجميع الفيوض والأنوار. ومُحسنٌ على وجه البصيرة لا من غير الشعور ولا من الاضطرار. فلا يوجد هذاالمعنى إلّا فی الله الخبير البصير. وإنه هو المحسن ومنه المنن كلها فی الأوّل والأخير. ولـه الحمد فی هذه الدار وتلك الدار. وإليه يرجع كل حمد يُنسب إلى الأغيار. ثم إن لفظ الحمد مصدرٌ مبنيٌّ على المعلوم والمجهول. وللفاعل والمفعول. من اللّٰه ذی الجلال.

چوتھا باب
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ
کی تفسیر کے بارے میں

﴿۱۲۵﴾ واضح ہو کہ حمد وہ تعریف ہے جو کسی شخص کے اچھے فعل پر کی جاتی ہے جو اس تعریف کا مستحق ہو اور لفظ مَدح اس انعام کرنے والے کے لئے ہے جو بالا رادہ انعام کرتا اور جیسے چاہے احسان کرتا ہے۔ اور حقیقت حمد کَمَاحَقُّهٗ صرف اُسی ذات کے لئے متحقق ہوتی ہے جو تمام فیوض وانوار کا منبع ہو اور عَلٰی وَجْہِ البصیرت احسان کرے نہ غیر شعوری طور پر نہ ہی کسی مجبوری سے۔ اور یہ معنی صرف اور صرف خدائے خبیر وبصیر میں پایا جاتا ہے۔ وہی محسن ہے کہ اوّل اور آخر تمام احسانات اُسی کی جناب سے ظہور میں آتے ہیں۔ اِس جہاں اور اُس جہاں میں حقیقی حمد اُسی کے شایانِ ﴿۱۲۶﴾ شان ہے اور جو بھی تعریف دوسروں کی طرف منسوب کی جاتی ہے اس کا تمام تر اصل مرجع وہی ہستی ہے۔ اس آیت میں لفظ حمد خدائے ذوالجلال کی طرف سے مصدر ہے جو معروف اور مجہول دونوں پر مبنی ہے۔ اور فاعل اور مفعول

ومعناه أن اللّٰه هو محمّدٌ و هو أحمد على وجه الكمال. والقرينة الدالة على هذا البيان. أنه تعالى ذكر بعد الحمد صفاتا تستلزم هذا المعنى عند أهل العرفان. واللّٰه سبحانه أومأ فى لفظ الحمد إلى صفات توجد فى نوره القديم. ثم فسّر الحمد وجعله مخدّرة سَفَرَتْ عن وجهها عند ذكر الرحمان والرحيم. فإن الرحمان يدل على أن الحمد مبنى على المعلوم. والرحيم يدل على المجهول كما لا يخفٰى على أهل العلوم. وأشار اللّٰه سبحانه فى قوله "رَبِّ الْعَالَمِينَ" إلى أنه هو خالق كل شيء ومنه كلما فى السّمٰوات والأرضين. ومن العالمين ما يوجد فى الأرض من زمر المهتدين. وطوائف الغاوين والضالين. فقد يزيد عالم الضلال والكفر والفسق وترك الاعتدال. حتى يملأ

﴿۱۲۷﴾

دونوں کے لئے مستعمل ہے۔ مفہوم اس کا یہ ہے کہ اللہ ہی عَلٰی وَجْہِ الکمال محمّد اور احمد ہے اور اس بیان پر دلالت کرنے والا قرینہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حمد کے بعد اُن صفات کا ذکر فرمایا ہے جو اہلِ عرفان کے نزدیک اس مفہوم کو مستلزم ہیں۔ اللہ سُبْحَانَہٗ نے حمد کے لفظ میں اُن صفات کی طرف اشارہ کیا ہے جو اس کے اَزلی نُور میں پائی جاتی ہیں۔ پھر اس نے لفظِ حمد کی تفسیر کی اور اسے ایک ایسی پردہ نشین دلہن کی صورت میں پیش کیا جو رحمٰن اور رحیم کے ذکر کے موقع پر اپنے چہرے سے نقاب اٹھاتی ہے کیونکہ رحمان کا لفظ اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ لفظ حمد مصدر معروف ہے اور اسی طرح رحیم کا لفظ حمد کے مصدر مجہول ہونے پر دلالت کرتا ہے جیسا کہ اہل علم پر مخفی نہیں۔ اور اللہ سُبْحَانَہٗ تعالیٰ نے اپنے قول ربّ العالمین میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ وہ ہی ہر چیز کا خالق ہے اور جو آسمانوں میں اور زمینوں میں ہے وہ سب اُسی کی طرف سے ہے۔ اور زمین میں جو ہدایت یافتہ لوگوں کے گروہ اور بھٹکے ہوئے اور گمراہوں کے گروہ پائے جاتے ہیں وہ سب عالمین میں شامل ہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ضلالت، کفر، فسق اور بے اعتدالی کا عَالَم اتنا

الأرض ظلمًا وجورًا ويترك الناس طرقَ اللّٰهِ ذاالجلال. لا يفهمون حقيقة العبودية. ولا يؤدّون حق الربوبية. فيصير الزمان كالليلة الليلاء. ويُداسُ الدين تحت هذه اللأوَاء. ثم يأتي اللّٰه بعالم آخر فتُبَدّل الأرضُ غير الأرض و ينزل القضاء مُبدلا من السماء. ويُعطَى للناس قلبٌ عارفٌ ولسانٌ ناطقٌ لشكر النعماء. فيجعلون نفوسهم كمورٍ مُعَبَّدٍ لحضرة الكبرياء. ويأتونه خوفًا ورجاءً بطرف مغضوضٍ من الحياء. و وجه مقبل نحو قبلة الاستجداء. وهمّة في العبودية قارعة ذُروَة العلاء. ويشتد الحاجة إليهم إذ انتهى الأمر إلى كمال الضلالة. وصار الناس كسباع أو نَعَمٍ من تغير الحالة. فعند ذالك تقتضي الرحمة الإلهية والعناية الأزلية أن يُخلق في

بڑھ جاتا ہے کہ زمین ظلم و جور سے بھر جاتی ہے لوگ خدائے ذوالجلال کے راستوں کو چھوڑ دیتے ہیں اور عبودیّت کی حقیقت کو نہیں سمجھ پاتے۔ اور اُدھر ربوبیّت کا حق بھی ادا نہیں کر پاتے پس زمانہ ایک تاریک رات کی طرح ہو جاتا ہے اور دین اس سختی کے نیچے پامال کیا جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد اللہ ایک اور عالم کو ظاہر فرماتا ہے جس کے نتیجہ میں زمین ایک اور زمین میں تبدیل کر دی جاتی ہے اور آسمان سے ایک نئی تقدیر نازل ہوتی ہے اور لوگوں کو معرفت آشنا دل اور نعمتوں کی شکر گزاری کرنے والی زبان عطا کی جاتی ہے جس پر وہ اپنے دلوں کو بارگاہِ کبریاء میں ایک پامال راستہ کی طرح بنا لیتے ہیں اور بحالت خوف و رجا اس کے حضور حیا سے جھکی ہوئی آنکھ اور ایسے چہرے کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں جو عطا کے قبلۂ حاجات کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اور بندگی میں ایسی ہمت کے ساتھ جو بلندی کی چوٹی کو دستک دے رہی ہوتی ہے اور جب معاملہ انتہائی ضلالت کی حد تک پہنچ جائے اور حالت کے تغیر کے باعث لوگ درندوں اور چوپایوں جیسے بن جائیں تو ان (پاکبازوں) کی ضرورت شدید ہو جاتی ہے پھر اس وقت رحمتِ الٰہی اور عنایتِ ازلی اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ

﴿۱۲۸﴾

﴿۱۲۹﴾ السماء ما يدفع الظلام. ويهدم ما عمّر إبليسُ و أقام. من الأبنية والخيام. فينزل إمامٌ من الرحمٰن. ليذُبّ جنود الشيطان. ولم يزل هذه الجنود و تلك الجنود يتحاربان. ولا يراهم إلّا من اعطى له عينان. حتى غُلّ أعناق الأباطيل. وانعدم ما يُرى لها نوع سراب من الدليل. فما زال الإمام ظاهرًا على العِدا. ناصرًا لمن اهتدى. معليا معالم الهدى مُحييًا مواسم التُّقٰى. حتى يعلم الناس أنه أَسَر طواغيت الكفر وشدّ وثاقها. وأخذ سباع الأكاذيب وغلّ أعناقها. وهدم ﴿۱۳۰﴾ عمارة البدعات وقوّض قبابها. وجمع كلمة الإيمان ونظم أسبابها. وقوّى السلطنة السماوية وسدّ الثغور. وأصلح شأنها وسدّد الأمور.

آسمان میں وہ وجود پیدا کرے جوان تمام ظلمتوں کو دور کرے۔ان عمارتوں کو جو ابلیس نے تعمیر کیں اور اُن خیموں کو جو اُس نے کھڑے کئے منہدم کر دے۔تب ان شیطانی لشکروں کو دفع کرنے کے لئے خدائے رحمٰن کی طرف سے ایک امام نازل ہوتا ہے اور یہ دونوں لشکر جن کو وہی شخص دیکھتا ہے جس کی دو آنکھیں ہوں ہمیشہ بَرسرِ پیکار رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ باطل کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے جاتے ہیں۔اور باطل کی سراب نما دلیل معدوم ہو جاتی ہے اور وہ امام ہمیشہ دشمنوں پر غالب رہتا ہے۔وہ ہدایت پانے والوں کا مددگار ہدایت کے نشانوں کو بلند کرنے والا اور تقویٰ کے موسموں کو حیات بخشنے والا ہے۔یہاں تک کہ لوگ یہ جاننے لگتے ہیں کہ اُس (امام) نے کفر کے طاغوتوں کو قید کر دیا اور ان کی مُشکیں باندھ دی ہیں اور جھوٹ کے درندوں کو قابو کر لیا ہے اور ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیئے ہیں اور بدعتوں کی عمارت گرا دی ہے۔اور اس کے گنبد توڑ دیئے ہیں۔ اور ایمان کے کلمہ کو مجتمع کیا اور اس کے اسباب کو منظّم کر دیا ہے۔اور آسمانی سلطنت کو مستحکم اور اُس کی سرحدوں کو مضبوط کر دیا ہے اور اُس کی اصلاحِ حال کر دی ہے اور تمام امور کو درست کر دیا ہے۔

وسکّن القلوب الراجفة. وبكّت الألسنة المرجفة. وأنار الخواطر المظلمة. وجدّد الدولة المخلقة. وكذالك يفعل اللّٰه الفعّال. حتى يذهب الظلام والضلال. فهنالك ينكص العدا على أعقابهم. ويُنكّسون ما ضربوا من خيامهم. ويحلّون ما اربوا من آرابهم. ومن أشرف العالمين. وأعجب المخلوقين. وجود الأنبياء والمرسلين. وعباد اللّٰه الصالحين الصدّيقين. فإنهم فاقوا غيرهم في بث المكارم وكشفِ المظالم وتهذيبِ الأخلاق. وإرادةِ الخير للأنفس والآفاق. ونشرِ الصلاح والخير. وإجاحةِ الطلاح والضير. وأمرِ المعروف والنهيِ عن الذمائم. وسوقِ الشهوات كالبهائم. والتوجّهِ إلى رب العبيد. وقطعِ التعلّق من الطريف والتليد. والقيامِ على طاعة اللّٰه بالقوة الجامعة. والعُدّة الكاملة. والصولِ على

کانپتے دلوں کو تسکین دی اور جھوٹ بولنے والی زبانوں کو گنگ کر دیا ہے۔ تاریک دلوں کو روشن اور سلطنتِ کُہنہ کو تازہ کر دیا ہے اور فعّال اللہ ایسا ہی کرتا ہے یہاں تک کہ تاریکیاں اور گمراہیاں دور ہو جاتی ہیں۔ تب دشمن اپنی ایڑیوں کے بَل پھر جاتا ہے۔ اور اپنے نصب کردہ خیموں کو تہہ و بالا کر دیتا ہے۔ اور جو گرہیں انہوں نے لگائی ہوتی ہے انہیں کھول دیتے ہیں۔ تمام کائنات سے اشرف اور تمام مخلوقات سے محبوب وجود انبیاء، مرسلین اور اللہ کے نیک اور سچے بندوں کا ہوتا ہے۔ کیونکہ یہ گروہ دوسروں کے مقابلہ پر اعلیٰ اخلاق پھیلانے، تاریکیوں کو دور کرنے، اخلاق کو شائستہ بنانے، اپنوں اور آفاق میں بسنے والوں کے لئے خیر خواہی کا ارادہ کرنے، صلاح و خیر کی نشر و اشاعت، فساد اور شر کو جڑھ سے اکھیڑنے، نیکی کا حکم دینے اور برائیوں اور چوپاؤں کی طرح بری خواہشات کی رغبت سے روکنے، پروردگارِ عالَم کی جانب مُلتفت کرنے، نئے اور پرانے زر و دولت سے قطع تعلق کرنے، اللہ کی اطاعت پر پوری قوت اور مکمل تیاری سے ڈٹ جانے، اور اپنے جمع کردہ لشکروں اور اکٹھی کی ہوئی جماعتوں کے ساتھ شیطان کی

﴿۱۳۱﴾

ذراری الشیطان بالحشود المجموعة. والجموع المحشودة. وترکِ الدنیا للحبیب. والتباعُدِ عن مغناها الخصیب. وترکِ مائها ومرعاها کالهجرة. وإلقاء الجران فی الحضرة. إنهم قومٌ لا یتمضمض مقلتهم بالنوم. إلّا فی حبّ اللّٰه والدعاء للقوم. وإن الدنیا فی أعین أهلها لطیف البُنیة ملیح الحِلیة. وأمّا فی أعینهم فهی أخبث من العذرة. وأنتن عن المَیُتة. أقبلوا علی اللّٰه کل الاقبال. ومالوا إلیه کل المیل بصدق البال. وکما أن قواعد البیت مقدّمة علی طاقٍ یُعقد. ورواق یُمهّد. کذالک هؤلاء الکرام مقدّمون فی هذه الدار علی کل طبقة من طبقات الأخیار. وأُرِیتُ أن أکملهم وأفضلهم وأعرفهم وأعلمهم نبینا المصطفٰی. علیه التحیة والصلاة والسلام فی الأرض والسماوات العُلی. وإن أشقی

﴿۱۳۲﴾

﴿۱۳۳﴾

ذرّیّت پر حملہ کرنے اور محبوب کی خاطر دنیا تیاگ دینے اور اس کے شاداب مقامات سے کنارہ کشی کرنے اور اس کے پانیوں اور چراگاہ سے ترک وطن کرنے کی طرح الگ ہو جانے اور بارگاہِ الٰہی میں سرِ تسلیم خم کرنے میں فوقیت رکھتا ہے۔ وہ ایسی قوم ہیں جسے صرف اس حالت میں نیند آتی ہے کہ وہ خدا کی محبت میں محو اور قوم کے لئے دعا کر رہے ہوتے ہیں۔ دنیا داروں کی نگاہ میں یہ دنیا بڑی خوبصورت اور خوش شکل ہے لیکن ان (اہل اللہ) کی نظروں میں گند سے بھی زیادہ گندی اور مردار سے بھی زیادہ بدبودار ہوتی ہے۔ وہ اللہ کی طرف پوری توجہ کرتے اور صدق دل سے اُس کی طرف پوری طرح جھکتے ہیں اور جس طرح گھر کی بنیادوں کو اس کے محراب اور تعمیر شدہ برآمدوں پر فوقیت حاصل ہوتی ہے اسی طرح یہ بزرگ ہستیاں اس جہان میں اخیار کے طبقات میں سے ہر طبقہ پر مقدم ہوتے ہیں۔ اور مجھے کشفاً دکھایا گیا ہے کہ ان انبیاءِ کرام میں سب سے اکمل و افضل اور عارف تر اور عالم تر ہمارے نبی محمد مصطفٰی ہیں آپ پر اس زمین اور بلند آسمانوں میں ہر قسم کی برکت، رحمت اور سلامتی ہو۔ یقیناً سب سے زیادہ بدبخت وہ لوگ ہیں جنہوں نے

الـنـاس قـومٌ أطـالـوا الألسنة وصـالـوا عليه بالهمز وتجسس العيب. غير مطّلعين على سرّ الغيب. وكم من ملعونٍ في الأرض يحمده الله في السماء. وكم من مُعظّمٍ في هذه الدار يُهان في يوم الجزاء. ثم هو سبحانه أشار في قوله "رَبِّ الْعَالَمِينَ" إلى أنه خالق كل شيءٍ وأنه يُحمد في السماء والأرضين. وأن الحامدين كانوا على حمده دائمين. وعلى ذكرهم عاكفين. و إنّ من شيءٍ إلّا يُسَبّحه ويحمده في كل حين. وإن العبد إذا انسلخ عن إراداته. وتجرّد عن جذباته. وفنى في اللّٰه وفي طرقه وعباداته. و عرف ربّه الذي ربّاه بعناياته. حمده في سائر أوقاته. وأحبّه بجميع قلبه بل بجميع ذرّاته. فعند ذالك هو عالمٌ من العالمين. ولذالك

غیب کے اسرار پر اطلاع پائے بغیر آپؐ پر زبان درازی کی اور نکتہ چینی اور عیب جوئی کرتے ہوئے آپؐ پر حملہ آور ہوئے۔ اور کتنے ہی ایسے ہیں جن پر زمین میں لعنت کی جاتی ہے لیکن آسمان پر اللہ اُن کی تعریف کرتا ہے اور کتنے ہی ایسے ہیں جن کی اِس جہان میں بڑی تعظیم کی جاتی ہے لیکن جزاء سزا کے روز وہ ذلیل کئے جائیں گے۔ پھر اللہ سُبْحَانَہٗ نے اپنے قول رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ ہر شے کا خالق ہے اور اس کی آسمان اور زمینوں میں تعریف کی جاتی ہے اور اس کی تعریف کرنے والے اس کی تعریف پر مداومت اختیار کرتے اور اُس کی یاد میں دھونی رمائے بیٹھے ہیں۔ ہر چیز ہر وقت ہی اس کی تسبیح اور حمد کرتی ہے اور جب کوئی بندۂ خدا اپنی خواہشِ نفس کو تیاگ دیتا ہے اور اپنے جذبات سے خالی ہوکر اللہ اور اُس کی راہوں اور اسکی عبادات میں فنا ہوجاتا ہے۔ نیز اپنے اُس ربّ کو پہچان لیتا ہے جس نے اپنی عنایات سے اس کی پرورش فرمائی تو وہ اس کی ہروقت حمد کرتا اور سارے دل بلکہ تن کے ایک ایک ذرّہ کے ساتھ اس سے محبت کرتا ہے۔ تب اُس وقت وہ عَالَمین میں سے ایک عَالَم ہوجاتا ہے۔

﴿۱۳۴﴾

سُمّی إبراهیم أمّة فی کتاب أعلم العالمین. ومن العالمین زمان أُرسِلَ فیهم خاتم النبیین. و عالم آخر فیه یأتی اللّٰه بآخرین من المؤمنین. فی آخر الزمان رحمة علی الطالبین. وإلیه أشار فی قوله تعالٰی "لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولٰى وَالْآخِرَةِ"[1] فأومأ فیه إلی أحمدین وجعلهما من نعمائه الکاثرة. فالأوّل منهما أحمد المصطفٰی ورسولنا المجتبٰی. والثانی أحمد آخر الزمان. الذی سُمّی مسیحا ومهدیّا من اللّٰه المنّان. وقد استنبطت هذه النکتة من قوله "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ"[2] فلیتدبّر من کان من المتدبرین. وعرفتَ أن العالمین عبارة عن کل موجود سوی اللّٰه خالق الأنام. سواء کان من عالم الأرواح أو من عالم الأجسام. وسواء کان من مخلوق الأرض أو کالشمس والقمر وغیرهما من الأجرام. فکلٌّ من العالمین داخلٌ تحت

﴿۱۳۵﴾ ﴿۱۳۶﴾

اسی لئے حضرت ابراہیم (علیہ السلام) کو اَعْلَمُ الْعَالَمِیْن خدا کی کتاب میں اُمّت کا نام دیا گیا اور پھر عالمین کا ایک زمانہ وہ تھا جس میں ان لوگوں میں خاتم النبیین بھیجے گئے اور ایک دوسرا عالم وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ متلاشیانِ حق پر رحم فرماتے ہوئے آخری زمانہ میں مؤمنین میں آخرین کو لائے گا۔ اسی طرف اللہ تعالیٰ کے قول لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولٰى وَالْآخِرَةِ میں اشارہ ہے۔ اس میں دو احمدوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور ان دونوں احمدوں کو اپنی بے پایاں نعمتوں میں شمار کیا ہے۔ ان دونوں میں اوّل ہمارے رسول احمد مصطفٰی اور مجتبٰی ہیں اور دوسرے احمد آخر الزمان ہیں۔ جس کا خدائے منّان نے مسیح اور مہدی نام رکھا اور یہ نکتہ میں نے خدا کے قول اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے استنباط کیا ہے پس ہر غور وفکر کرنے والے کو غور وفکر کرنا چاہیئے۔ تمہیں معلوم ہے کہ عالمین سے مراد مخلوق کے پیدا کرنے والے خدا کے سوا تمام موجودات ہیں خواہ وہ عالمِ ارواح سے ہوں یا عالم اجسام سے۔ خواہ وہ زمینی مخلوق سے ہوں یا اجرام فلکی میں سے جیسے شمس وقمر وغیرہ۔ پس تمام عالم حضرت باری کی ربوبیت

[1] ابتدا اور آخرت (دونوں) میں تعریف اسی کی ہے۔ (القصص: ۷۱)

[2] الفاتحة: ۲

ربوبية الحضرة. ثم إن فيض الربوبيّة أعمّ وأكمل وأتمّ من كل فيض يُتَصَوّرُ فی الأفئدة. أو يجری ذكره علی الألسنة. ثم بعده فيض عام وقد خُصّ بالنفوس الحيوانيّة والإنسانيّة. وهو فيض صفة الرحمانيّة. وذكره اللّٰه بقوله "الرَّحْمٰنِ" وخصّه بذوی الروح من دون الأجسام الجمادية والنباتية. ثم بعد ذالك فيضٌ خاصٌّ وهو فيضُ صفة الرحيميّة. ولا ينزل هذا الفيض إلّا علی النفس التی سعَی سعيها لكسب الفيوض المترقّبة. ولذالك يختصّ بالذين آمنوا وأطاعوا ربًّا كريمًا. كما صُرّح فی قوله تعالٰی "وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا"[1] فثبت بنص القرآن أن الرحيميّة مخصوصة بأهل الإيمان. وأمّا الرحمانيّة فقد وسعت كل حيوان من الحيوانات. حتی ان الشيطان نال نصيبًا منها بأمر حضرة ربّ الكائنات.

کے تحت آتے ہیں۔ پھر ربوبیت کا فیض ہر اس فیض سے جس کا دلوں میں تصور کیا جاسکے یا جس کا ذکر زبانوں پر جاری ہو زیادہ وسیع، زیادہ کامل اور زیادہ جامع ہے۔ پھر اس کے بعد فیض عام ہے جو حیوانی اور انسانی نفوس کے ساتھ مختص ہے اور وہ صفت رحمانیت کا فیض ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر اپنے قول الرّحمٰن میں کیا ہے۔ اور اُسے جمادی اور نباتی اجسام کو چھوڑ کر صرف جاندار چیزوں سے وابستہ کیا۔ اس کے بعد ایک فیضِ خاص ہے اور وہ صفتِ رحیمیّت کا فیض ہے اور یہ فیض صرف اُس نفس پر نازل ہوتا ہے جو متوقع فیوض کے حصول کے لئے پوری کوشش کرتا ہے۔ اس لئے یہ فیض ان لوگوں سے خاص ہے جو ایمان لاتے اور ربِّ کریم کی اطاعت کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا[1] میں صراحت کی گئی ہے۔ پس نَصِّ قرآن سے ثابت ہو گیا کہ رحیمیّت اہلِ ایمان کے ساتھ مخصوص ہے مگر رحمانیّت کا دائرہ جانداروں میں سے ہر جاندار پر وسیع ہے۔ یہاں تک کہ شیطان نے بھی حضرتِ ربِّ کائنات کے حکم سے اِس میں سے حصہ پایا۔

﴿۱۳۷﴾

[1] اور وہ مومنوں کے حق میں بار بار رحم کرنے والا ہے۔ (الاحزاب: ۴۴)

وحاصل الكلام ان الرحيمية تتعلق بفيوضٍ تترتب على الأعمال. ويختص بالمؤمنين من دون الكافرين وأهل الضلال. ثم بعد الرحيميّة فيضٌ آخر وهو فيض الجزاء الأَتمّ والمكافات. وإيصال الصالحين إلى نتيجة الصالحات والحسنات. وإليه أشار عزّ اسمه بقوله "مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ"[1] وإنه آخر الفيوض من ربّ العالمين. وما ذُكر فيضٌ بعده فى كتاب اللّٰه أعلم العالمين. والفرق فى هذا الفيض وفيض الرحيمية. أن الرحيمية تُبلّغ السالك إلى مقام هو وسيلة النعمة. وأمّا فيض المالكية بالمجازات. فهو يُبلّغ السالك إلى نفس النعمة وإلى منتهى الثمرات. وغاية المرادات. وأقصى المقصودات. فلا خفاء أن هذا الفيض هو آخر الفيوض من الحضرة الأحدية. وللنشأة

﴿۱۳۸﴾

﴿۱۳۹﴾

حاصلِ کلام یہ کہ رحیمیّت کا تعلق اُن فیوض سے ہے جو اعمال پر مترتب ہوتے ہیں اور یہ کافروں اور گمراہوں کو چھوڑ کر صرف مؤمنوں سے خاص ہے۔ پھر رحیمیّت کے بعد ایک اور فیض بھی ہے جو جزاء کامل اور مکافات اور نیک لوگوں کو اُن کی نیکیوں اور اعمالِ حسنہ کے نتیجہ تک پہنچانے کا فیض ہے۔ اور اس کی طرف خدائے عزّوجلّ نے اپنے قول مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں اشارہ فرمایا ہے۔ اور یہ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ کی طرف سے آخری فیض ہے۔ اس کے بعد اَعْلَمُ العَالمین اللہ کی کتاب میں کسی اور فیض کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس فیض اور رحیمیّت کے فیض میں یہ فرق ہے کہ رحیمیّت ایک سالک کو اُس مقام تک پہنچاتی ہے جو وسیلہ نعمت ہے باقی رہا جزا سزا سے متعلق صفت مالکیت کا فیض، سو وہ ایک سالک کو نعمت کی حقیقت، اُخروی ثمرات، مرادوں کی انتہا اور مقاصد کی آخری حد تک پہنچاتا ہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ فیض حضرت احدیّت کی طرف سے آخری فیض ہے اور انسانی

---

[1] جزا سزا کے دن کا مالک ہے۔ (الفاتحة:۴)

الإنسانية كالعلّة الغائية. وعليه يتم النعم كلها و تستكمل به دائرة المعرفة و دائرة السلسلة. ألا ترى أن سلسلة خلفاء موسٰى انتهت إلى نُكتة مالك يوم الدين. فظهر عيسى فى آخرها وبُدِّلَ الجور والظلم بالعدل والإحسان من غير حرب ومُحاربين. كما يُفهم من لفظ الدين فإنه جاء بمعنى الحلم والرفق فى لغة العرب و عندأدبائهم أجمعين. فاقتضت مماثلة نبيّنا بموسٰى الكليم. ومشابهة خلفاء موسٰى بخلفاء نبينا الكريم. أن يظهر فى آخر هذه السلسلة رجلٌ يُشابه المسيح. ويدعو إلى اللّٰه بالحلم ويضع الحرب ويُقرِبُ السيف الْمُجِيح. فيحشر الناس بالآيات من الرحمان. لا بالسيف والسنان. فيُشابه زمانه زمان القيامة ويوم الدين والنشور. و يُمْلأ الأرض نورًا كما مُلئت بالجور والزور. وقد

پیدائش کے لئے بطور عِلّت غائی ہے۔اور اسی صفت (مالکیت) پر تمام نعمتوں کی تکمیل ہوتی ہے اور معرفت اور سلسلہ کا دائرہ مکمل ہوتا ہے۔کیا تو نے نہیں دیکھا کہ موسیٰؑ کے خلفاء کا سلسلہ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کے نکتہ پر ختم ہو گیا۔چنانچہ حضرت عیسیٰؑ اس سلسلہ کے آخر میں ظاہر ہوئے۔ جنگ اور جنگجوؤں کے بغیر ہی ظلم وستم عدل واحسان میں تبدیل کر دیا گیا۔جیسا کہ دین کے لفظ سے یہ مفہوم نکلتا ہے۔کیونکہ یہ لفظ لغتِ عرب اور عرب کے تمام ادیبوں کے نزدیک نرمی اور رفق کے معنی میں آیا ہے۔جس کا یہ تقاضا ہوا کہ ہمارے نبی ﷺ کی مماثلت موسیٰ کلیم اللہ سے، اور موسیٰ علیہ سلام کے خلفاء کی مشابہت ہمارے نبی کریمؐ کے خلفاء سے ہو۔اور وہ یہ کہ اس سلسلہ کے آخر میں ایک ایسا شخص ظاہر ہو جو مسیح سے مشابہ ہو۔اور حلم کے ساتھ اللہ کی طرف بلائے اور جنگ کا خاتمہ کرے اور سیفِ قاطع کو نیام میں رکھے اور تلوار اور نیزہ کی بجائے خدائے رحمٰن کے چمکتے ہوئے نشانوں سے لوگوں کو اکٹھا کرے۔اِس طرح اُس کا زمانہ قیامت کے زمانے اور جزاء وسزا اور حشر ونشر کے دن کے مشابہ ہو جائے گا۔اور زمین نور سے بھر دی جائے گی جس طرح ظلم اور جھوٹ سے بھری ہوئی

﴿۱۴۰﴾

كتب اللّٰه أنه يُرِی نموذج يوم الدين قبل يوم الدين. ويحشر الناس بعد موت التقوىٰ وذالك وقت المسيح الموعود وهو زمان هذا المسكين. وإليه أشار فی آية يومِ الدين. فليتدبّر من كان من المتدبّرين. وحاصل الكلام ان فی هذه الصفات التی خُصّت باللّٰه ذی الفضل والإحسان. حقيقة مخفيّة ونبأً مكتومًا من اللّٰه المنّان. وهو أنه تعالى أراد بذكرها أن يُنبئ رسوله بحقيقة هذه الصفات. فأرَى حقيقتها بأنواع التأييدات. فربّی نبيّه وصحابته فأثبت بها أنه رب العالمين. ثم أتمّ عليهم نعماءه برحمانيته من غير عمل العاملين. فأثبت بها أنه أرحم الراحمين. ثم أراهم عند عملهمّ برحمة منه أيادی حمايته. وأيّدهم بروح منه بعنايته. ووهب لهم نفوسًا

﴿۱۴۱﴾ ﴿۱۴۲﴾

تھی۔ اللہ نے یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ وہ یوم الدین سے پہلے ہی یوم الدین کا نمونہ دکھائے گا۔ اور تقویٰ کے مرجانے کے بعد لوگوں کو زندہ کرے گا۔ اور یہی مسیح موعود کا وقت ہے اور یہی اس عاجز کا زمانہ ہے اور اسی کی جانب آیت یَوْمِ الدِّیْنِ میں اشارہ کیا ہے۔ پس تدبّر کرنے والے اس پر تدبّر کریں۔ حاصلِ کلام یہ کہ ان صفات میں جو فضل و احسان کے مالک خدا کے ساتھ مخصوص ہیں خدائے مَنّان کی طرف سے ایک پوشیدہ حقیقت اور مخفی پیشگوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کا ذکر کر کے یہ چاہا کہ وہ اپنے رسول کو ان صفات کی حقیقت سے آگاہ کرے پس اُس نے طرح طرح کی تائیدات کے ساتھ ان صفات کی حقیقت ظاہر فرمائی۔ پس اُس نے اپنے نبی اور اس کے صحابہ کی خود تربیت فرمائی اور اِس سے ثابت کیا کہ وہ رَبّ العَالَمِین ہے۔ پھر اُس نے محض اپنی صفت رحمانیّت سے بغیر عامل کے عمل کے اُن پر اپنی نعمتیں پوری فرمائیں اور اس سے یہ ثابت فرمایا کہ وہ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن ہے۔ پھر اُس نے اپنی رحمت سے اُن کے عمل کے موقع پر اپنی حمایت کے احسانات دکھائے اور اپنی عنایت سے روح القدس کے ساتھ اُن کی تائید فرمائی اور انہیں

مطمئنة. وأنزل عليهم سكينة دائمة. ثم أراد أن يريهم نموذج مالِكِ يوم الدين. فوهب لهم الملك والخلافة وأَلْحَقَ أعداء هم بالهالكين. وأهلك الكافرين وأزعجهم إزعاجًا. ثم أرى نموذج النشور فأخرج من القبور إخراجًا. فدخلوا في دين اللّٰه أفواجًا. وبدروا إليه فرادى وأزواجًا. فرأى الصحابة أمواتًا يلفون حياة ورأوا بعد المحل ماءً اثجّاجًا. وسمّى ذالك الزمان يوم الدين. لأن الحق حصحص فيه ودخل في الدين أفواج من الكافرين. ثم أرادَ أن يُرى نموذج هذه الصفات في آخرين من الأمّة. ليكون آخر المِلّة كمثل أوّلها في الكيفية. و ليتمّ أمر المشابهة بالأمم السابقة، كما أُشير إليه في هذه السورة. أعني قوله "صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ"[1] فتدبّر ألفاظ هذه الآية. وسمّى زمان المسيح الموعود يوم الدين.

نفوسِ مطمئنه عطا کئے۔اوران پر دائمی سکینت نازل فرمائی۔ پھر اس نے ارادہ فرمایا کہ انہیں مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کا نمونہ دکھائے تو اُس نے اُنہیں بادشاہت اور خلافت عطا کی اور اُن کے دشمنوں کو ہلاک ہونے والوں سے ملا دیا۔ کافروں کو ہلاک کیا اور اُن کی بیخ کنی کی۔ پھر حشر کا نمونہ دکھایا اور اُنہیں قبروں سے نکالا اور وہ اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہو گئے۔ فرداً فرداً اور گروہ در گروہ اس کی طرف دوڑے۔ پس صحابہؓ نے مُردوں کو زندگی پاتے اور خشک سالی کے بعد موسلا دھار بارش ہوتے دیکھا اور اس زمانے کا نام يَوْمِ الدِّيْنِ رکھا گیا کیونکہ اس میں حق ظاہر ہو گیا۔ اور کافروں کی فوجیں دین میں داخل ہو گئیں۔ پھر اُس نے ارادہ فرمایا کہ وہ اُمّت کے آخرین میں بھی ان صفات کا نمونہ دکھائے۔ تا کہ ملّت کا آخر بھی کیفیت میں اُس کے اوّل کی طرح ہو جائے اور تا کہ سابقہ اُمتوں کے ساتھ ان کی مشابہت پوری ہو جائے۔ جیسا کہ اِس سورت میں اِس جانب اشارہ کیا گیا ہے یعنی اُس کے قول صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں۔ لہٰذا اس آیت کے الفاظ پر غور کر۔ مسیح موعود کے زمانے کو يَوْمِ الدِّيْنِ کا نام دیا گیا۔

﴿۱۴۳﴾

[1] (الفاتحة:۷)

لأنــه زمــان يُـحيٰـى فيـه الدّين. وتُـحشر الناسُ ليقبلوا باليقين. ولا شك ولا خلاف أنــه رَبّــى زمــانـنـا هـذا بـأنواع التـربية. وأرانـــا كثيـــرًا مـــن فيـــوض الـرحـمـانية والـرحـيـمية. كما أرى الســابـقـيـن مـن الأنبيـاء والـــرسـل. وأربـــاب الـولاية والـخـلّة. وبَقِيَت الصفة الرابعة من هذه الصفات. أعنى التجلّى الـذى يُظهـر فـى حُلّة ملك أو مــالك فـــى يـوم الـديـن لـلـمـجـازات. فجعله للمسيح الـمـوعـود كالمعجزات. وجعله حَـكَـمًـا ومَـظهـرًا لـلـحكومة السـمـاوية بتـأييـد من الغيب والآيـات. وستـعـلـم عند تفسير "أَنُعَمُتَ عَلَيُهِمُ" هذه الحقيقة. ومـا قـلـتُ مـن عـنـد نفسى بل أُعـطِـيـتُ مـن لـدن ربـى هـذه الـنـكـات الـدقيقة. ومن تدبرها حـق الـتـدبـر وفـكّـر فـى هـذه الآيـات عـلـم أن الـلّٰه أخبر فيها عن المسيح ومن زمنه الذى هو

﴿۱۴۴﴾

کیونکہ اس زمانے میں دین زندہ کیا جائے گا۔ اور لوگوں کو اکٹھا کیا جائے گا تا کہ وہ یقین کے ساتھ قبول کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں اور نہ کوئی اختلاف کہ اس نے ہر نوع کی تربیت سے ہمارے اِس زمانے کی پرورش فرمائی اور ہمیں رحمانیّت اور رحیمیّت کے فیوض اسی طرح بکثرت دکھائے جس طرح اُس نے گزشتہ نبیوں، رسولوں، اولیاء اور دوستوں کو دکھائے۔ باقی رہی ان صفات میں سے چوتھی صفت تو اس سے مراد خدا تعالیٰ کی وہ تجلّی ہے جس کا ظہور بادشاہ یا مالک کے لباس میں جزاء سزا دینے کے لئے یوم الجزاء میں ہوگا۔ اور اُس نے اس تجلّی کو مسیح موعود کے لئے معجزات کی طرح بنایا اور اسے (مسیح موعود کو) غیبی تائیدات اور نشانات کے ساتھ حَکَم اور آسمانی بادشاہت کا مظہر بنایا۔ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کی تفسیر کے وقت تو اس حقیقت کو جان لے گا۔ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے اپنے نفس سے نہیں کہا بلکہ یہ نِکات دقیقہ مجھے میرے ربّ کی جناب سے عطا کئے گئے ہیں۔ جو شخص ان نکات پر پورا تدبّر کرے گا اور ان نشانات پر غور و فکر کرے گا تو وہ جان جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں مسیح موعود اور اُس کے اُس زمانے کے بارے میں خبر دی ہے جو برکات

زمن البرکاتؔ. ثم اعلم أن هذه الآيات قد وقعت كحدٍّ مُعرّفٍ للّٰه خالق الكائنات. وإن كان اللّٰه تَعَالٰى ذاته عن التحديدات. ومن هذا التعليم والإفادة. يتضح معنى كلمة الشهادة. التي هي مناط الإيمان والسعادة. وبهذه الصفات استحق اللّٰه الطاعة وخُصّ بالعبادة. فإنه ينزل هذه الفيوض بالإرادة. فإنك إذا قلتَ لا إله إلَّا اللّٰه فمعناه عند ذوی الحصات. أن العبادة لا يجوز لأحدٍ من المعبودين أو المعبودات. إلَّا لذاتٍ غير مُدركة مُستجمعة لهذهؔ الصفات. أعنی الرحمانية والرحيمية اللتين هما أوّل شرط لموجود مستحق للعبادات. ثم اعلم أن اللّٰه اسم جامد لا تُدرَك حقيقته لأنه اسم الذات. والذات ليست من المدركات. وكل ما يُقال فی معناه فهو من قبيل الأباطيل والخزعبيلات. فإن كُنهَ البارئ

کا زمانہ ہے۔ پھر تو جان لے کہ یہ آیات خالقِ کائنات اللہ کی معرفت دلانے والی حد کی طرح واقع ہوئی ہیں۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہر حد و بست سے بالاتر ہے۔ اس تعلیم و افادہ سے کلمہ شہادت کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے جو ایمان اور سعادت کا مدار ہے۔ ان صفات کی وجہ سے اللہ اطاعت کا مستحق اور عبادت کے لئے مخصوص ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہی اِن فیوض کو بالارادہ نازل فرماتا ہے۔ کیونکہ جب آپ لا الٰہ الا اللّٰہ کہیں تو اہلِ دانش کے نزدیک اس کے یہ معنی ہوں گے کہ نر و مادہ میں سے کسی بھی ہستی کی عبادت جائز نہیں سوائے اُس معبودِ حقیقی کی ذات کے جس کا اِدراک ممکن نہیں اور جو ان صفات یعنی رحمانیّت اور رحیمیّت کی صفات کا جامع ہے۔ یہ دونوں صفات عبادات کے مستحق وجود کی شرط اوّل ہیں۔ پھر تم یہ بھی جان لو کہ اللّٰہ اِسم جامد ہے۔ اس کی حقیقت کا ادراک نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ یہ اِسم ذات ہے اور وہ ذات محسوسات سے نہیں۔ اور لفظ اللّٰہ کو مشتق قرار دے کر جو کچھ بھی کہا جاتا ہے وہ از قسم جھوٹ اور خرافات ہے۔ کیونکہ باری تعالیٰ کی

﴿۱۴۵﴾ ﴿۱۴۶﴾

أرفع من الخيالات. وأبعد من القياسات. وإذا قلتَ محمدٌ رسول اللّٰه فمعناه أن محمّدًا مظهر صفات هذه الذات وخليفتها فی الکمالات. ومُتمّم دائرة الظلّية وخاتم الرسالات. فحاصل ما أُبصر وأرى. أن نبينا خير الورَى. قد ورث صفتی ربّنا الأعلٰی. ثم ورث الصحابة الحقيقة المحمدية الجلالية كما عرفتَ فيما مضى. وقد سُلم سيفهم فی قطع دابر المشركين. ولهم ذكر لا يُنسى عند عبدة المخلوقين. وإنهم أدّوا حق صفة المحمّدية. وأذاقوا كثيرا من الأيدی الحربية. وبقيت بعد ذالك صفة الأحمدية. التی مُصَبّغة بالألوان الجمالية. محرقة بالنيران الْمُحِبّية. فورثها المسيح الذی بُعث فی زمن انقطاع الأسباب. وتكسر الْمِلَّة من الأنياب. وفقد ان الأنصار والأحباب. وغلبة الأعداء وصول الأحزاب. ليُرِی

﴿۱۴۷﴾ ﴿۱۴۸﴾

کُنہ خیالات سے اَرفَع اور قیاسات سے بعید تر ہے۔اور جب آپ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کہتے ہیں تو اس کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ محمد ﷺ اس ذات باری تعالیٰ کی صفات کا مظہر اور کمالات میں اُس کے جانشین اور دائرۂ ظلّیت کو مکمل کرنے والے اور خَاتَمِ رسالت ہیں۔میری بصیرت اور مشاہدہ کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے نبی خیر الوریٰ ؐ ہمارے ربّ اَعلٰی کی اِن دونوں صفات (رحمٰن اور رحیم) کے وارث ہیں اور آپ ؐ کے بعد جیسا کہ میرے گزشتہ بیان سے آپ جان چکے ہیں آپ ؐ کے صحابہ ؓ حقیقت محمّدیہ جَلالیہ کے وارث ہوئے اور اُن کی تلوار مشرکوں کے قلع قمع کرنے میں مسلّم ہے۔اُن کی یاد مخلوق کے پجاری فراموش نہیں کر سکتے ۔انہوں نے صفتِ محمدیّت کا حق ادا کر دیا اور اپنے جنگی کارناموں سے بہتوں کو خوب مزا چکھایا۔اس کے بعد باقی رہی صفت احمدیّت جو جمالی رنگوں میں رنگین اور مُحِبِّیّت کی آگ میں سوختہ ہے۔سو مسیح موعود اس صفت (احمدیّت) کا وارث ہوا، جو ذرائع (ترقی) کے خاتمہ، دشمنوں کی کچلیوں سے ملّت کی بربادی ، مددگاروں اور دوستوں کے معدوم ہونے ، دشمنوں کے غلبہ اور مخالف جماعتوں کے حملے کے وقت مبعوث کیا گیا

اللّٰه نموذج مالك يوم الدين. بعد ليالى الظلام. وبعد انهدام قوّة الإسلام. وسطوة السلاطين. وبعد كون المِلّة كالمستضعفين. فاليوم صار ديننا كالغرباء. وما بقيت له سلطنة إلّا فى السماء. وما عرفه أهل الأرض فقاموا عليه كالأعداء. فأُرسل عند هذا الضعف وذهاب الشوكة عبدٌ من العباد. ليتعهّد زمانًا ماحِلا تعهّد العِهاد. و ذالك هو المسيح الموعود الذى جاء عند ضعف الإسلام. لِيُرِى اللّٰه نموذج الحشر والبعث والقيام. ونموذج يوم الدين. إنعامًا منه بعد موت الناس كالأنعام. فاعلم أن هذا اليوم يوم الدين. وستعرف صدقنا ولو بعد حين. وههنا نكتة كشفية ليست من المسموع. فاسمع مُصغيًا و عليك بالمودوع. وهو أنه تعالٰى ما اختار لنفسه ههنا أربعة

تا اللہ تعالیٰ اندھیری راتوں کے بعد، اسلام کی قوت اور (مسلمان) سلاطین کے رعب مٹنے کے بعد اور ملّتِ محمّدیہ کے اپاہجوں کی مانند ہو جانے کے بعد اپنی مالکیت یوم الدین کا نمونہ دکھائے۔ پس آج ہمارا دین بے وطنوں کی طرح ہو گیا۔ اس کی حکومت سوائے آسمان کے اور کہیں باقی نہیں رہی (اس وقت کے) اہلِ زمین نے اس کو نہیں پہچانا اور اس کے خلاف دشمنوں کی طرح اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ پس اس ضعف اور شان وشوکت کے خاتمہ کے وقت (خدا تعالیٰ کے) بندوں میں سے ایک بندہ مبعوث کیا گیا۔ تا وہ اس (روحانی پانی کے ساتھ) قحط زدہ زمانے کو بارش کی طرح سیراب کرے۔ پس یہ وہی مسیح موعود ہے جو اسلام کے ضعف کے وقت آیا ہے۔ تا اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے لوگوں کو جب وہ (روحانی) موت کے بعد چوپاؤں کی طرح ہو گئے تھے حشر ونشر اور بعث بعد الموت، قیامت اور جزا سزا کے دن کا نمونہ دکھائے۔ پس جان لو کہ یہی زمانہ یوم الدین ہے اور تم یقیناً ہماری سچائی کو جان لو گے۔ اگر چہ کچھ وقت کے بعد ہی سہی۔ یہاں ایک کشفی نکتہ ہے جو پہلے کبھی نہیں سنا گیا۔ پس تحمل سے کان دھرو اور سنو۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنی ذات

﴿۱۴۹﴾

مـن الـصـفـات. إلّا لِيُـرِى نـمـوذجهـا فـى هـذه الدنيا قبل الـمـمـات. فـأشـار فى قولـه" لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ "[1] إلـى أن هـذا الـنـمـوذج يُعطَى لـصـدر الإسلام. ثم للآخرين من الأمة الـداخـرة. و كـذالك قال فـى مـقـام آخـر وهـو أصـدق الـقـائلين" ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ "[2] فقسّم زمـان الهـدايـة والـعـون والـنصـرة. إلـى زمان نبيناصلى الـلّٰـه عـلـيـه وسلم. وإلى الزمان الآخـر الـذى هـو زمـان مسيح هـذه الـمـلّة. وكـذالك قـال وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ[3] فـاشـار إلـى الـمسيـح الموعود وجـمـاعـتـه والـذيـن اتّبعوهم. فثبـت بنصوصٍ بيّنة من القرآن. ان هـذه الصفات قد ظهرت فى زمـن نبيّـنـا ثـم تـظـهـرفـى

﴿۱۵۰﴾

کے لئے چار صفات کو محض اس لئے اختیار کیا ہے تا کہ موت سے پہلے اسی دنیا میں وہ ان (صفات) کے نمونے دکھائے۔ یہی وجہ ہے کہ اُس نے اپنے کلام لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ[1] میں اس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ یہ نمونہ آغاز اسلام کے لوگوں کے لئے اور پھر رُسوا امت کے آخرین کو بھی عطا کیا جائے گا۔ اسی طرح اس نے دوسرے مقام پر فرمایا اور وہ اصدق القائلین ہے۔ ثُلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ[2]۔ پس یوں اس نے ہدایت، مدد اور نصرت کے زمانے کو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے پر اور اس آخری زمانہ پر جو اس امت کے مسیح کا زمانہ ہے تقسیم کر دیا ہے۔ اور اسی طرح فرمایا وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ[3] اس میں مسیح موعود اور اس کی جماعت اور ان کے متبعین کی طرف اشارہ فرمایا پس قرآنِ کریم کی اِن واضح نصوص سے ثابت ہوا کہ پہلے یہ صفات ہمارے نبی ﷺ کے زمانے میں بھی ظاہر

---

[1] ابتدا اور آخرت (دونوں) میں تعریف اسی کی ہے۔ (القصص: ۷۱)

[2] پہلوں میں سے ایک بڑی جماعت ہے اور پچھلوں میں سے بھی ایک بڑی جماعت ہے۔ (الواقعة: ۴۰، ۴۱)

[3] اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی (اسے مبعوث کیا ہے) جو ابھی ان سے نہیں ملے (الجمعة: ۴)

آخر الزمان. و هو زمانٌ يكثر فيه الفسق والفساد. ويقل الصلاحُ والسداد. ويُجاح الإسلام كما تُجاح الدوحة. ويصير الإسلام كسليم لدغته الحيّة. ويصير المسلمون كأنهم الميتة. ويُداس الدين تحت الدوائر الهائلة. والنوازل النازلة السائلة. و كذالك ترون فى هذا الزمان. وتشاهدون أنواع الفسق والكفر والشرك والطغيان. وترون كيف كثر المفسدون. وقلّ المصلحون المواسون. وحان للشريعة أن تُعدَم. وآن للمِلّة أن تُكتَم. و هذا بلاءٌ قد دهم. وعناءٌ قد هجم. وشرٌّ قد نجم. ونارٌ أحرقت العرب والعجم. و معَ ذالك ليس وقتنا وقت الجهاد. ولا زمن المرهفات الحداد. ولا أوان ضرب الأعناق والتقرين فى الأصفاد. ولا زمان قَوْد أهل الضلال فى السلاسل والأغلال. وإجراء أحكام القتل

ہوئیں اور پھر یہ آخری زمانے میں ظاہر ہوں گی۔ اور یہ وہ زمانہ ہے جس میں فسق و فساد بہت کثرت سے ہوگا۔ اور نیکی اور راستبازی بہت ہی ﴿۱۵۱﴾ کم ہوگی اور اسلام کی ایسی بیخ کنی ہوگی جیسے کہ درخت کو بیخ و بن سے اکھاڑ دیا جاتا ہے اور اسلام کی حالت ایک مارگزیدہ کی سی ہوگی اور مسلمان ایسے ہو جائیں گے جیسے کہ مردے۔ اور اُن کا دین خوفناک حوادث اور دوسرے متواتر نازل ہونے والے مصائب کے نیچے کچلا جائے گا۔ اور یہی حالت تم اِس زمانے میں دیکھ رہے ہو اور طرح طرح کے فسق، کفر، شرک اور سرکشیوں کا مشاہدہ کر رہے ہو۔ اور تم دیکھ رہے ہو کہ کس طرح مفسد زیادہ ہو گئے ہیں اور مصلح اور غمخوار کم ہو گئے ہیں۔ وہ وقت قریب آ گیا تھا کہ شریعت معدوم ہو جاتی اور ملت ناپید ہو جاتی۔ یہ مصیبت ہے جو ناگہانی آ پڑی اور ایسی بپتا ہے جو ٹوٹ پڑی ایسا شر ہے جو ﴿۱۵۲﴾ یکدم پھوٹ پڑا ایسی آگ تھی کہ جس نے عرب و عجم کو جلا ڈالا۔ بایں ہمہ ہمارا یہ وقت جہاد کا وقت نہیں اور نہ تیز تلواروں کا زمانہ ہے۔ اور نہ یہ گردنیں مارنیں اور زنجیروں میں جکڑنے کا وقت ہے اور نہ ہی گمراہوں کو زنجیروں اور طوقوں میں جکڑ کر انہیں گھسیٹنے اور ان پر قتل اور ہلاکت کے

والاغتيال. فإن الوقت وقت غلبة الكافرين وإقبالهم. وضُرِبت الذلّة على المسلمين بأعمالهم. وكيف الجهاد ولا يُمنع أحدٌ من الصوم والصلٰوة. ولا الحج والزكٰوة. ولا من العفة والتقاة. وما سَلّ كافرٌ سيفًا على المسلمين. ليرتدّوا أو يجعلهم عضين. فمن العدلِ أن يُسَلَّ الحسام بالحسام. والأقلام بالأقلام وإنّا لا نبكي على جراحات السيف والسنان. وإنما نبكي على أكاذيب اللسان. فبالأكاذيب كُذّبت صحف اللّٰه واخفى أسرارُها. وصيل على عمارة المِلّة وهُدّمَ دارها. فصارت كمدينة نُقِض أسوارها. أو حديقة أُحرِق أشجارُها. أو بُستان أُتلِفَ زهرها وثمارُها. وسُقط أنوارها. أو بلدةٍ طيّبةٍ غيض أنهارها. أو قصورٍ مشيّدةٍ عُفّىَ آثارُها. ومزّقها الممزّقون. وقيل ماتت ونعى

﴿۱۵۳﴾

احکام جاری کرنے کا زمانہ ہے۔ یہ وقت تو کافروں کے غلبہ اور عروج کا وقت ہے۔ مسلمانوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے ذلّت مسلط کر دی گئی۔ بتاؤ جہاد کیسا؟ جبکہ کسی کو صوم وصلٰوۃ، حج وزکٰوۃ اور پاکبازی اور تقویٰ شعاری سے روکا نہیں جاتا اور نہ ہی کسی کافر نے مسلمانوں پر انہیں مرتد کرنے یا انہیں ٹکڑے ٹکڑے کرنے کے لئے تلوار سونتی ہے۔ اور انصاف یہ ہے کہ تلوار کے مقابلہ میں ہی تلوار سونتی جائے اور قلموں کے مقابلہ میں قلمیں۔ ہم شمشیر و سنان کے زخموں پر نہیں روتے، ہم تو زبانوں کی مفتریات پر روتے ہیں۔ دروغ گوئیوں سے اللہ کے صحیفوں کو جھٹلایا گیا اور ان کے اسرار کو چھپایا گیا۔ ملّت کی عمارت پر حملہ کیا گیا اور اس کے گھر کو مسمار کیا گیا پس یہ ایک ایسے شہر جیسی ہوگئی جس کی فصیلیں توڑ دی گئیں ہوں یا اُس باغ کی طرح ہوگئی جس کے درختوں کو جلا دیا گیا ہو یا اُس گلشن کی طرح جس کے پھول اور پھل بالکل تباہ کر دیئے گئے ہوں اور اس کے شگوفوں کو توڑ دیا گیا ہو۔ یا اُس پاک سرزمین کی طرح جس کی نہروں کا پانی خشک ہوجائے۔ یا ان مضبوط محلّات کی طرح جن کے نشان تک مٹا دیئے گئے ہوں اور تباہ کرنے والوں نے انہیں پارہ پارہ کر دیا ہو۔ اور یہ کہا گیا

النـاعـون. وطُبعت أخبارُها وأشـاعتهـا الـمشيعون. ولكل كـمـال زوال. ولـكل تـرعـرع اضمحلال. كما ترى أن السيل إذا وصل إلى الجبل الراسى وقف. و الـلـيـل إذا بـلـغ الـى الـصـبـح المسفر انكشف. كما قـال اللّٰـه تـعـالٰـى وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ [1] فـجعل تنفّس الصبح كأمر لازمٍ بـعـد كـمـال ظـلـمـات الليل. وكـذالك فـى قـولـه "يٰاَرْضُ ابْلَعِيْ". [2] جُعِلَ كـمـال السَّيـل دليلَ زوال السَّيـل. فـاراد اللّٰـه أن يردّ إلى الـمـؤمـنـيـن أيّامهم الأولٰى. وأن يـريهـم أنـه ربّهـم وأنـه الرّحمٰن والـرحيم ومـالك يـوم فيـه يُـجـزىٰ. ويُبـعـث فيـه الموتىٰ. وإنـكـم تـرون فـى هذا الزمان. ربـوبية اللّٰـه المنّان. ورحمانيّته لـلإنسان والحيوان. التى تتعلّق

کہ (ملّت اسلام) مرگئی اور موت کی خبر لانے والے اس کی موت کی خبر لے آئے۔ اُس کی موت کی خبریں چھپ گئیں اور شائع کرنے والوں نے انہیں اچھی طرح پھیلا دیا۔ ہر کمال کے لئے زوال ہے اور ہر جوانی کے لئے ڈھلنا ہے۔ جیسا کہ تم نے دیکھا ہے کہ جب سیلاب کا پانی مستحکم پہاڑ تک پہنچ جائے تو وہ ٹھہر جاتا ہے اور رات جب روشن صبح تک پہنچ جائے تو تاریکی چھٹ جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ [1]۔ پس اس نے رات کے انتہائی اندھیروں کے بعد صبح کے ظہور کو ایک لازمی امر قرار دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے کلام يٰاَرْضُ ابْلَعِيْ [2] میں سیلاب کی انتہا کو سیلاب کے زوال کی علامت ٹھہرایا ہے۔ پس اللہ نے ارادہ فرمایا کہ وہ مؤمنوں کی طرف اُن کے پہلے دن لوٹا دے اور ان کو دکھائے کہ وہ ان کا ربّ ہے اور وہ رحمٰن، رحیم اور اُس دن کا مالک ہے جس میں جزا سزا دی جائے گی اور جس میں مُردوں کو اٹھایا جائے گا۔ اور تم اس زمانے میں خدائے منّان کی ربوبیّت اور انسانوں اور حیوانوں کے لئے اس

﴿۱۵۴﴾ ﴿۱۵۵﴾

[1] اور (قسم ہے) رات کی جب وہ آئے گی اور پیٹھ پھیر جائے گی۔ اور صبح کی جب وہ سانس لینے لگے گی۔ (التکویر: ۱۸،۱۹)

[2] اے زمین! نگل جا (ھود: ۴۵)

بالأبدان. وترون أنه كيف خلق أسبابًا جديدة. ووسائل مفيدة. وصنائع لم يُر مثلها فيما مضٰى. وعجائب لم يوجد مثلها فی القرون الأولٰى. وترون تجدّدًا فی كلّما يتعلق بالمسافر والنزيل والمقيم وابن السبيل. والصحيح والعليل. والمحارب والمُصالح المقيل. والإقامة والرحيل. وجميع أنواع النعماء والعراقيل. كأن الدنيا بُدّلت كل التبديل. فلا شك أنها ربوبية عظمٰى. ورحمانية كبرىٰ. وكذالك ترى الربوبية والرحمانية والرحيمية فی الأمور الدينية. وقد يُسّر كل أمرٍ لطلباء العلوم الإلهية. ويُسّرَ أمر التبليغ وأمر إشاعة العلوم الروحانية. وأُنزلت الآيات لكل من يعبد اللّٰه ويبتغی السكينة من الحضرة. وانكسف القمر والشمس فی رمضان وعُطّلت العشار فلا يُسعٰى عليها إلّا بالندرة. وسوف ترى المركب ﴿۱۵۶﴾

کی ایسی رحمانیت جس کا تعلق اجسام کے ساتھ ہے دیکھ رہے ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ اُس نے کس طرح نئے نئے ذرائع اور مفید وسائل پیدا کئے ہیں۔ ایسی صنعتیں جن کی مثال گزشتہ زمانوں میں نہیں دیکھی گئی اور ایسے عجائبات جن کی نظیر قرون اولیٰ میں نہیں پائی گئی۔ اور تمہیں تمام چیزوں میں جو مسافر یا قیام پذیر، سکونتی یا پردیسی تندرست یا بیمار، جنگجو یا صلح جو، قیام یا کُوچ کی حالت اور تمام قسم کی نعمتوں اور مشکلات سے تعلق رکھتی ہے جدّت نظر آئے گی۔ گویا دنیا مکمل طور پر بدل چکی ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ سب کچھ رَبُوبیّت عُظمٰی اور رَحْمَانِیّتِ کُبریٰ ہے۔ اسی طرح آپ کو تمام دینی امور میں ربوبیّت، رحمانیّت اور رحیمیّت نظر آئے گی۔ ہر معاملہ کو علوم الٰہیہ کے طلباء کے لئے آسان کر دیا گیا ہے۔ تبلیغ کا أمر اور روحانی علوم کی اشاعت کا کام آسان کر دیا گیا ہے۔ اور ہر اس شخص کے لئے نشان اتار دیئے گئے ہیں جو اللہ کی عبادت کرتا اور اُس کی جناب سے سکینت کا طالب ہے۔ چاند اور سورج کو رمضان میں گرہن لگ چکا، اونٹنیاں بیکار کر دی گئیں۔ اب اُنہیں شاذ و نادر ہی استعمال کیا جاتا ہے اور تم عنقریب ہی مکّہ اور مدینہ

الجديد فی سبيل مكة والمدينة. وأُيِّد العالمون والطالبون بكثرة الكتب وأنواع أسباب المعرفة. وعُمّر المساجد. وحُفِظَ الساجد. وفتح أبواب الأمن والتبليغ والدعوة. وما هو إلّا فيض الرحيمية. فوجب علينا أن نشهد أنها وسائل لا يوجد نظيرها فی القرون الأولٰی. وإنه توفيق وتيسير ما سمع نظيره أذنٌ وما رأی مثله بصرٌ فانظر إلی رحيمية ربنا الأعلٰی. ومن رحيميته أنّا قدرنا علی أن نطبع كتب ديننا فی أيام ما كان من قبل فی وسع الأوّلين أن يكتبوها فی أعوام. وإنّا نقدر علی أن نطّلع علی أخبار أقصی الأرض فی ساعات☆. وما قدر عليه السابقون إلّا لشق الأنفس وبذل الجهد إلی سنوات. وقد فُتِحَ علينا فی كل خير أبواب الربوبية والرحمانية والرحيمية.

کے راستہ میں نئی سواری کو چلتے دیکھو گے۔ علماء اور طلباء کے لئے کثرت کے ساتھ کتابوں اور ہر قسم کے ﴿۱۵۷﴾ معلوماتی ذرائع کی مدد بہم پہنچائی دی گئی ہے۔ مسجدیں آباد ہوگئی ہیں اور عبادت گزار کی حفاظت کی گئی ہے امن وامان اور دعوۃ وتبلیغ کے دروازے کھول دیئے گئے ہیں۔ اور یہ سب کچھ رحیمیّت کا فیضان ہے۔ پس ہم پر واجب ہے کہ ہم گواہی دیں کہ یہ ایسے وسائل ہیں جن کی نظیر قرون اولیٰ میں نہیں پائی جاتی تھی۔ اور یہ ایک سہولت اور آسانی ہے جس کی نظیر نہ کسی کان نے سنی اور جس کی مثل نہ کسی آنکھ نے دیکھی۔ پس تم ہمارے ربّ اعلیٰ کی رحیمیّت ملاحظہ کرو۔ یہ اسی کی رحیمیّت ہے کہ ہمارے لئے ممکن ہو گیا ہے کہ چند دنوں میں اپنے مذہب کی اس قدر کتابیں طبع کر دیں جو ہمارے اسلاف سالوں میں بھی لکھنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔ ﴿۱۵۸﴾ آج ہم زمین کے دور دراز علاقوں کی خبریں چند گھڑیوں میں معلوم کر سکتے ہیں جو☆ پہلے لوگ اپنی جانوں کو مشقت میں ڈال کر اور سالہا سال کی محنت کر کے حاصل کرتے تھے۔ اس نے ہر بھلائی کے لئے ہم پر ربوبیّت، رحمانیّت اور رحیمیّت

☆ **الحاشية**. كما قال تعالىٰ ”يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا[1]“. منه

حاشیہ۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ”يَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا“ ہے۔ یعنی اس دن وہ اپنی خبریں بیان کرے گی۔

[1] الزلزال : ۵

وكثرت طرقها حتى خرج إحصاء ها من الطاقة البشرية. و أين تيسّر هذا للسابقين من أهل التبليغ والدعوة. وإن الأرض زُلزلت لنا زلزالا. فأخرجت أثقالا. وفُجّرت الأنهار. وسُجّرت البحار. وجُدّدت المراكب وعُطّلت العشار. و إن السابقين ما رأوا كمثل ما رأينا من النعماء. وفي كل قدم نعمة وقد خرجت من الإحصاء. ومع ذالك كثرت موت القلوب و قساوة الأفئدة. كأنّ الناس كلهم ماتوا ولم يبق فيهم روح المعرفة. إلّا قليل الذى هو كالمعدوم من الندرة. وإنّا فهمنا ممّا ذكرنا من ظهور الصفات. وتجلّى الربوبية والرحمانية والرحيمية كمثل الآيات. ثم من كثرة الأموات. وموت الناس من سمّ الضلالات. ان يوم الحشر والنشر قريب بل على الباب. كما هو ظاهر من ظهور العلامات والأسباب.

﴿۱۵۹﴾

کے دروازے کھول دیئے ہیں اور اُن کی اتنی کثیر راہیں ہیں کہ جن کا شمار انسانی طاقت سے باہر ہے۔اور یہ سہولتیں پہلے دعوت وتبلیغ کرنے والوں کو کہاں میسر تھیں۔ ہماری خاطر زمین شدّت سے ہلا دی گئی۔ پس اس نے بوجھ کو باہر نکال دیا اور نہریں جاری کر دی گئیں اور دریا خشک ہو گئے۔ نئی نئی سواریاں ایجاد ہو گئیں اور اونٹنیاں بیکار کر دی گئیں۔ پہلوں نے ایسی نعمتیں نہیں دیکھی تھیں جو ہم نے دیکھیں۔ ہر قدم پر ایک نعمت ہے اور یہ نعماء حدّ وشمار سے باہر ہیں۔لیکن اِس کے ساتھ ہی دلوں کی موت اور سنگدلی کی بہتات بھی ہوئی گویا سب لوگ مر گئے اور اُن میں معرفت کی روح نہ رہی۔سوائے چند کے جو شاذ و نادر ہونے کی وجہ سے نہ ہونے کے برابر ہیں۔پس ان صفات کے ظہور سے جن کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں ربوبیّت رحمانیّت اور رحیمیّت کے روشن نشانوں کی طرح تجلّی سے اور پھر کثرت اموات اور گمراہیوں کے زہر کی وجہ سے لوگوں کے مرنے سے ہم نے جان لیا ہے کہ حشر ونشر کا دن قریب ہے بلکہ دروازے پر ہے۔جیسا کہ یہ علامات اور اسباب کے ظہور سے ظاہر ہے۔

فإن الربوبية والرحمانية والرحيمية تموّجت كتموّج البحار. وظهرت وتواترت وجرت كالأنهار. فلا شك أن وقت الحشر والنشور قد أتى. وقد مضت هذه السُنّة فى صحابة خير الوَرىٰ. ولا شك أن هذا اليوم يوم الدين. ويوم الحشر و يوم مالكيّة ربّ السّماء وظهور آثارها على قلوب أهل الأرضين. ولا شك أن اليوم يوم المسيح الحَكَم من اللّٰه أحكم الحاكمين. وإنه حشرٌ بعد هلاك الناس وقد مضى نموذجه فى زمن عيسٰى و زمن خاتم النبيّين. فتدبّر ولا تكن من الغافلين.

البابّ الخامس

فى تفسير

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

اعلم ان حقيقة العبادة التى يقبلها المولٰى بامتنانه. هى التذلّل التام برؤية عظمته وعلّو شانه. و الثناء عليه بمشاهدة مننه

کیونکہ ربوبیّت رحمانیّت اور رحیمیّت سمندروں کے تلاطم کی طرح موجزن ہیں اور ظاہر ہو چکی ہیں اور پے در پے نازل ہو رہی ہیں اور دریاؤں کی طرح جاری ہیں۔ لہٰذا بلا شبہ اب حشر ونشر کا وقت آ گیا ہے اور یہ سنّت خیر الانام (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ میں گزر چکی ہے اور بلاشبہ یہی زمانہ جزاء سزا کا دن ہے۔ اور حشر کا دن اور ربّ السّمآء کی مالکیت کا، اور زمین کے باسیوں کے دلوں پر ان صفات کے آثار کے ظہور کا دن ہے اور بلاشبہ یہ زمانہ اَحکم الحَاکِمِیْن اللہ کی طرف سے مسیح حَکَم کا زمانہ ہے اور یہ لوگوں کی ہلاکت کے بعد ایک حشر ہے اور اِس کا نمونہ (حضرت) عیسیٰؑ اور حضرت خاتم النبیّین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانے میں گزر چکا ہے۔ پس تدبّر کر اور غافلوں میں سے نہ ہو۔ ﴿۱۶۰﴾

پانچواں باب ﴿۱۶۱﴾

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ

کی تفسیر میں

واضح ہو کہ وہ عبادت جسے اللہ تعالیٰ اپنے احسان سے قبول فرماتا ہے اس کی حقیقت اللہ تعالیٰ کی عظمت اور اس کی بلند شان کو دیکھ کر مکمل فروتنی

وأنواع احسانه. وإيثاره على كل شيء بمحبّة حضرته وتصوّر محامده وجماله ولمعانه. وتطهير الجَنَان من وساوس الجِنّة نَظْرًا إلٰى جَنَانه. ومن أفضل العبادات أن يكون الإنسانُ مُحافظًا على الصلوات الخمس في أوائل أوقاتها. وأن يجهد للحضور و الذوق والشوق وتحصيل بركاتها. مواظبًا على أداء مفروضاتها ومسنوناتها. فإن الصلاة مركبٌ يوصل العبد إلى رب العباد. فيصل بها إلى مقام لا يصل إليه على صهوات الجياد. وصيدها لا يُصاد بالسهام. وسرّها لا يظهر بالأقلام. ومن التزم هذه الطريقة. فقد بلغ الحق والحقيقة. وأَلْفَى الحِبَّ الذى هو في حُجُب الغيب. ونجا من الشك والريب. فترىٰ

﴿۱۶۲﴾

اختیار کرنا نیز اس کی مہربانیاں اور قسم قسم کے احسان دیکھ کر اس کی حمد وثناء کرنا، اُس کی ذات سے محبت رکھتے ہوئے اور اُس کی خوبیوں اور جمال اور نُور کا تصوّر کرتے ہوئے اُسے ہر چیز پر ترجیح دینا اور اُس کی جنّتوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے اپنے دل کو شیطانوں کے وسوسوں سے پاک کرنا ہے۔اور عبادات میں سب سے افضل یہ ہے کہ انسان پنجوقتہ نمازوں کی اوّل اوقات میں ادائیگی کی محافظت کرے۔اور فرض اور سنتوں کی ادائیگی پر مواظبت اختیار کرتے ہوئے حضورِ قلب، ذوق و شوق اور نماز کی برکات کے حصول میں پوری طرح کوشاں رہے۔ کیونکہ نماز وہ سواری ہے جو بندے کو پروردگارِ عالم تک پہنچاتی ہے۔ان نمازوں کے ذریعہ وہ بندہ اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جہاں وہ عمدہ تیز رفتار گھوڑوں کی پشت پر سوار ہو کر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ان نمازوں کا نخچیر (یعنی ثمرات) تیروں سے شکار نہیں کیا جا سکتا اور ان کی حقیقت قلموں کے ذریعے سے ظاہر نہیں ہوتی۔جس شخص نے اس طریق کو لازم پکڑا اُس نے حق اور حقیقت کو پا لیا۔اور اُس نے محبوب کو جو غیب کے پردوں میں ہے پالیا اور شک و شبہ سے نجات حاصل کر لی۔پس تو دیکھے گا کہ اُس کے دن روشن اور

أیامہ غُرَرًا. وکلامہ دُررًا. ووجھہ بدرًا. ومقامہ صدرًا. ومن ذلّ للّٰہ فی صلواتہ أذلّ اللّٰہ لہ الملوك. و یجعل مالکًا ھذا المملوك. ثم اعلم أنّ اللّٰہ حمد ذاتہ أولا فی قولہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ".[1] ثم حث الناس علی العبادۃ بقولہ "اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ".[2] ففی ھذہ إشارۃ إلی أن العابد فی الحقیقۃ. ھو الذی یحمدہ حق الحمدۃ. فحاصل ھذا الدعاء والمسألۃ. أن یجعل اللّٰہ أحمد کل من تصدّی للعبادۃ. وعلی ھذا کان من الواجبات. أن یکون أحمد فی آخر ھذہ الأمّۃ علی قدم أحمدِ الأوّل الذی ھو سید الکائنات. لیُفھم أنّ الدعاء استُجیب من حضرۃ مستجیب الدعوات. ولیکون ظھورہ للاستجابۃ کالعلامات. فھذا ھو المسیح الذی کان وُعِد ظھورہ

﴿۱۶۳﴾ اُس کا کلام موتی اور اُس کا چہرہ چودھویں کا چاند ہے اور اس کا مقام صدر نشینی ہے۔اور جو اللہ کی خاطر اپنی نمازوں میں فروتنی دکھائے، اللہ اس کے سامنے بادشاہوں کو جھکا دیتا ہے اور اس غلام کو مالک بنا دیتا ہے۔ پھر یہ بھی جان لو کہ اللہ نے اپنے قول اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ میں سب سے پہلے اپنی ذات کی حمد بیان کی ہے پھر اُس نے اپنے ارشاد اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کے ساتھ لوگوں کو عبادت کی ترغیب دلائی ہے۔ اور اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ حقیقت میں وہی شخص عابد ہوتا ہے جو اس کی کَمَا حَقّہ حمد کرتا ہے۔ پس اس دعا اور التجا کا ماحصل یہ ہے کہ اللہ ہر اُس شخص کو احمد بنا دیتا ہے جو عبادت میں لگا رہے۔ بنا بریں یہ واجب اور ضروری تھا کہ اس اُمّت کے آخر میں احمدِ اوّل سیّد الکونین ﴿۱۶۴﴾ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر ایک احمد پیدا ہو، تا کہ یہ سمجھا جائے کہ مذکورہ دعا (جو سورۃ فاتحہ میں کی گئی ہے) وہ مجیب الدعوات کی بارگاہ میں قبول ہوگئی ہے۔ اور تا اس احمد کا ظہور استجابت دعا کے لئے بطور نشانات کے ہو۔ پس یہی وہ مسیح ہے جس کا آخری زمانے میں ظہور کا

[1] الفاتحۃ: ۲ [2] الفاتحۃ: ۵

فی آخر الزمان. مکتوبًا فی الفاتحة وفی القرآن. ثم فی هذه الآية إشارة إلی أن العبد لا یمکنه الإتیان بالعبودیة. إلّا بتوفیق من الحضرة الأحدیة. ومن فروع العبادة أن تحبّ من یُعادیك. کما تحبّ نفسك وبنیك. وأن تکون مُقیلا للعثرات. مُتجاوزًا عن الهفوات. وتعیش تقیًّا نقیًّا سلیم القلب طیب الذات. ووفیًّا صفیًّا مُنزّهًا عن ذمائم العادات. وأن تکون وجودًا نافعًا لخلق اللّٰه بخاصیة الفطرة کبعض النباتات. من غیر التکلّفات والتصنّعات. وأن لا تؤذی اخیك بکبرٍ منك ولا تجرحه بکلمة من الکلمات. بل علیك أن تجیب الأخ المغضب بتواضعٍ ولا تُحقّره فی المخاطبات. وتموت قبل أن تموت وتحسب نفسك من الأموات. وتُعظّم کلّ من جاءك ولو جاءك فی الأطمار لا فی

﴿۱۶۵﴾

وعدہ کیا گیا تھا جو سورۃ فاتحہ اور قرآن میں مکتوب ہے۔ پھر اس آیت میں یہ بھی اشارہ ہے کہ کسی بندے کی عبادت کی بجا آوری حضرت احدیّت سے توفیق کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ عبادت کی فروعات میں سے یہ ہے کہ تو اس شخص سے جو تجھ سے دشمنی رکھتا ہے محبت کرے جس طرح تو اپنے آپ سے اور اپنے بیٹوں سے محبت کرتا ہے۔ اور یہ کہ تو لوگوں کی لغزشوں کو معاف کرنے والا اور اُن کی خطاؤں سے درگزر کرنے والا ہو اور پاک صاف قلب سلیم اور پاک باطن اور وفا شعاری اور صدق وصفا کے ساتھ اور تمام مذموم عادات سے منزّہ زندگی بسر کرے۔ اور تو بغیر تکلّفات و تصنّع کے بعض نباتات کی طرح فطرتی خاصیّت کے ساتھ اللہ کی مخلوق کے لئے نفع رساں وجود بن جائے۔ اور یہ کہ تو تکبر سے اپنے بھائی کو دکھ نہ دے۔ اور نہ ہی کسی بات سے اُسے مجروح کرے بلکہ تجھ پر یہ لازم ہے کہ اپنے ناراض بھائی کی بات کا جواب تواضع سے دے اور تخاطب میں اُس کی تحقیر نہ کرے اور مرنے سے پہلے مر جائے اور اپنے تئیں مردوں میں شمار کرے۔ اور جو بھی تیرے پاس آئے اُس کی عزت کرے خواہ وہ چیتھڑوں میں آئے اور لباس فاخرہ میں نہ ہو اور تو ہر ایک کو

الحلل والكسوات. وتُسلّم على من تعرفه وعلٰى من لا تعرفه. وتقوم متصدّيًا للمواساتِ.

السلام علیکم کہے خواہ تم اسے پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے اور تو ہمدردی و غمخواری کے لئے ہمیشہ مستعدر ہے۔

﴿۱٦٦﴾

الباب السادس

فی تفسیر قوله تعالٰی

اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ☆

چھٹا باب

آیت اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ کی تفسیر میں

اعلمُ أن هذه الآيات خزينة مملوّة من النكات. وحجّة باهرة على المخالفين والمخالفات. وسنذكرها بالتصريحات. ونُريك ما أرانا اللّٰه من الدلائل والبينات. فاسمعْ منى تفسيرها لعلّ اللّٰه ينجيك من الخزعبيلات. أما قوله تعالى اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ[1]

جان لو کہ یہ آیات نکات سے لبریز خزانہ اور مخالفت کرنے والے مرد وزن کے لئے ایک روشن حجت ہیں۔ ہم ان کا بالصراحت ذکر کریں گے اور جو براہین و دلائل اللہ نے ہمیں دکھائے ہیں وہ تجھ پر بھی ظاہر کریں گے۔ پس ان آیات کی تفسیر مجھ سے توجہ سے سنو تا اللہ تجھے باطل خیالات سے بچائے ۔ جہاں تک اللہ تعالیٰ کے قول اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ کا تعلق ہے تو اس

☆**الحاشية:** اعلم ان فی آية انعمت عليهم تبشير للمؤمنين. واشارة الى ان اللّٰه اعدلهم كلما اعطى للانبياء السابقين. ولذالك علم هذا الدعاء ليكون بشارة للطالبين. فلزم من ذالك ان يختتم سلسلة الخلفاء المحمدية على مثيل عيسٰى. ليتم المماثلة بالسلسلة الموسوية والكريم اذا وعد وفا. منه

حاشیہ۔یادرہے کہ آیت اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ میں مؤمنوں کے لئے بشارت ہے اور یہ اشارہ ہے کہ اللہ نے سابق انبیاء کو جو کچھ بھی عطا کیا ہے وہ سب کچھ اِن کے لئے بھی تیار کر رکھا ہے۔ اِسی لئے اُس نے ہمیں یہ دعا سکھائی تا کہ طالبوں کے لئے بشارت ہو۔ پس اس سے لازم آیا کہ خلفاء محمّدیّہ کا سلسلہ مثیلِ عیسیٰ پر ختم ہو۔ تا کہ سلسلۂ موسویہ کے ساتھ مماثلت پوری ہو۔ اور کریم جب وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا بھی کرتا ہے۔ منہ

[1] الفاتحة:٦

فمعناه أَرِنا النهجَ القويم. وثَبِّتْنا على طريقٍ يوصل إلى حضرتك. وينجي من عقوبتك. ثم اعلم أن لتحصيل الهداية طرقًا عند الصوفية مستخرَجةً من الكتاب والسنّة. أحدها طلبُ المعرفة بالدليل والحجة. والثاني تصفيةُ الباطن بأنواع الرياضة. والثالث الانقطاعُ إلى اللّٰه وصفاءُ المحبة. وطلبُ المدد من الحضرة بالموافقة التامة وبنفيِ التفرقة. وبالتوبة إلى اللّٰه والابتهال والدعاء وعقدِ الهمة. ثم لما كان طريقُ طلب الهداية والتصفية لا يكفي للوصول مِن غير توسُّل الأئمّة والمهديّين من الأُمّة. ما رضِي اللّٰه سبحانه على هذا القدر من تعليم الدعاء. بل حثّ بقوله "صِراطَ الَّذِينَ" على تحسُّس المرشدين والهادين من أهل الاجتهاد والاصطفاء من المرسلين والأنبياء. فإنهم قوم آثروا دار الحق على دار الزور والغرور.

کے معنی یہ ہیں اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا اور ہمیں اُس راستہ پر ثابت قدم فرما جو تیری جناب تک پہنچاتا ہو اور تیری سزا سے بچاتا ہو۔ جان لے کہ صوفیاء کے نزدیک ہدایت حاصل کرنے کے کچھ طریق ہیں جو کتاب اور سنت سے مستنبط ہیں۔ اُن میں سے پہلا طریق دلیل اور حجت کے ساتھ طلب معرفت ہے۔ دوسرا طریق مختلف ریاضتوں کے ذریعہ باطن کی صفائی ہے اور تیسرا طریق اِنقطاع اِلی اللہ اور محبت کا خالص ہونا ہے اور موافقتِ تامہ اور نفیِ تفرقہ اور رجوع الی اللہ اور تضرّع اور دعا اور عقدِ ہمت باندھ کر باری تعالیٰ سے مدد طلب کرنا ہے۔ چونکہ تلاشِ ہدایت اور تصفیۂ نفس کا طریق ائمہ اور اُمّت کے ہدایت یافتہ لوگوں کے وسیلہ کے بغیر اللہ تک پہنچنے کے لئے کافی نہیں اس لئے خدا تعالیٰ محض اس قدر یعنی اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ تک دعا سکھانے پر راضی نہیں ہوا بلکہ اس نے صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ فرما کر برگزیدہ اور مجتہدین مرشدوں اور ہادیوں کی تلاش کی ترغیب دلائی یعنی رسولوں اور نبیوں کی۔ کیونکہ یہ گروہ ایسا ہے جنہوں نے جھوٹ اور فریب کے گھر پر حق و صداقت کے گھر کو مقدم کیا۔

﴿۱۶۷﴾ ﴿۱۶۸﴾

وجُـذبـوا بحبال المحبّة إلى الله بـحـرِ النور. وأُخرجوا بوحيٍ من اللّه وجذبٍ منه مِن أرض الباطل. وكـانـوا قبـل النبوّة كـالـجميلة الـعـاطـل. لا يـنطقون إلّا بإنطاق الـمـولٰـى. ولا يـؤْثرون إلّا الذى هـو عـنـده الأَولـى. يسعونَ كلَّ ﴿۱۶۹﴾ السعـى ليـجعـلـوا الناس أهلا لـلشريعة الربّانية. ويقومون على ولـدهـا كـالـحـانية. ويُعطَى لهم بيان يُسمِع الصُمَّ ويُنـزِل العُصَمَ. وجنانٌ يجذِب بعَقْدِ الهمّة الأُمم. إذا تـكلّموا فلا يرمون إلّا صائبا. وإذا تـوجّهوا فيُحيون مَيْتًا خائبا. يسعـون أن ينـقـلـوا الـنـاس من الـخـطيّـات إلى الحسنات. ومن الـمنهيّات إلى الصالحات. ومن الـجـهـلات إلـى الـرزانة والـحَـصـات. ومـن الـفسق والـمـعـصية إلى العفّة والتقات. ومَـن أنـكـرَهـم فـقـد ضيَّع نعمة

اور اللہ تعالیٰ کی طرف جو نور کا سمندر ہے محبت کی تاروں سے کھینچے گئے۔ اور اللہ کی وحی اور اُس کی کشش سے باطل کی زمین سے نکالے گئے۔ وہ نبوت سے قبل زیورات سے عاری حسینہ کی طرح تھے۔ وہ اللہ کے بلائے بغیر نہیں بولتے اور وہ صرف اور صرف اس چیز کو اختیار کرتے ہیں جو اُس کی جناب میں بہتر ہو۔ وہ لوگوں کو ربّانی شریعت کا اہل بنانے میں پوری کوشش کرتے ہیں۔ وہ فرزندانِ شریعت کی ایسے طور پر کفالت کرتے ہیں جیسے ایک بیوہ اپنے بیٹوں کی۔ انہیں ایسی قوت بیانیہ دی جاتی ہے جو بہروں کو شنوائی بخشتی ہے اور سفید ہرنوں کو اُتار لاتی ہے۔ اور انہیں ایسا دل عطا کیا جاتا ہے جو اپنے عقدِ ہمت سے امتوں کو کھینچ لیتا ہے۔ جب وہ بات کرتے ہیں تو اُن کا تیر خطا نہیں جاتا اور جب توجہ کرتے ہیں تو نامراد مُردوں کو بھی زندہ کر دیتے ہیں۔ ان کی پوری کوشش ہوتی ہے کہ وہ لوگوں کو خطاؤں سے نکال کر نیکیوں کی طرف اور منہیات سے صالحات کی طرف منتقل کریں۔ اور اُن کا رُخ جہالتوں سے ہٹا کر وقار، متانت اور عقلمندی کی طرف اور فسق و معصیت سے عفت اور تقویٰ کی جانب پھیر دیں۔ جو شخص بھی اُن کا انکار کرے تو

عُرِضتْ عليه. وبَعُد مِن عين الخير وعن نورِ عينَيْه. وإن هذا القطع أكبر من قطع الرحم والعشيرة. وإنهم ثمرات الجنة فويل للذى تركهم ومالَ إلى المِيرة. وإنهم نور الله و يُعطَى بهم نورٌ للقلوب. وترياق لسمِّ الذنوب. وسكينةٌ عند الاحتضار والغرغرة. وثباتٌ عند الرحلة وتركِ الدنيا الدنيّة. أتظنُّ أن يكون الغير كمثل هذه الفئة الكريمة. كلّا والذى أخرجَ العِذق من الجريمة. ولذالك علّم اللّهُ هذا الدعاء مِن غاية الرحمة. وأمَر المسلمين أن يطلبوا صراط الذين أنعم عليهم مِن النبيّين والمرسلين من الحضرة. وقد ظهر من هذه الآية. على كل مَن له حظٌّ من الدِراية. أن هذه الأمّة قد بُعثتُ على قدم الأنبياء. وإنْ مِن نبى إلّا له مثيل

لازمًا اُس نے ایک ایسی بڑی نعمت کو ضائع کر دیا جو اس کے سامنے پیش کی گئی تھی۔اور وہ خیر کے چشمے اور اپنی آنکھوں کے نور سے دور چلا گیا۔اور یہ قطعِ تعلق رِحمی اور خاندانی تعلقات قطع کرنے سے بھی بڑا ہے۔مرسلین کے یہ گروہ تو جنّت کے پھل ہوتے ہیں۔پس افسوس اور تُف ہے اُس شخص پر جو انہیں چھوڑتا ہے اور کھانے پینے کی چیزوں کی طرف مائل ہوتا ہے۔وہ اللہ کا نور ہیں اور ان کے ذریعہ (لوگوں کے) دلوں کو نور اور گناہوں کے زہر کے لئے تریاق دیا جاتا ہے۔اور جان کندنی اور غرغرہ کے وقت سکینت اور راحت اور رحلت اور اِس حقیر دنیا کو ترک کرنے کے وقت ثبات عطا کیا جاتا ہے۔کیا تو گمان کرتا ہے کہ کوئی دوسرا بھی اس معزز بزرگ گروہ جیسا ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔قسم ہے اُس ذات کی جس نے گٹھلی سے کھجور پیدا کی یہی وجہ ہے کہ اللہ نے اپنی غایت درجہ رحمت سے یہ دعا سکھائی اور مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ ان لوگوں کی راہ طلب کریں جن پر حضرت احدیت کی طرف سے انعام کیا گیا نبیوں اور رسولوں میں سے۔اس آیت سے ہر اس شخص پر جسے عقل و دانش سے کچھ بھی حصہ ملا ہو یہ واضح ہو جاتا ہے کہ یہ امت انبیاء کے (نقشِ) قدم پر کھڑی کی گئی ہے اور کوئی نبی نہیں مگر اس کا

﴿۱۷۰﴾ ﴿۱۷۱﴾

فی ھؤلاء . ولولا ھذہ المضاھاۃ والسواء . لبطل طلبُ کمال السابقین وبطل الدعاء . فاللّٰہ الذی أمَرنا أجمعین. أن نقول اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ مصلّین ومُمسِین ومصبحین. وأن نطلب صراط الذین أنعم علیھم من النبیین والمرسلین. أشار إلی أنہ قد قدّر من الابتداء . أن یبعث فی ھذہ الأمّۃ بعضَ الصلحاء علی قدم الأنبیاء . وأن یستخلفھم کما استخلفَ الذین مِن قبلُ مِن بنی إسرائیل. وإنّ ھذا لھو الحق فاترُك الجدل الفضول والأقاویل. وکان غرض اللّٰہ أن یجمع فی ھذہ الأمّۃ کمالاتٍ متفرقۃ. وأخلاقًا متبدّدۃ . فاقتضتْ سنّتُہ القدیمۃ أن یعلّم ھذا الدعاء. ثم یفعل ما شاء. وقد سمّی ھذہ الأمّۃ خیرَ الأمم فی القرآن. ولا یحصل خیرٌ إلّا بزیادۃ العمل والإیمان والعلم والعرفان. وابتغاءِ مرضات اللّٰہ الرحمٰن. وکذالك وعَد الذین

﴿۱۷۲﴾

مثیل اِس اُمّت میں پایا جاتا ہے۔اگر یہ مشابہت اور مماثلت نہ ہوتی تو (انبیاء) سابقین کے کمال کی طلب عبث ہوتی اور یہ دعا باطل ٹھہرتی۔ پس اللہ جس نے ہم سب کو یہ حکم دیا ہے کہ ہم اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ کہیں اور نمازیں پڑھتے اور دعائیں کرتے ہوئے شام اور صبح کے اوقات میں منعم علیہ گروہ یعنی نبیوں اور فرستادوں کی راہ تلاش کریں۔ اُس نے اِس طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اس نے ابتدا ہی سے یہ مقدر کر رکھا تھا کہ وہ اِس اُمت میں بعض صلحاء کو انبیاء کے قدم پر مبعوث فرمائے گا اور اُنہیں اسی طرح خلیفہ بناوے گا جیسا کہ اُس نے پہلے بنی اسرائیل میں سے خلفاء بنائے تھے یقیناً یہی حق ہے اس لئے فضول بحث اور قیل وقال چھوڑ۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ تھا کہ وہ اِس اُمّت میں متفرق کمالات اور گوناگوں اخلاق جمع فرماوے۔پس اس کی سنّت قدیمہ نے تقاضا کیا کہ وہ یہ دعا سکھائے پھر جو چاہے کرے ۔اس امت کا نام قرآن کریم میں خَیرُ الاُمَم رکھا گیا ہے۔اور یہ خیر اُسی وقت حاصل ہوسکتی ہے جبکہ عمل وایمان اورعلم وعرفان میں اضافہ ہو اور خدائے رحمٰن کی خوشنودی طلب کی جائے۔اوراسی طرح اُس نے

آمنوا وعملوا الصالحات. ليستخلفنّهم فی الأرض بالفضل والعنايات. كما استخلف الذين من قبلهم من أهل الصلاح والتقاة. فثبت من القرآن أن الخلفاء من المسلمين إلى يوم القيامة. وانه لن يأتی أحد من السماء. بل يُبعَثونَ من هذه الأمة. وما لك لا تؤمن ببيان الفرقان. أتَرَكتَ كتاب اللّه أم ما بقِی فيك ذرّة من العرفان. وقد قال اللّه "مِنكُمْ". وما قال "مِن بنی إسرائيل". وكفاك هذا إن كنت تبغی الحق وتطلب الدليل. أيها المسكين اقرء القرآن ولا تمشِ كالمغرور. ولا تبعُدْ مِن نور الحق لئلّا يشكو منك إلى الحضرة سورة الفاتحة وسورةُ النور. اتّق اللّه ثم اتّق اللّه ولا تكنْ أوّلَ كافر بآيات النور والفاتحة. لكيلا يقوم عليك شاهدان فی الحضرة. وأنت تقرأ قوله وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ[1] وتقرأ قوله لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ[2] ففكّرْ

مؤمنوں اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں سے یہ وعدہ فرمایا ہے کہ وہ اپنے فضل وعنایت سے انہیں اِس زمین میں اُسی طرح خلیفہ بنائے گا جس طرح اُس نے اُن سے پہلے نیکوکاروں اور تقویٰ شعاروں کو خلیفہ بنایا تھا۔ پس قرآن سے یہ ثابت ہوگیا کہ روزِ قیامت تک مسلمانوں میں سے خلفاء آتے رہیں گے اور یہ کہ آسمان سے ہرگز کوئی نہیں آئے گا بلکہ اسی امّت سے مبعوث ہوں گے۔ تجھے کیا ہوگیا ہے کہ قرآنِ کریم کے بیان پر ایمان نہیں لاتا۔ کیا تو نے کتاب اللہ کو چھوڑ دیا ہے یا پھر تم میں عرفان کا کوئی ذرّہ باقی نہیں رہا۔ اللہ نے مِنکُم فرمایا ہے مِنْ بَنِی اِسْرَائِیْل نہیں فرمایا۔ اگر تو حق کا متلاشی اور دلیل کا طلب گار ہے تو تیرے لئے یہی کافی ہے۔ اے مسکین! (گولڑوی) قرآن پڑھ اور مغرور کی طرح نہ چل، نُورِ حق سے دور نہ ہو تا کہ سورۃ فاتحہ اور سورۃ نور اللہ کے حضور تیری شکایت نہ کریں۔ اللہ سے ڈر اور پھر اللہ سے ڈر اور سورۃ نور اور فاتحہ کی آیات کا اوّلین کافر نہ بن تا تیرے خلاف حضرت باری میں دوگواہ نہ کھڑے ہو جائیں۔ اور اس کا قول وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ اور اس کا قول لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ تم

﴿۱۷۳﴾

[1]، [2] (النور:٥٦)

﴿۱۷۴﴾ فی قولہ "مِنْكُمْ" فی سورۃ النور واترُك الظالمین وظنّھم. ألم یأنِ لك أن تعلم عند قراءۃ ھذہ الآیات. أن اللّٰہ قد جعل الخلفاء کلھم من ھذہ الأمّة بالعنایات. فکیف یأتی المسیح الموعود من السماوات. ألیس المسیح الموعود عندك من الخلفاء. فکیف تحسبہ من بنی إسرائیل ومن تلك الأنبیاء. أتترك القرآن وفی القرآن کل الشفاء. أو تغلّبت علیك شِقْوتك. فتترك متعمدًا طریقَ الاھتداء. ألا تریٰ قولہ تعالی كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ[1] فی ھذہ السورۃ. فوجب أن یکون المسیح الآتی من ھذہ الأمّة. لا مِن غیرھم بالضرورۃ. ﴿۱۷۵﴾ فإن لفظ "کما" یأتی للمشابھة والمماثلة. والمشابھةُ تقتضی قلیلا من المغایرۃ. ولا یکون شیءٌ مُشابِہَ نفسِہ کما ھو من البدیھیات. فثبت بنصٍّ قطعیّ أن عیسی المنتظَر من ھذہ الأمة و

پڑھتے ہو۔ پس سورہ نور میں جو مِنْکُم آیا ہے اس پر غور کر اور ظالموں اور اُن کے ظنّ وگمان کو چھوڑ۔ کیا تیرے لئے وہ وقت نہیں آگیا کہ ان آیات کو پڑھتے وقت یہ جان سکے کہ اللہ نے اپنی عنایات محض سے تمام خلفاء کو اِسی اُمّت میں سے بنایا ہے۔ پس مسیح موعود آسمانوں سے کیسے آئے گا۔ کیا تیرے نزدیک مسیح موعود خلفاء میں سے نہیں؟ پھر تو کیسے خیال کرتا ہے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے اور ان کے انبیاء میں سے ہوگا؟ کیا تو قرآن کو چھوڑتا ہے حالانکہ ہر قسم کی شفاء قرآن کریم میں ہے یا تیری بدبختی تجھ پر اتنی غالب آچکی ہے کہ تو عمدًا ہدایت کے طریق کو چھوڑ رہا ہے۔ کیا تو اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ کے قول كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ پر غور نہیں کرتا؟۔ پس لازم ہے کہ آنے والا مسیح اسی امت میں سے ہو، نہ کہ ضرور اُمّت کے باہر سے۔ کیونکہ لفظ کَمَا مشابہت اور مماثلت کے لئے آتا ہے۔ مشابہت کسی قدر مغایرت کا تقاضا کرتی ہے جیسا کہ یہ بدیہی امر ہے کہ کوئی چیز خود اپنے مشابہ نہیں ہوا کرتی۔ لہٰذا نصّ قطعی سے یہ ثابت ہوگیا کہ جس عیسیٰ کا انتظار کیا جا رہا ہے وہ اِسی اُمت میں سے ہوگا۔ اور یہ امر یقینی اور

[1] جیسا کہ اُس نے اُن سے پہلے لوگوں کو خلیفہ بنایا۔ (النور : ۵۶)

هذا يقينيٌّ ومنزّهٌ عن الشبهات. هذا ما قال القرآن ويعلمه العالمون. فبأى حديث بعده تؤمنون. وقد قال القرآن إن عيسى نبى اللّه قد مات. ففكّرْ فى قوله فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي[1] ولا تُحْيِ الأمواتَ. ولا تنصُر النصارى بالأباطيل و الخزعبيلات. وفِتَنُهم ليست بقليلة فلا تزِدْها بالجهلات. وإن كنت تحبّ حياةَ نبيٍّ فآمِنْ بحياةِ نبيِّنا خيرِ الكائنات. وما لك أنك تحسب مَيْتًا مَن كان رحمةً للعالمين. وتعتقد أن ابن مريم من الأحياء بل من المُحيِين. انظُرْ إلى "النور" ثم انظر إلى "الفاتحة". ثم ارجِع البصرَ ليرجع البصر بالدلائل القاطعة. ألستَ تقرأ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ[2] فى هذه السورة. فأنّى تُؤفَك بعد هذا أتنسى دعائك أو تقرأ بالغفلة. فإنك سألت عن

شبہات سے پاک ہے۔قرآن شریف نے یہی کہا ہےاور علماء اسے جانتے ہیں۔پھر تم اس (کھلی بات) کے بعد کس بات پر ایمان لاؤ گے ۔قرآن کریم نے تو کہہ دیا ہے کہ اللہ کے نبی عیسیٰؑ وفات پا چکے ہیں۔پس اللہ کے قول فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي پر غور کر اور مُردوں کو زندہ نہ کر۔کذب بیانیوں اور بیہودہ کہانیوں سے عیسائیوں کی مدد نہ کر۔اُن کے فتنے کم نہیں۔پس اپنی جہالتوں سے ان میں اضافہ نہ کر۔اگر تجھے کسی نبی کی زندگی پسند کرنا ہے تو پھر خیر الکائنات ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی پر ایمان لا ۔تجھے کیا ہو گیا ہے کہ وہ جو رحمةٌ لِّلعالمین ہےاُسے تو فوت شدہ خیال کرتا ہےاور ابن مریم کے بارے میں یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ زندوں میں سے بلکہ زندہ کرنے والوں میں سے ہے۔سورہ نور پر نگاہ ڈال پھر سورہ فاتحہ پر نظر ڈال پھر نظر کو پھیرتا نظر دلائل قاطعہ کے ساتھ لوٹے۔کیا تو اس سورة میں صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ نہیں پڑھتا۔اس کے بعد تو کہاں بہک رہا ہے۔کیا تو اپنی دعا کو بھول جاتا ہے یا اُسے غفلت سے پڑھتا ہے؟ کیونکہ تو نے اپنے ربّ سے اس دعا اور التجا میں یہ طلب کیا تھا کہ

﴿۱۷۶﴾

[1] پس جب تو نے مجھے وفات دے دی۔(المائدة: ۱۱۸)

[2] الفاتحة:۷

ربك فی هذا الدعاء والمسألة. أن لا يغادر نبيًّا من بنی إسرائيل إلَّا ويبعث مثيله فی هذه الأمّة. وَيُحَكَ. أنَسِيتَ دعاءَ ك بهذه السرعة. مع أنك تقرأه فی الأوقات الخمسة. عجبتُ منك كلَّ العجب. أَهذا دعاؤك. وتلك آراؤك. انظرْ إلی الفاتحة وانظرْ إلی سورة النور من الفرقان. وأیّ شاهد يُقبَل بعد شهادة القرآن. فلا تكنْ كالذی سرّیٰ إيجاسَ خوفِ اللّٰه واستشعاره. وتَسَرْبَلَ لباسَ الوقاحة وشِعارَه. أتترُكُ كتاب اللّٰه لقوم تركوا الطريق. وما كمّلوا التحقيق والتعميق. وإنّ طريقهم لا يوصل إلی المطلوب. وقد خالفَ التوحيدَ وسُبُلَ اللّٰه المحبوب. فلا تحسبْ وَعْرًا دَمِثًا وإنْ دمَّثه كثيرٌ من الخُطا. وإن اهتدتْ إليها أبابيل من القطا. فإنّ هُدی اللّٰه هو الهدی. وإن القرآن شهد علی موت المسيح. وأدخلَه فی الأموات بالبيان الصريح.

﴿۱۷۷﴾

﴿۱۷۸﴾

بنی اسرائیل کے نبیوں میں سے ایسا کوئی نبی نہ رہنے دے مگر اُس کا مثیل اس اُمت میں مبعوث فرمائے۔ تجھ پر افسوس! کیا تو اپنی دعا کو اتنی جلدی بھول گیا باوجود اس کے کہ تو اسے (دن میں) پانچ اوقات میں پڑھتا ہے۔ مجھے تجھ پر انتہائی تعجب ہے۔ کیا یہ ہے تیری دعا؟ اور یہ ہیں تیرے خیالات؟ قرآن میں سے سورۃ فاتحہ اور سورۃ نور پر غور کر۔ قرآنی شہادت کے بعد کس گواہ کی گواہی قبول کی جائے گی۔ تو اُس شخص کی طرح مت بن جس نے خدا کے خوف کا ظاہری و باطنی احساس ترک کر دیا بلکہ بے حیائی کو اپنا لباس اور شعار بنایا۔ کیا تو ان لوگوں کی خاطر کتاب اللہ کو چھوڑ دے گا جنہوں نے راہِ حق چھوڑی ہوئی ہے اور تحقیق اور گہرے غور و فکر کو مکمل نہیں کیا۔ ان کی راہ مطلوب تک نہیں پہنچاتی اور توحید اور پیارے اللہ کی راہوں کے مخالف ہے۔ پس تو سخت راستہ کو نرم خیال نہ کر اگرچہ قدموں کی کثرت نے اسے بالکل ہموار کر دیا ہو اور خواہ بھٹ تیتروں کے جھنڈ کے جھنڈ اُس طرف گئے ہوں کیونکہ حقیقی ہدایت تو اللہ کی ہدایت ہی ہے۔ قرآنِ کریم نے تو مسیح کی وفات پر شہادت دے دی ہے اور بیان صریح سے اُسے وفات یافتگان میں شامل کیا ہے۔ تجھے کیا ہو گیا

ما لك ما تفكّر في قوله فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ[1] وفي قوله قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ[2] وما لك لا تختار سبيل الفرقان وسرّك السُّبُلُ. وقد قال فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ[3] فما لكم لا تفكّرون. وقال لكم فيها مستقر ومتاع إلى حين. فكيف صار مُستقرُّ عيسىٰ في السماء أو عرشَ ربّ العالمين. إنْ هذا إلّا كذب مبين. وقال سبحانه اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ[4] فكيف تحسبون عيسىٰ من الأحياء. الحياء الحياء. يا عباد الرحمٰن. القرآن القرآن. فاتقوا الله ولا تتركوا الفرقان. إنه كتاب يُسأَل عنه إنسٌ وجانٌّ. وإنكم تقرء ون الفاتحة في الصلاة. ففكّروا فيها يا ذوي الحصاة. ألا تجدون فيها آية صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ.[5]

ہے کہ تو قولِ خدا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ اور قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ پر غور نہیں کرتا ۔ تجھے کیا ہو گیا ہے کہ فرقانِ حمید کی راہ اختیار نہیں کرتا اور دوسری راہیں تجھے خوش کرتی ہیں حالانکہ اُس نے تو فرمایا ہے کہ فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ۔ پھر تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ غور وفکر نہیں کرتے۔ مزید براں اس نے فرمایا ہے کہ تمہارے لئے زمین میں ایک عرصہ تک قیام اور استفادہ مقدّر ہے۔ پھر عیسیٰؑ کا مستقر آسمان میں یا رَبّ الْعَالَمِیْن کا عرش کیونکر ہو گیا؟ یہ تو صریح جھوٹ ہے۔ اللہ سُبْحَانَہ و تَعَالٰی نے فرمایا ہے اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ پھر تم عیسیٰؑ کو زندوں میں کیونکر سمجھتے ہو۔ شرم! شرم! اے بندگانِ خدا! قرآن کو پکڑو ۔ اللہ سے ڈرو اور قرآن کو نہ چھوڑو یہ وہ کتاب ہے جس کے متعلق اِنس و جنّ سے باز پُرس ہوگی ۔ تم نماز میں سورہ فاتحہ پڑھتے ہو پس اے اہلِ دانش! تم اس میں غور وفکر کرو۔ کیا تم اس میں آیت صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ نہیں پاتے۔ پس تم ان لوگوں کی طرح

﴿۱۷۹﴾

[1] پس جب تو نے مجھے وفات دے دی۔ (المائدة: ۱۱۸)
[2] یقیناً اس سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ (اٰل عمران: ۱۴۵)
[3] تم اسی میں جیو گے اور اسی میں مرو گے۔ (الاعراف: ۲۶)
[4] وہ (سب) مُردے ہیں نہ کہ زندہ۔ (النحل: ۲۲)
[5] الفاتحة: ۷

فلا تكونوا كالذين فقدوا نورَ عينَيْهم. وذهب بما لديهم. وَيُحكم وهل بعد الفرقان دليل. أو بقِي إلى مفرٍّ من سبيل. أيقبَل عقلكم أن يبشّر ربُّنا في هذا الدعاء. بأنه يبعث الأئمّةَ مِن هذه الأمّة لمن يريد طريق الاهتداء. الذين يكونون كمثل أنبياء بني إسرائيل في الاجتباء والاصطفاء. ويأمرنا أن ندعو أن نكون كأنبياء بني إسرائيل. ولا نكون كأشقياء بني إسرائيل. ثم بعد هذا يدُعُّنا ويُلقينا في وِهاد الحرمان. ويرسل إلينا رسولا من بني إسرائيل وينسى وعده كل النسيان. وهل هذا إلّا المكيدة التي لا يُنسَب إلى الله المنّان. وإن الله قد ذكر في هذه السورة ثلاثةَ أحزاب من الذين أنعمَ عليهم واليهود والنصرانيّين. ورَغَّبنا في الحزب الأوّل منها ونهى عن الآخرين. بل حَثّنا على الدعاء والتضرع والابتهال.

﴿۱۸۰﴾

مت ہو جاؤ جنہوں نے اپنی آنکھوں کا نور کھو دیا۔ اور جو اُن کے پاس تھا وہ جاتا رہا۔ تم پر افسوس! کیا قرآنِ کریم کے بعد بھی کوئی اور دلیل ہے یا کوئی اور راہِ فرار باقی رہ جاتی ہے۔ کیا تمہاری عقل اس بات کو قبول کرتی ہے کہ ہمارا رب ہمیں اس دعا میں تو یہ بشارت دے کہ وہ اِس اُمّت میں ان لوگوں کے لئے جو ہدایت کی راہ چاہتے ہیں ائمہ مبعوث کرے گا جو برگزیدہ اور چنیدہ ہونے کے لحاظ سے بنی اسرائیل کے انبیاء کی مانند ہوں گے اور وہ ہمیں تو یہ حکم دے کہ ہم بنی اسرائیل کے انبیاء جیسا بننے کی دعا کریں اور بنی اسرائیل کے بدبختوں کی طرح نہ بنیں پھر اس کے بعد وہ خدا ہمیں دھکے دے کر محرومی کے گڑھوں میں ڈال دے اور بنی اسرائیل کا ایک رسول ہماری طرف بھیج دے اور اپنے وعدے کو بالکل بھول جائے۔ یہ ایسا کھلا کھلا فریب ہے جسے مَنّان خدا کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ اللہ نے اس سورۃ میں تین گروہوں کا ذکر کیا ہے مُنْعَم عَلَیْهِم کا، اور یہودیوں کا اور نصرانیوں کا گروہ۔ اور ہمیں ترغیب دی کہ ان میں سے پہلے گروہ میں شامل ہوں اور دوسرے دو گرہوں سے منع فرمایا بلکہ ہمیں دعا اور تضرّع اور ابتہال کی تحریص دلائی تا کہ

لنكون من المنعَم عليهم لا من المغضوب عليهم وأهل الضلال. والذى أنزل المطرَ من الغمام. وأخرج الثمرَ من الأكمام. لقد ظهر الحق من هذه الآية. ولا يشكّ فيه مَن أُعطىَ له ذرة من الدراية. وإنّ اللّٰه قد منَّ علينا بالتصريح والإظهار. وأماطَ عنّا وَعْثاءَ الافتكار. فوجب على الذين يُنَضْنِضون نضنضةَ الصِلِّ. ويُحَمْلِقون حملقةَ البازى المطلّ. ان لا يُعرِضوا عن هذا الإنعام. ولا يكونوا كالأنعام. وقد عَلِقَ بقلبى أن الفاتحة تأسُوا جِراحَهم. وترِيش جناحَهم. وما مِن سورة فى القرآن إلّا هى تكذّبهم فى هذا الاعتقاد. فاقرءْ مِمّا شئتَ من كتاب اللّٰه يُريك طريق الصدق والسداد. ألا ترىٰ أن سورة بنى إسرائيل يمنع المسيح أن يرقى فى السماءِ[1]. وأن آل عمران تعِده أن

ہم مُنعَم عَلَیھِم بن جائیں اور مَغضُوب عَلَیھِم اور ضَالِین نہ بنیں۔قسم ہے اُس ذات کی جس نے بادلوں سے بارش نازل کی اور شگوفوں سے پھل پیدا کئے یقیناً اس آیت (صراط الذین انعمت ... الخ) سے حق ظاہر ہوگیا ہے اور کوئی بھی شخص جسے ذرا بھی عقل عطا کی گئی ہو اس میں شک نہیں کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے پوری وضاحت سے یہ امور کھول کر ہم پر بہت احسان فرمایا ہے اور ہم سے غور وفکر کی مشقت دور کردی ہے۔ اِس لئے اُن لوگوں پر جو سانپ کی طرح اپنی زبانیں ہلا رہے ہیں اور شکار کو جھانکنے والے باز کے تاڑنے کی طرح آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہیں اُن پر واجب ہے کہ وہ اس انعامِ الٰہی سے اعراض نہ کریں اور چوپاؤں جیسے نہ بنیں۔ یہ بات میرے دل میں بیٹھ گئی ہے کہ سورۃ فاتحہ اُن کے زخموں کا علاج کرتی ہے اور ان کے بازوؤں کو پَر بخشتی ہے اور قرآن کریم کی ہر سورت ہی اس عقیدہ (حیات مسیح) میں اُن کی تکذیب کرتی ہے۔اس لئے کتاب اللہ میں سے جہاں سے چاہو پڑھ لو وہ تمہیں صدق وسداد کا ہی طریق دکھائے گی۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ سورۃ بنی اسرائیل مسیح کو آسمان پر چڑھنے سے روک رہی ہے اور سورۃ آل عمران اُن سے وعدہ کرتی ہے کہ اللہ

﴿۱۸۱﴾

[1] بنی اسرائیل: ۹۴

اللّٰه مُتوَفِّيه[1] وناقِلُه إلى الأموات من الأحياء. ثم إن المائدة تبسُط لـه مـائـدة الوفـاة. فـاقرأْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ[2] إنْ كـنـت فـى الشبهـات. ثـم إن الزُمَر يـجعله مِـن زُمَرٍ لا يـعـودون إلـى الدنيـا الـدنيّة. وإنْ شـئـتَ فـاقـرأْ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ.[3] واعـلـم أن الـرجـوع حـرام بـعـد الـمنيّة. وحرام على قـرية أهـلـكهَـا اللّه أن تُبعَث قبل يـوم النشور. وأما الإحياء بطريق الـمعجزة فليس فيه الرجوع إلى الـدنيـا التـى هـى مـقـام الظلم والـزور. ثـم إذا ثبـت مـوت الـمسيـح بالنصّ الصريح. فأزال اللّـه وَهْـمَ نـزولِـه من السّمـاء بالبيان الفصيح. وأشار فى سورة الـنـور والـفـاتحة. أن هذه الأمّة يـرث أنبيـاء بـنـى إسـرائيل على الـطـريقة الظلية. فوجب أن يأتى فـى آخـر الـزمان مسيح من هذه الأمة. كـمـا أتى عيسى ابن مريم فى آخر السلسلة الموسوية. فإن موسىٰ ومحمدًا عليهما صلوات

﴿۱۸۲﴾

انہیں طبعی وفات دے گا۔اور زندوں سے مُردوں کی طرف منتقل کرے گا۔ پھر سورۃ مائدہ اُن کے لئے وفات کا مائدہ بچھا رہی ہے۔اگر تو شبہات میں مبتلا ہے تو فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ پڑھ۔پھر سورۃ زمر انہیں اس زمرے میں شامل کرتی ہے جو اِس حقیر دنیا کی طرف لوٹتے نہیں۔اگر چاہو تو آیت فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ کو پڑھ لو اور جان لو کہ موت کے بعد واپسی حرام ہے۔ اور جس قریہ کو اللہ نے ہلاک کر دیا ہو اس پر قطعاً حرام ہے کہ وہ حشر نشر کے دن سے پہلے زندہ کی جائے۔لیکن معجزہ کے طور پر زندہ ہونے میں، دنیا جو کہ ظلم اور جھوٹ کا مقام ہے کی طرف واپسی نہیں ہوتی۔پھر جب مسیح کی موت نصِّ صریح سے ثابت ہوگئی تو اللہ نے فصیح بیان کے ساتھ اُس کے آسمان سے نزول کے وہم کا ازالہ کر دیا اور سورہ نور اور فاتحہ میں اشارہ فرما دیا کہ یہ اُمّت ظلّی طور پر بنی اسرائیل کے انبیاء کی وارث ہوگی۔پس واجب ہے کہ آخری زمانے میں اِس اُمّت میں بھی مسیح آئے۔جس طرح سلسلہ موسویہ کے آخر میں عیسیٰ ابن مریم آئے۔پس موسیٰ اور محمّد۔ خدائے رحمان ان دونوں پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے۔

[3] پھر وہ جس کی موت کا حکم جاری کر چکا ہوتا ہے اُس کی روح کو روکے رکھتا ہے۔(الزمر : ۴۳)

[1] آل عمران:۵۶ [2] المائدة: ۱۱۸

الرحمٰن متماثلانِ بنصّ الفرقان. وإن سلسلة هذه الخلافة تشابهُ سلسلةَ تلك الخلافة. كما هي مذكورة في القرآن. وفيها لا يختلف اثنان. وقد اختتمت مئاتُ سلسلةِ خلفاء موسٰى على عيسٰى كمثل عِدّة أيام البدر. فكان من الواجب أن يظهَر مسيحُ هذه الأمّة في مدّة هي كمثل هذا القدر. وقد أشار إليه القرآن في قوله لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ[1]. و إن القرآن ذو الوجوه كما لا يخفى على العلماء الأجلّة. فالمعنى الثاني لهذه الآية في هذا المقام. ان اللّٰه ينصر المؤمنين بظهور المسيح إلى مِئِينَ تُشابهُ عِدّتُها أيامَ البدر التامّ. و المؤمنون أذلّةٌ في تلك الأيام. فانظرْ إلٰى هذه الآية كيف تشير إلى ضعف الإسلام. ثم تشير إلى كون هلاله بدرًا في أجلٍ مسمّى من اللّٰه العلّام. كما هو مفهوم من لفظ البدر.

نَصِّ قرآنی کے اعتبار سے ایک دوسرے کے مثیل ہیں۔اور یہ سلسلہ خلافتِ محمدیہ اُس سلسلہ خلافتِ موسویہ سے مشابہ ہے۔جیسا کہ قرآن کریم میں مذکور ہے اور اس میں کسی دو کا اختلاف نہیں۔ خلفائے موسیٰ کے سلسلہ کی صدیاں چودھویں کے چاند کی گنتی کے مطابق حضرت عیسیٰ پر ختم ہو گئیں۔اس لئے ضروری تھا کہ اِس اُمّت کا مسیح بھی اتنی ہی مقررہ مدّت میں ظاہر ہو۔قرآنِ کریم نے آیت لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّ اَنْتُمْ اَذِلَّةٌ میں اسی طرف اشارہ فرمایا ہے اور جیسا کہ اَجلّ علماء پر یہ امر مخفی نہیں کہ قرآنِ کریم ذوالوجوہ ہے (یعنی اپنے اندر کئی مفہوم رکھتا ہے) پس اس جگہ اس آیت کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان صدیوں کے اختتام پر جن کی گنتی بدرِ کامل کے دنوں کے مشابہ ہے مسیح موعود کے ظہور سے مؤمنوں کی مدد فرمائے گا اور مومن اُس زمانے میں حقیر ہوں گے۔ پس اس آیت پر غور کرو کہ کس طرح اسلام کے ضعف کی طرف اشارہ کر رہی ہے۔ پھر یہ آیت خدائے علیم کی مقررہ کردہ مدّت کے اندر ہلال کے بدر بننے کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے۔ جیسا کہ لفظ بدر کا یہی مفہوم ہے۔

﴿۱۸۳﴾ ﴿۱۸۴﴾

[1] یقیناً اللہ بدر میں تمہاری نصرت کر چکا ہے جبکہ تم کمزور تھے۔(اٰل عمران : ۱۲۴)

فالحمد للّٰہ علی هذا الافضال والإنعام. وحاصل ما قلنا فی هذا الباب. أن الفاتحة تبشّر بكون المسيح من هذه الأمّة فضلا من رب الأرباب. فقد بُشِّرْنا مِن الفاتحة بأئمّةٍ منّا هم كأنبياء بنی إسرائيل. وما بُشِّرْنا بنزول نبیّ من السماء فتَدبَّرْ هذا الدليل. وقد سمعتَ من قبل أن سورة النور قد بشّرتْنا بسلسلة خلفاء تشابهُ سلسلةَ خلفاء الكليم. وكيف تتمّ المشابهة من دون أن يظهر مسيحٌ كمسيحِ سلسلة الكليم فی آخر سلسلة النبی الكريم. وإنّا آمنّا بهذا الوعد فإنه من رب العباد. وإن اللّٰه لا يخلف الميعاد. والعجب من القوم أنهم ما نظروا إلى وعد حضرة الكبرياء. وهل يُوفّی ويُنجز إلّا الوعد فلينظروا بالتقویٰ والحياء. وهل فی شِرعة الإنصاف أن ينزّل المسيح من السماء ويُخلَف وعدُ مماثلةِ سلسلةالاستخلاف.

﴿۱۸۵﴾

پس اِس فضل و انعام پر اللہ کے لئے ہی سب حمد ہے۔ پس اس باب میں ہماری گفتگو کا ماحصل یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ ربُّ الارباب کے فضل سے مسیح کے اِس اُمّت میں سے ہونے کی بشارت دیتی ہے۔ پس سورۃ فاتحہ کے ذریعے ہمیں یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ انبیاءِ بنی اسرائیل کی طرح ہم میں ائمہ تو ہوں گے لیکن آسمان سے کسی نبی کے نازل ہونے کی ہمیں بشارت نہیں دی گئی۔ پس اس دلیل پر غور کر۔ تو اِس سے پہلے سُن چکا ہے کہ سورہ نور نے ہمیں ان خلفاء کے سلسلہ کی بشارت دی ہے جو (موسیٰ) کلیم اللہ کے سلسلۂ خلفاء کے ساتھ مشابہت رکھیں گے اور یہ مشابہت کلیم اللہ کے سلسلہ کے مسیح کی طرح نبی کریم ﷺ کے سلسلے کے آخر میں ایک مسیح کے ظہور کے بغیر کس طرح پوری ہوسکتی ہے۔ ہمارا اس وعدہ پر ایمان ہے کیونکہ یہ وعدہ ربّ العباد کی طرف سے ہے اور اللہ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔ اس قوم پر تعجب ہے کہ انہوں نے حضرت کبریاء کے وعدہ کی طرف نظر ہی نہیں کی اور خدائی وعدہ تو اٹل ہوتا ہے اور ضرور پورا ہوتا ہے۔ پس انہیں تقویٰ اور حیا کے ساتھ غور کرنا چاہیئے۔ کیا یہ طریقِ انصاف ہے کہ مسیح کو آسمان سے نازل کیا جائے اور استخلاف کے سلسلے کی مماثلت کے

وإنّ تشابُهَ السلسلتين قد وجب بحُكم الله الغيور. كما هو مفهوم من لفظ "كَمَا" في سورة النور.

وعدے کی خلاف ورزی کی جائے ۔ یقیناً خدائے غیور کے حکم سے ان دونوں سلسلوں کی مشابہت واجب ہے جیسا کہ سورۂ نور میں کَمَا کے لفظ سے یہی مفہوم ظاہر ہوتا ہے۔

الباب السابع
فی تفسیر
غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ

﴿۱۸۶﴾

ساتواں باب
غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ
کی تفسیر میں

اعلم أسعدك الله أنّ الله قسّم اليهود والنصارٰى في هذه السورة على ثلاثة أقسام. فرغّبنا في قسم منهم وبشّر به بفضل وإكرام. وعلّمنا دعاءً ا لنكون كمثل تلك الكرام من الأنبياء والرسل العظام. وبقي القسمان الآخران. وهما المغضوب عليهم من اليهود والضالون من أهل الصلبان. فأمرنا أن نعوذ به من أن نلحق بهم من الشقاوة والطغيان. فظهر من هذه السورة أنّ أمرنا قد تُرك بين خوف ورجاء ونعمة وبلاء. إمّا مشابهة بالأنبياء. وإما شُربٌ من

اللہ تعالیٰ تجھے سعادت بخشے، جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں یہود اور نصاریٰ کو تین قسموں میں تقسیم کیا ہے۔ان میں سے ایک قسم کی طرف اُس نے ہمیں ترغیب دلائی اور اپنے فضل وکرم سے اُس کے حصول کی بشارت بھی دی۔اور ہمیں ایک دعا سکھائی تا کہ ہم بھی ان بزرگ نبیوں اور عظیم رسولوں کی طرح بن جائیں۔باقی جو دو اقسام ہیں وہ یہود کے مَغْضُوبِ عَلَيْهِم اور اہل صلیب کے ضَالِّین کی ہیں۔پس اس نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اُس کی پناہ مانگیں کہ ہم بدبختی اور سرکشی کی وجہ سے ان کے ساتھ شامل نہ ہو جائیں۔پس اس سورۃ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ ہمارا معاملہ خوف اور رَجاء اور نعمت اور آزمائش کے درمیان چھوڑ دیا گیا یعنی یا تو انبیاء کے ساتھ مشابہت پیدا کرنی ہو گی اور یا پھر

﴿۱۸۷﴾ كأس الأشقياء. فاتقوا اللّٰه الذی عظُم وعیده. وجلّت مواعیده. ومن لم یکن علی هدی الأنبیاء من فضل اللّٰه الودود. فقد خیف علیه أن یکون کالنصاری او الیهود. فاشتدت الحاجة إلی نموذج النبیین والمرسلین. لیدفع نورهم ظلمات المغضوب علیهم وشبهات الضالین. ولذالك وجب ظهور المسیح الموعود فی هذا الزمان من هذه الأمّة. لأنّ الضالین قد کثروا فاقتضت المسیحَ ضرورةُ المقابلة. وإنکم ترون أفواجًا من القسّیسین الذین هم الضالون. فأین المسیح الذی یذبّهم إن کنتم تعلمون. أما ﴿۱۸۸﴾ ظهر أثر الدعاء. أو تُرکتم فی اللیلة اللیلاء. أم عُلّمتم دعاء صراط الذین. لیزید الحسرة وتکونوا کالمحرومین. فالحق والحق أقول إن اللّٰه ما قسّم الفِرق علی ثلا ثة أقسام فی هذه السورة. إلّا بعد أن أعدّ کل نموذج منهم فی هذه الأمّة. وإنکم

بدبختوں کے پیالے سے پینا ہوگا۔پس اُس اللہ سے ڈرو جس کی وعید عظیم اور وعدے عظیم الشان ہیں۔اور جو شخص خدائے ودود کے فضل سے انبیاء کی راہِ ہدایت پر گامزن نہ ہوگا تو اُس کے متعلق یہ ڈر ہے کہ وہ نصاریٰ یا یہود جیسا ہو جائے گا۔پس نبیوں اور رسولوں کے نمونے کی شدید ضرورت ہے تا کہ اُن کا نور مَغۡضُوۡب عَلَیۡهِم گروہ کی ظلمتوں کو اور ضَالِیۡن کے شبہات کو دور کر دے۔اِس لئے اِس زمانے میں اِس اُمت سے مسیح موعود کا ظہور ضروری ہوا چونکہ ضَالِیۡن کی بہتات ہو گئی تھی اس لئے ضرورتِ مقابلہ نے مسیح کا تقاضا کیا۔اور پادریوں کی فوجیں جو گمراہ ہیں کو تو تم دیکھ ہی رہے ہو پس اگر تم جانتے ہو تو وہ مسیح کہاں ہے جس نے ان کا مقابلہ کرنا تھا۔کیا دعا کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا یا تمہیں تاریک وتار راتوں میں چھوڑ دیا گیا ہے۔کیا تمہیں صِرَاطَ الَّذِیۡنَ کی دعا اس لئے سکھائی گئی تھی کہ اس سے تمہاری حسرت میں اضافہ ہو اور تم محروموں جیسے ہو جاؤ۔حق یہ ہے اور مَیں حق ہی کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں تین گروہوں میں تقسیم،اس امت میں ان میں سے ہر ایک کا نمونہ مقدّر کرنے کے بعد ہی فرمائی اور تم

ترون كثرة المغضوب عليهم وكثرة الضالين. فأين الذى جاء على نموذج النبيين والمرسلين من السابقين. ما لكم لا تُفكرون فى هذا وتمرّون غافلين. ثم اعلم أن هذه السورة قد أخبرت عن المبدء والمعاد. وأشارت إلى قوم هم آخر الأقوام ومنتهى الفساد. فإنها اختتمت على الضالين. وفيه إشارة للمتدبّرين. فإن اللّٰه ذكر هاتين الفرقتين فى آخر السورة. وما ذكر الدجّال المعهود تصريحًا ولا بالإشارة. مع أن المقام كان يقتضى ذكر الدجّال. فإن السورة أشارت فى قولها "الضَّالِّينَ" إلى آخر الفتن وأكبر الأهوال. فلو كانت فتنة الدجّال فى علم اللّٰه أكبر من هذه الفتنة لختم السورة عليها لا علٰى هذه الفرقة. ففكروا فى أنفسكم. . أنسى أصل الأمر ربّنا ذو الجلال. وذكر الضالين فى مقامٍ كان واجبًا فيه ذكر الدجّال. وإن كان الأمر كما هو زعم

مَغضُوبِ عَلَيهِم کی کثرت اور ضَالِّین کی بہتات کو تو دیکھ ہی رہے ہو۔ پس کہاں ہے وہ جو سابق نبیوں اور مرسلوں کے نمونے پر آیا ہے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اس بات پر غور نہیں کرتے اور غافلوں کی طرح گزر جاتے ہو۔ پھر جان لو کہ اس سورت نے مَبدء اور مَعاد کے بارے میں بھی خبر دی ہے اور اُس قوم کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جو سب سے آخری قوم اور فساد کی انتہا ہے۔ یہ سورۃ ضَالِّین پر ختم ہو جاتی ہے اور اس میں تدبر کرنے والوں کے لئے اشارہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ کے آخر میں ان دونوں گروہوں کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن دجّالِ معہود کا ذکر نہ صراحتاً کیا ہے اور نہ اشارۃً۔ باوجود اس کے کہ یہ مقام دجّال کے ذکر کا تقاضا کرتا تھا چنانچہ اس سورۃ نے اپنے قول ضَالِّین سے فتنوں میں سے آخری فتنہ اور بڑی بڑی ہولناکیوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اگر اللہ کے علم میں دجّال کا فتنہ اس فتنہ سے بڑا تھا تو وہ اس سورۃ کو فتنۂ دجّال پر ختم کرتا نہ کہ اِس فرقہ ضَالِّین پر۔ پس اپنے دلوں میں سوچو کہ کیا ہمارا ربّ ذُوالجلال اصل بات کو بھول گیا اور جہاں دجّال کا ذکر ضروری تھا وہاں ضَالِّین کا ذکر کر دیا۔ اگر معاملہ اِسی طرح ہے جیسا کہ جاہلوں کا خیال ہے تو

﴿۱۸۹﴾

الجهّال. لقال الله فی هذا المقام غیر المغضوب علیهم ولا الدجّال. وأنت تعلم أن الله أراد فی هذه السورة أن یحث الأمّة علٰی طرق النبیّین. ویحذرهم من طرق الکفرة الفجرة. فذکر قومًا أکمل لهم عطاءه. وأتمّ نعماءه. ووعد أنه باعث من هذه الأمة من هو یُشابه النبیّین. ویُضاهی المرسلین. ثم ذکر قومًا آخر تُرکوا فی الظلمات. وجعل فتنتهم آخر الفتن وأعظم الآفات. وأمر أن یعوذ الناس کلهم به من هذه الفتن إلی یوم القیامة. ویتضرّعوا لدفعها فی الصلوات فی أوقاتها الخمسة. وما أشار فی هذا إلی الدجّال وفتنته العظیمة. فأیّ دلیل أکبر من هذا علی إبطال هذه العقیدة. ثم من مؤیّدات هذا البرهان. أن الله ذکر النصارٰی فی آخر القرآن کما ذکر فی

﴿۱۹۰﴾

پھر اللہ تعالیٰ کو اس مقام میں غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الدَّجَّال ضرور فرمانا چاہیئے تھا اور تو جانتا ہے کہ اس سورۃ میں اللہ نے یہ ارادہ فرمایا کہ وہ اُمّت کو انبیاء کی راہوں کے اختیار کرنے کی تحریص دلائے اور ان کو کافروں، فاجروں کی راہوں سے ڈرائے۔ پس اس نے ایسی قوم کا ذکر کیا جس پر اس نے اپنی عطا کامل کی اور اپنی نعمتوں کو انتہا تک پہنچایا اور یہ وعدہ فرمایا کہ وہ اس اُمّت سے ایک ایسے شخص کو مبعوث کرے گا جو نبیوں سے مشابہ، اور مرسلوں سے مماثلت رکھتا ہو۔ پھر ایک اور قوم کا ذکر کیا جنہیں اندھیروں میں چھوڑا گیا اور ان کے فتنے کو آخری فتنہ اور سب سے بڑی آفت قرار دیا اور حکم دیا کہ سب لوگ روزِ قیامت تک ان فتنوں سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ تلاش کریں اور اپنی پنجوقتہ نمازوں میں اس فتنۂ عظیمہ کے دفعیہ کے لئے نہایت عاجزی سے دعائیں کریں۔ اللہ نے اس جگہ دجّال اور اس کے فتنۂ عظیمہ کی طرف اشارہ نہیں فرمایا۔ پس اس عقیدہ کے ابطال کی اِس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ اس دلیل کی تائیدات میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم کے آخر میں نصارٰی کا اُسی طرح ذکر فرمایا ہے جس طرح اُس نے

أوّل الفرقان. ففكّر فی "لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَد" وفی "الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ". وما هم إلّا النصارىٰ فعذ من علمائهم بربّ الناس. وإن اللّٰه كما ختم الفاتحة على الضالين. كذالك ختم القرآن على النصرانيّين. وإن الضّالين هم النصرانيّون كما رُوِىَ عن نبيّنا فی الدر المنثور. وفی فتح البارى فلا تُعرض عن القول الثابت المشهور. ومُسلّم الجمهور.

الباب الثامن
فی تفسير الفا تحة بقول كلّی

اِعلم أن اللّٰه تعالىٰ افتتح كتابه بالحمد لا بالشّكر ولا بالثناء. لأن الحمد أتمّ وأكمل منهما وأحاطهما بالاستيفاء. ثم ذالك ردّ على عبدة المخلوقين والأوثان. فإنهم يحمدون طواغيتهم وينسبون إليها صفات الرحمٰن. وفی الحمد إشارة أخرى. وهی أن اللّٰه تبارك وتعالىٰ يقول أيّها العباد اعرفونی بصفاتی.

﴿۱۹۱﴾ فرقان (حمید) کے شروع میں فرمایا ہے۔اس لئے تم لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ اور الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ کے الفاظ پر غور کرو۔اور یہ نصارٰی ہی ہیں۔پس ان پادریوں سے رَبُّ النَّاس کی پناہ مانگو۔جس طرح اللہ نے سورۃ فاتحہ کو ضَالِّیْن پر ختم کیا ہے۔اِسی طرح قرآن کریم کو نصارٰی پر ختم کیا۔دراصل ضَالِّیْن ہی نصارٰی ہیں۔جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دُرِّ مَنْثُور اور فتح الباری میں مروی ہے۔پس تو ثابت شدہ مشہور اور جمہور کے مسلّم قول سے اعراض نہ کر۔

آٹھواں باب
سورۃ فاتحہ کی تفسیر کے بارے میں جامع قول

جان لے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کا آغاز حمد سے کیا ہے شکر سے نہیں کیا۔اور نہ ثناء سے۔کیونکہ حمد کا لفظ دوسرے دو لفظوں سے زیادہ اَتم اور اَکمل ہے اور ان پر پورے طور پر محیط ہے۔ ﴿۱۹۲﴾ پھر یہ مخلوق کے پرستاروں اور بتوں کے پجاریوں کی تردید ہے۔کیونکہ وہ اپنے معبودانِ باطلہ کی حمد کرتے ہیں اور اُن کی طرف خدائے رحمٰن کی صفات منسوب کرتے ہیں۔حمد میں ایک اور اشارہ بھی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے: اے بندو! مجھے میری صفات سے شناخت کرو

وآمنوا بی لکمالاتی. وانظروا إلی السماوات والأرضین. هل تجدون کمثلی ربّ العالمین. وأرحم الراحمین. ومالك یوم الدین. ومع ذالك إشارة إلی أنّ إلٰهکم إلٰهٌ جمع جمیع أنواع الحمد فی ذاته. وتفرّد فی سائر محاسنهٖ وصفاته. وإشارة إلی أنه تعالٰی منزّه شانه عن کل نقص وحؤول حالة ولحوق وصمة کالمخلوقین. بل هو الکامل المحمود. ولا تحیطه الحدود. وله الحمد فی الأولی والآخرة ومن الأزل إلی أبد الآبدین. ولذالك سمّی اللّٰه نبیّه أحمد. وکذالك سَمّی به المسیح الموعود لیشیر إلی ما تعمّد. وإن اللّٰه کتب الحمد علی رأس الفاتحة. ثم أشار إلی الحمد فی آخر هذه السورة. فإن آخرها لفظ الضَّالِّینَ. وهم النصاری الذین أعرضوا عن حمد اللّٰه وأعطوا حقه لأحدٍ من المخلوقین. فإن حقیقة الضلالة هی ترك المحمود الذی یستحق الحمد والثناء. کما فعل النصاری

اور میرے کمالات کی بناء پر مجھ پر ایمان لاؤ اور آسمانوں اور زمینوں پر نگاہ ڈالو کیا تم میرے جیسا رَبُّ العَالَمِین، اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن اور مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْن پاتے ہو۔ مزید براں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ تمہارا معبود وہ معبود ہے جس نے اپنی ذات میں تمام انواع واقسام کی حمد کو جمع کیا ہوا ہے اور وہ اپنے تمام محاسن اور صفات میں منفرد ہے نیز اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی شان ہر نقص، ہر تغیّر اور ہر عیب کے لاحق ہونے سے پاک ہے جو مخلوق میں پائے جاتے ہیں۔ بلکہ وہ کامل محمود ہے اور حد بندی سے بالا ہے اور اوّل وآخر اور ازل سے ابدالآباد تک حمد اسی کو زیبا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کا نام احمد رکھا اور اسی طرح مسیح موعود کو بھی اسی نام (احمد) سے موسوم کیا تا کہ وہ اپنے مقصود کی طرف اشارہ کرے۔ اللہ نے الفاتحہ کے آغاز پر حمد مقدّر کیا۔ پھر اس سورت کے آخر میں حمد کی طرف اشارہ فرمایا۔ کیونکہ اس کے آخر میں لفظ ضَالِّیْن ہے اور وہ نصارٰی ہیں جنہوں نے اللہ کی حمد سے اعراض کیا اور اس کا حق مخلوق کے ایک فرد کو دے دیا۔ پس ضلالت کی اصل حقیقت اُس محمود خدا کو چھوڑنا ہے جو ہر حمد وثناء کا مستحق ہے جیسا کہ عیسائیوں نے کیا

﴿۱۹۳﴾

ونحتوا من عندهم محمودًا آخر وبالغوا فى الاطراء واتّبعوا الأهواء. وبعدوا من عين الحياة. وهلكوا كما يهلك الضال فى الموماة. وإن اليهود هلكوا فى أوّل أمرهم وبّاءوا بغضبٍ مّن اللّٰه القهّار. والنصارىٰ سلكوا قليلا ثم ضلّوا وفقدوا الماء فماتوا فى فلاة من الاضطرار. فحاصل هذا البيان أن اللّٰه خلق أحمدين فى صدر الإسلام وفى آخر الزمان. وأشار إليهما بتكرار لفظ الحمد فى أوّل الفاتحة وفى آخرها لأهل العرفان. وفعل كذالك ليردّ على النصرانيين. وأنزل أحمدين من السماء ليكونا كالجدارين لحماية الأولين والآخرين. وهذا آخر ما أردنا فى هذا الباب. بتوفيق اللّٰه الراحم الوهاب. فالحمد للّٰه على هذا التوفيق والرفاء. وكان من فضله أنّ عَهْدَنَا قُرِنَ بالوفاء. وما كان لنا

﴿۱۹۴﴾

اور اپنے پاس سے ایک دوسرا محمود بنا لیا اور اس کی ستائش میں انتہائی مبالغہ کیا اور نفسانی خواہشات کی پیروی کی اور زندگی کے چشمے سے دور جا پڑے۔ اور وہ اس طرح ہلاک ہو گئے جس طرح ایک بھٹکا ہوا شخص بیابان میں ہلاک ہو جاتا ہے اور یہودی تو اپنے اُمر کی ابتدا میں ہی ہلاک ہو گئے اور خدائے قہّار کے غضب کے مورد بن گئے۔ نصارٰی چند قدم چلے پھر گمراہ ہو گئے۔ انہوں نے روحانی پانی کھو دیا اور بے چارگی کے عالم میں بیابان میں مر گئے۔ حاصلِ کلام یہ کہ اللہ نے دو احمد پیدا فرمائے ایک اسلام کے آغاز میں اور ایک آخری زمانے میں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اہلِ عرفان کے لئے سورۃ فاتحہ کے شروع میں اور اس کے آخر میں اَلْحَمْد کا لفظاً ومعناً تکرار کر کے ان دونوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اور خدا نے ایسا عیسائیوں کی تردید کے لئے کیا ہے اور اُس نے دو احمد آسمان سے اتارے تا وہ دونوں اوّلین اور آخرین کی حمایت کے لئے دو دیواروں کی طرح ہو جائیں۔ یہ آخری بات ہے جس کا ہم نے وَهّاب اور رحیم خدا کی توفیق سے اس باب میں ارادہ کیا تھا۔ اس توفیق اور عنایت خداوندی پر اللہ کا شکر ہے۔ اور یہ اس کا فضل ہے کہ ہمارا وعدہ وفا ہوا۔ اگر حضرتِ کبریاء کی

أن نكتب حرفًا لولا عون حضرة الكبرياء. هو الذى أَرَى الآيات. وأنزل البيّنات. وعصم قلمي وكلمي من الخطاء. وحفظ عرضيّ من الأعداء. وإنه تبوّء منزلي. وتجلّى عليّ وحضر مَحْفلي. واجتباني لخلافته. وأبقى مرعاى على صرافته. وزكّاني فاحسن تزكيتي. وربّاني فبالغ في تربيتي. وأنبتني نباتا حسنًا. وتجلّى عليّ وشغفني حُبًّا. حتى أنني فرغتُ من عداوة الناس ومحبتهم. ومدح الخلق ومذمتهم. والآن سواء لي من عاد إليّ أو عادا. و راد من ضياعي أو رادا. وصارت الدنيا في عيني كجارية بُدء ت. واسودّ وجهها وصفوف الحسن تقوّضت. وشَمَمُ الأنف بالفطس تبدّل. ولهب الخدود إلى النمش انتقل. فنجوتُ بحول

﴿۱۹۵﴾

مدد شاملِ حال نہ ہوتی تو ہم ایک حرف بھی نہ لکھ پاتے۔ وہی ذات ہے جس نے نشانات دکھائے اور کھلے کھلے دلائل نازل فرمائے۔ اور میرے قلم اور میرے کلام کو خطا سے محفوظ رکھا۔ اور دشمنوں سے میری عزت کی حفاظت فرمائی۔ اُس نے میرے گھر میں سکونت اختیار کی اور مجھ پر جلوہ فرما ہوا اور میری محفل میں تشریف لایا اور مجھے اپنی خلافت کے لئے منتخب کیا۔ میری چراگاہ کو اپنے لئے مخصوص کیا ۔ میرا تزکیہ فرمایا اور خوب فرمایا۔ میری تربیت میں انتہا کر دی اور میری احسن رنگ میں نشو ونما کی۔ وہ مجھ پر ظاہر ہوا اور اس نے محبت کے اعتبار سے میرے دل میں گھر کر لیا۔ یہاں تک کہ میں لوگوں کی عداوت اور ان کی محبت سے اور مخلوق کی ستائش اور مذمّت سے بے نیاز ہو گیا۔ اب میرے لئے یکساں ہے کہ کوئی میری طرف رُخ کرے یا مجھ سے عداوت کرے۔ میری جا گیر طلب کرے یا مجھ پر سنگباری کرے۔ اور میری نگاہوں میں یہ دنیا ایسی ہوگئی ہے جیسی ایک چیچک زدہ لونڈی جس کا چہرہ سیاہ ہوا اور اُس کے حسن کے خدوخال معدوم ہو گئے ہوں۔ ستواں ناک چپٹی ہو گئی ہو اور اس کے گُلنار رخساروں پر سیاہ دھبے پڑ گئے ہوں۔ اللہ کی طاقت سے مَیں نے اس دنیا کی

اللّٰــه مـن سـطـوتهـا وسلطانها. وعُـصِـمـتُ مـن صـولة غـولهـا وشيـطـانهـا. وخـرجتُ من قومٍ يتركون الأصل ويطلبون الفرعَ. ويُضِيعون الورع لهذه الدنيا ويـجـبئـون الـزرع. ويريدون أن يـحتـكـأ قولهم في قلوب الناس. مـع أنهم ما خلصوا من الأدناس. وكيف يُترقّب الماء المعين من قـربةٍ قُضِئت. والخلوص والدينُ مـن قـريحةٍ فسدت. وكيف يُعَدُّ الأسيـر كـمُـطـلَقٍ من الإسار. وكيف يـدخـل الـمُـقـرف في الأحـرار. وكيف يتـداكـأ الناس عـلـيـه. وهـو خبيـث وخبيث مـا يـخرج من شفتيه. وإن قلمي بُرّء من أدناس الهوى. وبُرِيَ لإرضاء الـمولٰـى. وإن لِيـراعـي أثرٌ من البـاقيـات الـصـالحات. ولا كأثر سنـابك الـمسوّمـات. ونحن كُماةٌ لا نزلّ عن صهوات المطايا. وإنّـا مـع ربـنـا إلٰى حلول المنايا. وإن خيـلـنـا تـجـول عـلـى العدا

سطوت اور شوکت سے نجات پائی اور اس کے دیو اور شیطان کے حملہ سے بچایا گیا اور اس قوم سے باہر نکل گیا جو اصل کو چھوڑتی اور فرع کی تلاش کرتی ہے۔ وہ اس دنیا کی خاطر تقویٰ شعاری کو ضائع کرتے اور خام کھیتی کو بیچ دیتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ اُن کی باتیں لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو جائیں باوجودیکہ وہ نجاستوں سے پاک نہیں ہوتے۔ ایک بدبودار مشکیزے سے صاف پانی کی اور فاسد طبیعت سے دین اور اخلاص کی توقع کیسے کی جاسکتی ہے۔ ایک قیدی کو قید سے آزاد شخص کی طرح کیسے شمار کیا جاسکتا ہے۔ ایک بدذات کو شرفاء میں کیونکر شامل کیا جاسکتا ہے اور لوگ اس کے گرد کیسے اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ وہ خود بھی خبیث ہے اور جو اُس کے منہ سے نکلتا ہے وہ بھی خبیث ہے۔ میرے قلم کو نفسانی خواہشات کی آلودگیوں سے مبرّا کردیا گیا ہے اور مولیٰ کی رضا جوئی کے لئے تراشا گیا ہے۔ اور میرے قلم میں بَـاقِيَـاتُ الصَّالحات کا وہ نقش ہے جو عمدہ گھوڑوں کے سُموں کے نقش میں بھی نہیں۔ ہم کمال کے شاہسوار ہیں گھوڑوں کی پشتوں سے گرنے والے نہیں۔ ہم موت وارد ہونے تک اپنے ربّ کے ساتھ ہیں۔ ہمارے گھوڑے دشمنوں پر اس طرح جھپٹتے ہیں

﴿۱۹۶﴾

﴿۱۹۷﴾ كالبازيّ على العصفور. أو كالأجدل على الفار المذءور. رويد أعدائي بعض الدعاوى. ولا تدّعوا الشبع مع البطن الخاوى. اتقومون للحرب برماح أشرعت. ولا ترون إلى حُجُبكم وإلى سلاسل ثُقّلت. ترون غمرات الندم ثم تقتحمونها. وتجدون غمّاء الذلّ ثم تزورونها. وإنّما مثلكم كمثل عنزٍ تأكل تارة من حشيشٍ وتارة من كلأٍ. ولا يطيع الراعي من غير خلأٍ. وكل ما هو عندكم من العلم فليس هو إلّا كالكدوس المدوس الذى لم يُذرّ. وخالطه روث الفدادين وغيرها مما ضرّ. ثم تقولون إنّا لا نحتاج إلى حَكَمٍ من السماء وما هي إلّا شقوة ففكروا يا أهل الآراء. ﴿۱۹۸﴾ وإني أعلم كعلم المحسوسات والبديهيات. أنى أُرسلتُ من ربي بالهدايات والآيات. وقد أُوحى إليّ إلٰى مُدّة هي مدّة وحي خاتم النبيين. وكُلّمتُ قبل أن أزنأ من الأربعين. إلى أن زنأتُ للستين.

جیسے باز چڑیا پر۔یا شکرا خوفزدہ چوہے پر۔ اے میرے دشمنو!اپنے بعض دعووں سے رُک جاؤ۔اور خالی پیٹ ہوکر شکم سیری کا ادّعا نہ کرو۔کیا تم نیزوں کوتانے ہوئے لڑائی کے لئے کھڑے ہو رہے ہو اور اپنے حجابوں اور پہنائی گئی بھاری زنجیروں کو نہیں دیکھتے۔ندامت کی شدّتیں دیکھتے ہو پھر بھی اُن میں گھستے چلے جاتے ہو ذلّت کے ہموم وغموم سے دوچار ہو پھر بھی تم اس کی طرف جاتے ہو۔ تمہاری مثال اُس بکری کی سی ہے جو کبھی خشک اور کبھی تازہ گھاس کھاتی ہے اور سرکشی کئے بغیر چرواہے کی اطاعت نہیں کرتی ۔اور وہ علم جو تمہارے پاس ہے گاہے گئے ڈھیر کی طرح ہے جسے اڑا کر صاف نہ کیا گیا ہو اور جس میں بَیلوں کا گوبر اور دوسری مُضِر چیزیں ملی ہوئی ہوں۔پھر بھی تم کہتے ہو کہ ہمیں آسمان سے کسی حَکَم کی ضرورت نہیں۔یہ تو نری بدبختی ہے۔اس لئے اے دانشمندو!غوروفکر کرو۔علم محسوسات و بدیہیات کی طرح مجھے یہ یقینی علم ہے کہ میں اپنے ربّ کی طرف سے جامع ہدایت اور نشانات دے کر بھیجا گیا ہوں اور حضرت خاتم النبیّینؐ کے زمانۂ وحی جتنی مدّت (۲۳ سال) تک مجھ پر وحی نازل ہوئی اور چالیس سال کی عمر سے کچھ پہلے

وهل يجوز تكذيب رجل ضاهت مدته مدة نبيّنا المصطفٰى. وإن اللّٰه قد جعل تلك المدة دليلا على صدق رسوله المجتبٰى. وسمعتُ إنكاره من بعض الناس. وما قبلوا هذا الدليل بلمّة من الوسواس الخنّاس. فاكتلأت عيني طول ليلي. وجرت من عيني عين سيلي. فكلّمني ربي برحمته العظمٰى. وقال" قل انّ هدى اللّٰه هو الهدىٰ". فله الحمد وهو المولٰى. وهو ربّي في هذه وفي يومٍ تُحشرُ كُلّ نفسٍ لتُجزَى. ربّ انزل على قلبي. واظهر من جيبي بعد سلبي. واملأ بنور العرفان فؤادي. ربّ أنت مُرادي فاتني مرادي. ولا تُمتني موت الكلاب. بوجهك يا ربّ الأرباب. ربّ إني اخترتك

﴿۱۹۹﴾

سے لے کر قریباً ساٹھ سال تک مجھے الہام سے مشرف کیا گیا۔ تو کیا وہ شخص جس کی مدتِ وحی ہمارے نبی مصطفٰی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدتِ وحی جتنی ہو اس کی تکذیب کرنا جائز ہے؟ اللہ تعالیٰ نے اس قدر (۲۳ سالہ) مدّت کو اپنے رسول مجتبٰی ﷺ کی صداقت کی دلیل بنایا ہے۔ میں نے بعض لوگوں سے اس دلیل کا انکار سنا ہے۔ انہوں نے شیطانی وسوسے کے تحت اس دلیل کو قبول نہیں کیا۔ (ان کی اس جرأت انکار کی وجہ سے) تو میں رات بھر سو نہ سکا۔ اور میری آنکھوں سے چشمۂ اشک رواں ہوا تو میرا پروردگار اپنی عظیم رحمت کے ساتھ مجھ سے ہمکلام ہوا اور فرمایا کہ (ان لوگوں سے) ''کہہ دو کہ اللہ کی ہدایت ہی حقیقی ہدایت ہے''۔ پس حمد اسی کو زیبا ہے اور وہی میرا مولیٰ اور وہی میرا ربّ ہے اس دنیا میں بھی اور اُس روز بھی جب ہر جان کو جزا کے لئے اکٹھا کیا جائے گا۔ اے میرے ربّ میرے دل پر اُتر۔ اور میری فنا کے بعد میرے باطن سے ظہور فرما۔ میرے دل کو نُورِ عرفان سے بھر دے۔ اے میرے ربّ! تو ہی میری مراد ہے پس تو مجھے میری مراد عطا فرما! اے ربّ الارباب تیرے منہ کی قسم مجھے کتوں کی موت نہ مارنا۔ اے میرے ربّ! میں نے تجھے

فاخترني. وانظر إلى قلبي واحضرني. فإنك عليم الأسرار. وخبير بما يُكتَم من الأغيار. ربّ إن كنتَ تعلمُ أن أعدائي هم الصادقون المخلصون. فأهلكني كما تُهلَكُ الكذّابون. وإن كنتَ تعلم أني منك ومن حضرتك. فقم لنُصرتي فإني أحتاج إلى نصرتك. ولا تُفوّض أمري إلى أعداء يمرّون عليّ مستهزئين. واحفظني من المعادين والماكرين. إنك أنت راحي وراحتي. وجَنّتي وجُنّتي. فانصرني في أمري واسمع بكائي ورُنّتي. وصلّ على محمدٍ خير المرسلين. و إمام المتقين. وهب له مراتب ما وهبتَ لغيره من النبيين. ربّ اعطه ما أردتَّ أن تُعطيني من النعماء. ثم اغفر لي بوجهك وأنت أرحم الرحماء. والحمد لك على أن

چن لیا تو مجھے چن لے۔ میرے دل کی طرف نظر التفات کر اور میرے پاس آ۔ پس تو ہی اسرار کو جاننے والا ہے اور ان تمام امور سے خوب آگاہ ہے جو اغیار سے مخفی رکھے جاتے ہیں۔ اے میرے ربّ! اگر تو جانتا ہے کہ میرے دشمن ہی سچے اور مخلص ہیں تو مجھے اُسی طرح تباہ کر جس طرح جھوٹے تباہ کئے جاتے ہیں۔ اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے اور تیری جناب سے ہوں تو میری مدد کے لئے اٹھ کھڑا ہو کیونکہ میں تیری مدد کا محتاج ہوں۔ اور میرا معاملہ اُن دشمنوں کے سپرد نہ کر جو مجھ پر استہزاء کرتے ہوئے گزرتے ہیں۔ تو دشمنوں اور حیلہ سازوں سے میری حفاظت فرما۔ تو ہی میری راح وراحت ہے، میری جنّت اور میری سپر ہے پس میرے معاملے میں میری مدد فرما۔ اور میری گریہ وزاری سُن۔ اور خیر المرسلین اور امام المتّقین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیج۔ اور آپؐ کو وہ مراتب عطا فرما جو تو نے نبیوں میں سے کسی اور کو عطا نہیں کئے۔ اے میرے ربّ! جن نعمتوں کے مجھے عطا کرنے کا تو نے ارادہ فرمایا ہے وہ سب نعمتیں آنحضرتؐ کو عطا کر دے۔ پھر اپنے کرم سے میری مغفرت فرما کیونکہ تو اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْن ہے۔ سب تعریف تجھے زیبا ہے کہ تیرے فضل سے

﴿۲۰۰﴾

هـذا الـكتاب قد طُبع بـفضلك فـى مـدة عدة العين فى يوم الجمعة وفـى شهـرٍ مباركٍ بيـن العيدين. رب اجـعلـه مُبـاركـا ونـافعًا لـلطُّلّاب. وهـاديًا إلى طـريق الـصـواب. بـفـضـلك يا مُجيبَ الـداعيـن. آميـن ثم آمين. وآخر دعـوانـا ان الـحـمـد للّـه رب العالمين.

ہی یہ کتاب حرف عین کے اعداد (یعنی ستّر دنوں) کی مدّت میں دو عیدوں کے درمیان ماہ مبارک میں بروز جمعہ طبع ہوئی۔اے میرے ربّ! تو اسے اپنے فضل سے متلاشیانِ حق کے لئے مبارک اور نفع بخش اور سیدھی راہ کی جانب راہنمائی کرنے والی بنا دے۔اے دعا کرنے والوں کی دعا قبول کرنے والے! آمین ثم آمین ۔ہماری آخری دعا یہی ہے کہ تمام حمد اس اللہ کے لئے ہے جو رَبّ العَالَمِیْن ہے۔



﴿الف﴾

خدا کے فضل سے بڑا معجزہ ظاہر ہوا

ہزار ہزار شکر اُس قادر یکتا کا ہے جس نے اس عظیم الشان میدان میں مجھ کو فتح بخشی
اور باوجود اس کے کہ ان ستّر دنوں میں کئی قسم کے موانع پیش آئے چند دفعہ مَیں سخت
مریض ہوا بعض عزیز بیمار رہے مگر پھر بھی یہ تفسیر اپنے کمال کو پہنچ گئی۔ جو شخص اس
بات کو سوچے گا کہ یہ وہ تفسیر ہے جو ہزاروں مخالفوں کو اسی امر کے لئے دعوت کرکے
بالمقابل لکھی گئی ہے وہ ضرور اس کو ایک بڑا معجزہ یقین کرے گا بھلا میں پوچھتا
ہوں کہ اگر یہ معجزہ نہیں تو پھر کس نے ایسے معرکہ کے وقت کہ جب مخالف علماء کو
غیرت دہ الفاظ کے ساتھ بلایا گیا تھا تفسیر لکھنے سے اُن کو روک دیا اور کس نے ایسے
شخص یعنی اس عاجز کو جو مخالف علما کے خیال میں ایک جاہل ہے جو اُن کے خیال میں
ایک صیغہ عربی کا بھی صحیح طور پر نہیں جانتا ایسی لاجواب اور فصیح بلیغ تفسیر لکھنے پر باوجود
امراض اور تکالیف بدنی کے قادر کر دیا کہ اگر مخالف علماء کوشش کرتے کرتے کسی
دماغی صدمہ کا بھی نشانہ ہو جاتے تب بھی اُس کی مانند تفسیر نہ لکھ سکتے اور اگر ہمارے
مخالف علماء کے بس میں ہوتا یا خدا ان کی مدد کرتا تو کم سے کم اس وقت ہزار تفسیر ان کی
طرف سے بالمقابل شائع ہونی چاہیئے تھی لیکن اب ان کے پاس اس بات کا کیا
جواب ہے کہ ہم نے اس بالمقابل تفسیر نویسی کو مدار فیصلہ ٹھہرا کر مخالف علماء کو دعوت کی
تھی اور ستّر دن کی میعاد تھی جو کچھ کم نہ تھی اور میں اکیلا اور وہ ہزار ہا عربی دان
اور عالم فاضل کہلانے والے تھے تب بھی وہ تفسیر لکھنے سے نامراد رہے اگر وہ

﴿ب﴾

تفسیر لکھتے اور سورۃ فاتحہ سے میرے مخالف ثبوت پیش کرتے تو ایک دنیا اُن کی طرف اُلٹ پڑتی پس وہ کون سی پوشیدہ طاقت ہے جس نے ہزاروں کے ہاتھوں کو باندھ دیا اور دماغوں کو پست کر دیا اور علم اور سمجھ کو چھین لیا اور سورہ فاتحہ کی گواہی سے میری سچائی پر مہر لگادی اور اُن کے دلوں کو ایک اور مہر سے نادان اور نافہم کر دیا۔ ہزاروں کے روبرو اُن کے چرک آلودہ کپڑے ظاہر کیے۔ اور مجھے ایسی سفید کپڑوں کی خلعت پہنادی جو برف کی طرح چمکتی تھی۔ اور پھر مجھے ایک عزت کی کرسی پر بٹھا دیا اور سورہ فاتحہ سے **ایک عزت کا خطاب** مجھے عنایت ہوا۔ وہ کیا ہے **اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ** ۔ اور خدا کے فضل اور کرم کو دیکھو کہ تفسیر کے لکھنے میں دونوں فریق کے لئے چار جز کی شرط تھی یعنی یہ کہ ستّر دن کی میعاد تک چار جز لکھیں لیکن وہ لوگ باوجود ہزاروں ہونے کے ایک جز بھی نہ لکھ سکے اور مجھ سے خدائے کریم نے بجائے چار جز کے ساڑھے باراں جز لکھوا دیئے اب میں علماء مخالفین سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ معجزہ نہیں ہے اور اس کی کیا وجہ ہے کہ معجزہ نہ ہو۔ کوئی انسان حتی المقدور اپنے لئے ذلت قبول نہیں کرتا پھر اگر تفسیر لکھنا مخالف مولویوں کے اختیار میں تھا تو وہ کیوں نہ لکھ سکے کیا یہ الفاظ جو میری طرف سے اشتہارات میں شائع ہوئے تھے کہ جو فریق اب بالمقابل ستر دن میں تفسیر نہیں لکھے گا وہ کاذب سمجھا جائے گا یہ ایسے الفاظ نہیں ہیں جو انسان غیرت مند کو اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ سب کام اپنے پر حرام کر کے بالمقابل اس کام کو پورا کرے تا جھوٹا نہ کہلاوے لیکن کیونکر مقابلہ کر سکتے خدا کا فرمودہ کیونکر ٹل سکتا کہ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا

وَ رُسُلِیْ[1] خدا نے ہمیشہ کے لئے جب تک کہ دنیا کا انتہا ہو یہ حجت اُن پر پوری کرنی تھی کہ باوجودیکہ علم اور لیاقت کے یہ حالت ہے کہ ایک شخص کے مقابل پر ہزاروں اُن کے عالم و فاضل کہلانے والے دم نہیں مار سکتے پھر بھی کافر کہنے پر دلیر ہیں کیا لازم نہ تھا کہ پہلے علم میں کامل ہوتے پھر کافر کہتے جن لوگوں کے علم کا یہ حال ہے کہ ہزاروں مل کر بھی ایک شخص کا مقابلہ نہ کر سکے چار جز کی تفسیر نہ لکھ سکے ان کے بھروسہ پر ایک ایسے مامور من اللہ کی مخالفت اختیار کرنا جو نشان پر نشان دکھلا رہا ہے بڑے بدقسمتوں کا کام ہے بالآخر ایک اور ہزار شکر کا مقام ہے کہ اس موقعہ پر ایک **پیشگوئی** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی پوری ہوئی اور وہ یہ ہے کہ اس ستّر دن کے عرصہ میں کچھ بباعث امراض لاحقہ اور کچھ بباعث اس کے کہ بوجہ بیماری بہت سے دن تفسیر لکھنے سے سخت معذوری رہی اُن نمازوں کو جو جمع ہوسکتی ہیں جمع کرنا پڑا اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو درمنثور اور فتح باری اور تفسیر ابنِ کثیر وغیرہ کتب میں ہے کہ **تُجْمَعُ لَهُ الصَّلٰوةُ** یعنی مسیح موعود کے لئے نماز جمع کی جائے گی۔ اب ہمارے مخالف علماء یہ بھی بتلاویں کہ کیا وہ اس بات کو مانتے ہیں یا نہیں کہ یہ پیشگوئی پوری ہو کر **مسیح موعود** کی وہ علامت بھی ظہور میں آگئی اور اگر نہیں مانتے تو کوئی نظیر پیش کریں کہ کسی نے مسیح موعود کا دعویٰ کر کے دو ماہ تک نمازیں جمع کی ہوں یا بغیر دعویٰ ہی نظیر پیش کرو۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔

المشتھر مرزا غلام احمد قادیانی ۲۰؍ فروری ۱۹۰۱ء

﴿ج﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اور پیشگوئی کا پورا ہونا

قال رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللہ یبعث لهذه الامة علیٰ رأس کل مائة سنة من یجدد لها دینها

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ضرور ضرور خدا تعالیٰ مبعوث فرمائے گا اس امت کے لئے کل صدیوں کے سر پر ایک شخص (مسیح موعود) کو جو اس امت کے لئے دین کی تجدید کرے گا۔ یہ حدیث شریف قریباً تواتر کے درجہ اور اجماع کے مرتبہ کو پہنچی ہوئی ہے اگرچہ مفسر اور محدث یا صوفی اس کے کچھ ہی معنی کریں مگر اس کا مطلب جو خدا نے مجھے سمجھایا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حدیث درحقیقت مسیح موعود کے بارہ میں ہے کیونکہ جس قدر مجدد پہلے گزرے یا آئندہ ہوں وہ سب ظنّی ہیں اور مجمل طور سے ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ ہر صدی کے سر پر کوئی نہ کوئی مجدد ہوا ہو مگر مفصل اور یقینی طور سے ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس قدر صدیاں جو گزریں کون کون مجدد ہوئے؟ کس لئے کہ آنحضرت صلعم نے کوئی فہرست مجددوں کی نہیں دی مگر ہم مسیح موعود کے بارہ میں یقینی اور قطعی دلائل اور صحیح رائے سے کہہ سکتے ہیں کہ وہ مجدد جو آنحضرتؐ نے اپنے محاذ اور مقابلہ میں بیان فرمایا کہ وہ امت کیسے ہلاک ہوسکتی ہے جس کے اول میں مَیں ہوں اور آخر میں مسیح موعود ہے اور درمیانی زمانہ فیج اعوج ہے فی الحقیقت مسیح موعود ہے جس کی بعثت کا یہ نشان بتایا کہ وہ اُس زمانہ میں مبعوث ہوگا جس زمانہ میں کل صدیوں کے سر اکھٹے ہو جائیں گے۔ پس ہم جو بنظر غور دیکھتے ہیں تو وہ زمانہ یہی زمانہ ہے جس میں مجدد اعظم مبعوث ہوا اور تمام صدیوں کے سر اُس نے لئے یعنی ۱۳۱۸ھ اور ۱۹۰۱ء اور ۱۳۰۷ فصلی اور ۱۹۵۷ بکرمی اور نیز صدیوں کی ماں جو ساتواں ہزار ہے موجود ہوا۔ پس اس مجموعہ سنین سے عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ کی پیشگوئی پوری ہوئی اور خسوف وکسوف کی حدیث اور کلام مجید کی آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ اسی کی مصدّق ہیں۔ پس وہ مسیح موعود مجدد معہود حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

الحمدللّٰہ علیٰ ذالک

الراقم محمد سراج الحق نعمانی